شیعہ اہل البیت

علی شرف الدین

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

شیعہ اہل البیت

علی شرف الدین

اہل البیت مضاف الیہ نبی کریمؐ یعنی اقرب ترین خلق وخُلق کے مالک نبیؐ کے مقتدیٰ ءتاسی کرنے والے امت کا چشم وچراغ ہیں امت ان کا حامی وناصر بننے پر افتخار رکھتی ہے۔ وہ اہل البیت جو اپنی بقاء عزت و افتخار کو نبی کریمؐ سے انتساب، بقاء اسلام اور عزت مسلمین میں دیکھتے تھے جن پر الیٰ یومنا ھذا لیل ونہار درود وسلام بھیجا جاتا ہے۔ قارئین کتاب حاضر میں دیکھیں گے کہ یہ اہل البیت نبیؐ کون ہیں اور جو اہل البیت نبیؐ اپنے آپ کو اللہ اور انا افضل النبیؑ کہتے ہیں، اپنے آپ کو مکین ملاء اعلیٰ اور امت کو اپنی بساط وفرش سفلی اور اپنے خون کو طاہر ومطاہر جبکہ امت کے خون کو سیاہ ونجس سمجھتے ہیں یہ وجود نبیؐ کے مقابل اپنی ہستی کو پیش کرتے ہیں۔ نبیؐ کو مفضول اور خود کو افضل گردانتے ہیں جس قرآن کو اللہ نے بیان مبین کہا ہے اسے یہ صامت وگنگ اور خود کو ناطق مبین کہتے ہیں۔

فہرست مضامین

شیعہ اہل البیت

شیعہ اہل البیت

عرض ناشر:

ایک عرصے سے ہم عرض ناشر کے عنوان سے مختص صفحات پر اپنے اوپر ڈھائے گئے مظالم سے دفاع اور قیل وقالات کی توضیحات وتشریحات پیش کرتے آرہے ہیں کیونکہ یہ الزامات بے بنیاد یا نافہمی یا عوام کو گمراہ کرنے کیلئے گھڑے گئے ہیں ذیل میں ہم آپ کی خدمت میں اس کے چند نمونے پیش کرتے ہیں:

ہمیں ایک متنازع شخصیت کی طور پر متعارف کرایا گیا ہے۔ یہاں پر ہم متنازعات کے بارے میں بات کرنے سے پہلے متنازعہ مسائل کی حدود وقیود کو بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ متنازعہ نزع سے ہے اور نزع افکار میں نہیں بلکہ مادیات میں مستعمل ہوتا ہے یا جن امور کی برگشت مادیات کی طرف ہو لیکن افکار دین قابل تقسیم نہیں بلکہ علم، عقل اور دین تنازعات کو ختم کرنے کیلئے آئے ہیں۔ تنازعات مولود جہل ہیں، جب دین وشریعت قرآن ومحمدؐ اپنے تنازعات کو قرآن وسنت کی حاکمیت سے رفع کرتے ہیں تو کیونکر جو قرآن وسنت کی حاکمیت کے داعی ہوں وہ قرآن وسنت کے ماننے والوں سے نزاع کریں۔ لہٰذا ہم سوچتے تھے الحمدللہ ہمارا کسی مسلمان سے تنازعہ نہیں کیونکہ ہمارے پاس مادیات نامی ایسی کوئی چیز نہیں جو دوسروں کیلئے باعث نقصان ہو، نہ ہماری کوئی دکان ہے نہ کوئی تنظیم ہے نہ کسی مسجد کا ممبر، نہ کوئی عزاخانہ ہے اور نہ ہی کوئی کرسی درس ہے۔

لیکن دقت اور باریک بینی سے دیکھنے اور غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ تنازعات صرف مادیات و مالیات میں ہی نہیں ہوئے بلکہ استعمارگری حاکمیت اور بالادستی قائم رکھنے کا بھی ایک ذریعہ ہیں۔ چنانچہ اس کیلئے یہ مثال دی جاتی ہے کہ شیر جب کسی نہر سے پانی پیتا ہے تو اپنے سے نیچے کسی بھیڑیا کے بھی اس نہر سے پانی پینے پر ناراض ہوتا ہے اور اس سے نزاع کیلئے کہتا ہے تم نے میرے پانی کو گندہ کیا۔ ایک عرصے سے اللہ، رسول، قرآن اور آئمہ طاہرین پر اتفاق واتحاد کافی سمجھا جاتا تھا ان پر متفق افراد کو ایک ملت کہتے تھے بعد میں یہ چیز سامنے آئی کہ ان کے ساتھ جس مجتہد کی تقلید کی جاتی ہے اس میں بھی متحد ہونا ضروری ہے اور گذشت زمان کے بعد یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ بھی کافی نہیں بلکہ اختلاف مرجع، اختلاف آور اور نا قابل جمع ہیں۔ جب تک مرجع ایک نہ ہو اتفاق نہیں ہوسکتا لیکن بعد میں یہ تقاضا بھی ہوا کہ مرجع کے علاوہ علاقہ میں رہنے والوں کو ان کے بڑے وکیل صاحب سے بھی اتفاق کرنا ضروری ہے۔ سیستانی، خوئی، خمینی، خامنہ ای کی تقلید پر اتفاق ہونا کافی نہیں جب تک یہاں ان کے بڑے وکلاء کیلئے چاپلوسی کے ساتھ ان کے سامنے ذلیل وخوار و خاضع نہ ہو جائیں۔ چنانچہ حال ہی میں امام خمینی آقائے خوئی یا سیستانی اور آقائے خامنہ ای کے بڑے وکلاء نے متفق ہوکر بغیر کسی مخالفت ومزاحمت کے ہمارا یہاں جینا حرام قرار دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے وہ یاعلی مدد کو جزء دین سمجھتے ہیں تو مجھے بھی اسے جزء دین سمجھنا چاہیے، اگر وہ عزاداری کو اصول دین سمجھتے ہیں تو مجھے بھی یہ اعتقاد رکھنا چاہیے، اگر وہ متعہ کو اعتقادات میں شمار کرتے ہیں تو مجھے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملا کر اسے اساس مذہب میں تسلیم کرنا چاہیے، اسی طرح وہ امور جو ان کی مرضی سے یا خاموشی سے معاشرے میں رائج ہیں ان کیلئے بھی انہی کے الفاظ میں ان جیسی تعریف وتائید کرنا ضروری ہے۔ ورنہ مجھے آزادی میسر نہیں ہوگی۔ یہ دنیا کفر وشرک، یہود، مسیح، ملحد، کمیونسٹ کو تو اپنا انسانی بھائی کہتے ہیں لیکن ان افکار کے

بارے میں بولنے والے ان کے نزدیک اصلی خطرناک بلکہ داخلی دشمن ہیں۔سرمایہ پرست فقہا کے نزدیک علماء کی سرحد سرمایہ داروں کے عقیقے پر بسمہ اللہ کہنے کی حد تک ہے اس سے آگے تجاوز کرنے والے ان کے نزدیک مطعون و ناپسند ہیں ۔علماء نواز سرمایہ داروں کی سرحد یہ ہے کہ ان کا نمک کھانے والے ان سے پوچھے بغیر کسی بھی مسئلے کو چھیڑ چھاڑ نہ کریں۔چنانچہ یہ بات انصاف سے باہر ہے کہ آپ حدود کا تعین کئے بغیر متجاوز کو سزا دیں۔آپ کے علم اصول بلکہ اصول دین کے تحت بھی یہ بیان ہے کہ قبح عقاب بیان کئے بغیر کسی کو سزا دینا جائز نہیں ہے۔

علامہ محسن نجفی نے اپنی سیرت سابقہ علم پرستی، علمی بلوغت کے بعد بعثت انبیاء سے نیاز ختم ہونے کی ابداع صادر کرنے کے بعد بھی فقہیہ سرگودھا سے صدور فتویٰ کا استعارہ لیتے ہوئے ہمارے اوپر دوبارہ فتویٰ اخراج از شیعہ صادر فرمایا ہے۔ منتظرین صحیفہ آسمانی نے فوراً اس تاریخی فتویٰ کو جدید وسائل کے ذریعے اطراف میں پھیلایا لیکن ہمارے بارے میں یہ نئی خبر نہیں تھی لیکن دعویٰ سمندر علمی رکھنے والے کیسے فتویٰ مستعار لینے کے نیازمند ہوئے یہ تعجب آور اور حیرت کنندہ ہے۔

محسوس ہوتا ہے کہ یہ لوگ معاشرے میں دین کے نام سے خرافات اور مصلحت کے نام سے اباطیل کی ترویج کے حامی ہیں یہ اپنی درسگاہوں اور محافل میں قرآن وسنت کے لانے کے تحت مخالف ہیں۔ہمارے اور ان کے درمیان کسی قسم کا مادی فکری تنازعہ نہیں سوائے اس کے کہ ہمارا کہنا یہ ہے کہ معاشرے سے خرافات کا خاتمہ کریں اور مسجد محراب و منبر اور مدارس میں قرآن وسنت کو نصاب درس میں شامل کریں لیکن سیکولر علماؤں اور ان کے سرپرست آقاؤں کو کہاں برداشت کہ زندگی کے ہر شعبے میں قرآن اور سنت کو جگہ دی جائے کیونکہ اگر ایسا کریں گے تو بہت سے روشن خیالوں کی چمک دمک دھویں میں تبدیل ہوجائے گی کیونکہ ان کی روشن خیالی دین کو فرسودہ دکھانے ،مسلمانوں کو مغرب کی طرف پلٹانے میں ہی ہے۔ یہ روشن خیالی قرآن وسنت سے ماخوذ نہیں بلکہ انہیں علم پرستوں کی طرف سے دی گئی ۔مدارس میں قرآن وسنت آنے کے بعد یہ زندگی کے دیگر شعبہ جات میں بھی سرایت کریں گے جبکہ یہ افراد کسی بھی قیمت پر ان دونوں کو زندگی کے دیگر شعبوں میں نہیں لانا چاہتے ۔یہاں سے علماء اعلام خاص کر حوزات و مدارس کے اسامید اور ان کے تابع اور نظام سیکولرزم کی راہ سے رکاوٹیں دور کرنے کیلئے کمیشن پر مولویوں کو قرآن وسنت سے دور رکھنے والے طیش میں آگئے۔

معاشرے میں متنازعہ شخصیت کو پسند نہیں کیا جاتا چنانچہ ہمارے لاہور کے کتاب فروش برادران من جملہ افتخار صاحب کا کہنا ہے ہم کیونکر متنازعہ کتابوں کو رکھیں۔یہ تنہا ان کی بات نہیں بلکہ معاشرے میں متنازعہ موضوعات کسی کیلئے بھی متحمل نہیں ہیں۔گویا متنازعہ کتابچے لکھنا ان کی خرید وفروخت ان کی اجازت سے ہونی چاہیے۔کچھ عرصے پہلے ان درسگاہوں سے خلفائے مسلمین کیلئے غلیظ ترین کلمات پر مشتمل کتب طبع ہوئیں جیسے غلام حسین نجفی ،عبدالکریم مشتاق وغیرہ کی کتب لیکن شیعہ نصیریوں اور غالیوں کے نزدیک یہ کتب متنازعہ نہیں تھیں اس لئے انہیں اس سے روکنے کی بجائے انہیں وکیل آل محمد کا لقب دیا گویا آل محمد کے ہم وغم کی نشانی خلفائے مسلمین کی شان میں غلاظت گوئی تھی ان کا ارمان تھا وہ خود ایسا نہیں کرسکتے تھے ان کی مصلحت نہیں تھی لہٰذا وکلاء کے نیازمند تھے جو انہیں ۱۴۰۰ سال گزرنے کے بعد نصیب ہوئے ہیں ۔لیکن جو اہل بیت ہمارے ہیں جن میں علیؑ حضرات حسنینؑ سید ساجدینؑ زید بن علی امام باقرؑ وامام صادقؑ شامل ہیں وہ خلفاء کی تکریم تعظیم اور احترام کرتے تھے۔محسوس ہوتا ہے انہوں نے اہل بیت کے نام سے دھوکہ دیا ہے ان کے اہل بیت کوئی اور ہیں جو خلفاء پر سب وشتم کو یک از فروع دین سمجھتے ہیں اور یہ ان کے داعی ہیں۔

اگر کوئی کسی دن مفکر روشن خیال محقق بننے کا خواب دیکھنے کے بعد صبح کو کچھ تحقیقاتی جملات ارشاد فرمائے یا کسی مخلوط اجتماع میں جہاں اہل سنت و شیعہ دونوں موجود ہوں، اتحادِ مسلمین کی خاطر از روئے تقیہ سب وشتم نہ کرنے کی تلقین بھی کر دے۔تو چند دن کے بعد وہ پلٹ کر پہلے عقیدہ پر واپس آتا ہے کیونکہ متنازعہ پر باہر سے ہر قسم کے تیر برسائے جاتے ہیں لہٰذا وہ جلدی اپنے پہلے ٹھکانہ پر واپس آتا ہے۔کہتے ہیں تحقیقات وغیرہ کسی کام کی نہیں کچھ چیزیں اساس مذہب ہوتی ہیں انہیں متنازعات میں نہیں لاسکتے جیسے فقیہ جامشورو کا نظریہ ہے۔بعض کا کہنا ہے ہمیں سب کو لے کر چلنا ہے اس وقت مسلمین کی بجائے مومنین کے اتحاد کی ضرورت ہے جیسا کہ صدر تنظیم آئمہ جمعہ و جماعت آقائے صلاح الدین کا نظریہ ہے۔بعض کا نقطۂ نظر ہے کہ ہمیں انہی کے اندر گھل مل کر رہنا ہے جیسا کہ سرکار رفقیہ سرگودھا کا نقطۂ نظر ہے چنانچہ آپ ایک دفعہ (ہمارے واہ کینٹ میں قیام کے دوران) تشریف لائے اور اپنی تحقیقاتی اقدامات کا ذکر کرنے کے بعد اسے غیر مفید سمجھ کر چھوڑنے کا ذکر فرماتے ہوئے کہا: آخر ہمیں انہی لوگوں میں جینا ہے اور انہی میں مرنا ہے تو کیونکر ہم انہیں ناراض کریں۔آپ پہلے غیر مصدقہ موثقہ دعاؤں کے پڑھنے کو شرک قرار دیتے تھے لیکن ابھی آپ علم کو سوفٹ اونچا کرنے کی اجازت فرماتے ہیں بلکہ خود گھوڑے کے سامنے کھڑے ہو کر نوحہ پر سینہ پیٹتے ہیں کیونکہ ان کی نظر میں متنازعہ مسائل اٹھانا زندگی کیلئے نقصان دہ ہے جب ایک شخص کے نزدیک جینا ہی اصل ہدف ہو جیسے قرآن میں آیا ہے ﴿مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ﴾ ﴿اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ صرف زندگانی دنیا ہے اسی میں مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور زمانہ ہی ہم کو ہلاک کر دیتا ہے اور انہیں اس بات کا کوئی علم نہیں ہے کہ یہ صرف ان کے خیالات ہیں اور بس﴾ (جاشیہ ۲۴) تو وہ کیونکر لوگوں کو ناراض کرے گا۔

بعض کا خیال ہے ہمیشہ تملق چاپلوسی مخالفت متنازعہ امور سے پہلو تہی کرنے والوں کی زندگی خوشحال ہوتی ہے جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے کیونکہ زندگی پر شریف لوگوں کا قبضہ نہیں ہوتا معاشرہ پر حکومت اشرار کی ہوتی ہے اور اشرار کا ارادہ وسوچ یہ ہے کہ تنہا میں ہی زندہ رہوں باقی کو گلہ گوسفند ہونا چاہیے یہ ماتحتوں کو جتنا ذلیل کر سکیں کرتے ہیں۔

قارئین کرام آزادیِ فکر اظہار عقیدہ اپنے عقیدے کی طرف حکمت وموعظہ حسنہ مجادلہ احسن کی اجازت اللہ نے اپنی کتاب قرآن کریم میں دی ہے۔عقلائے بشریت اس کے حامی ہیں احسن طریقے تواضع اور انکسار نفسی سے ان موضوعات کو پیش کرنے والے کو متنازع شخصیت نہیں کہا جاسکتا بلکہ متنازع شخصیت وہی ہوگی جو قوم وملت میں عملاً استکباریت پر اتر آئے۔جاہل ان پڑھ سادہ لوح انسانوں کو اپنی آقائیت منوانے مرجعیت ثابت کرنے کی خاطر بغیر دلیل و حجت روزہ کھلوائے،مسلمانوں میں کھلے عام انتشار وافتراق پیدا کرے اور غیر مسلم اور نام نہاد روشن خیالوں سے مل کر دین اسلام اور فرائض اسلامی کو اپنے طعن وطنز کا نشانہ بنائے۔اگر چاند اپنے ملک میں نہیں دیکھا تو دیار کفر وشرک سے درآمد کرنے والے ہی متنازع شخصیت ہیں۔

مفتی سرگودھا اور اسلام آبادی نے مجھے شیعہ ابی الخطاب مقلاسی، مغیرہ، اجلی میمون قداحی، عبید اللہ مہدی جعفر کذاب محمد ابن نصیر، نمیری، مختار کیسانی، شیخیہ احسائی مرزا قادیانی، پرویزیت محمد علی بابی بہائی کے دائرے سے خارج کیا ہے اور ان کے ماننے والوں کو ہماری تالیفات پڑھنے خریدنے پر پابندی عائد کی جو ان کے بین الاقوامی حقوق انسانی کے دیئے ہوئے حق کے مطابق ہے۔لیکن وہ مجھے دین اسلام اہلِ بیت خاصہ محمدؐ زہراءؑ وعلیؑ حسنینؑ امہات المومنین اصحاب کبار سے

نہیں نکال سکیں گے کیونکہ میری تمام ہستی اور وجود انہی کیلئے وقف اور صرف ہوا ہے اور سب سے عزیز چیز جو اس راہ میں قربان ہوئی ہے وہ میری عزت و آبرو ہے۔ ہمیں کنارے پر لگانے کی غرض سے کی گئی فلسفہ تراشیوں میں سے ایک یہ ہے کہ ہمیں فلسفہ نہیں آتا اس لیے معاشرے میں ایک نا کارہ جزو کی صورت اختیار کر چکا ہوں۔

فلسفہ نہیں پڑھا ہے:

ہمارے پرانے پڑوسی دوست کاشف جو حسن کالونی میں رہائش پذیر ہیں نے نقل کیا ہے: ایک دن وہ حوزہ علمیہ کے فارغ التحصیل جناب مستطاب قبلہ حیدر عباس صاحب اور ان کے حلقہ احباب کے محضر میں پہنچے تو دیکھا وہاں ہمارے افکار و نظریات اور کتابوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ کسی نے کہا انہوں نے فلسفہ نہیں پڑھا ہے لہٰذا دین ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا۔ ان کی یہ بات ایک حد تک درست ہے، ہم نے کچھ حد تک فلسفہ پڑھنے کی کوشش کی لیکن ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اور نہ کسی کو ہم سمجھا سکتے تھے یہ تنہا میرے بارے میں نہیں تھا بلکہ فلسفے کی شناخت ہی یہ تھی کہ وہ آسان مسائل کو مشکل اور پیچیدہ کلمات میں پیش کرتا ہے لہٰذا ہم اس کے ما حصل فوائد سے محروم ہیں لیکن یہ ہمارے حق میں اچھا ہی ہوا کیونکہ عند التحقیق ثابت ہوا ہے کہ فلسفہ انبیاء اور ان کی دعوت کے خلاف ہے۔ انبیاء حقائق کو آسان لفظوں میں ان پڑھ و جاہل کو سمجھاتے تھے جبکہ فلاسفہ سادہ ترین مسائل کو مشکل اور معمہ نا قابل سمجھ بنا کر پیش کرتے ہیں۔ ان کی تعریف میں کہا جاتا ہے کہ ان کی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں کیونکہ انہوں نے فلسفہ پڑھا ہے۔ یہ بات قرین حقیقت ہے اس کی چند مثالیں موجود ہیں:

۱۔ ایک اعرابی نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں آپ ہمیں دین کے اصول قواعد احکامات سکھائیں پیغمبرؐ نے ان کو ایک صحابی کے سپرد کیا اور ان سے کہا ان کو دین سکھائیں وہ صحابی ان کو ساتھ لے گئے اور انہیں سورہ زلزلہ کی یہ آیت سنائی ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَه، وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَه﴾ یہ دو آیات سن کر اعرابی اٹھ کر چلا گیا۔ صحابی نے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا: جا رہا ہوں۔ صحابی نے کہا: تم تو دین سمجھنے کیلئے آئے تھے کہاں جا رہے ہو؟ اعرابی نے کہا: سمجھ لیا ہے، اس لیے جا رہا ہوں کہ اللہ کے ہاں حساب صاف ہے نیکی کا بدلہ نیکی، برائی کا بدلہ برائی ہے۔ وہ ان آیات کو اچھے طریقے سے سمجھتے تھے کہ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا لیکن ہمارے فلاسفہ نے عدالت کو اصول دین میں شامل کیا ہے تو اس پر سینکڑوں اعتراضات وارد ہوئے خدا کیسے عادل ہے خدا عادل ہونے کا کیا تصور ہے خدا کی عدالت کہاں کہاں نمایاں ہے۔ ان تمام اعتراضات کا کافی و شافی جواب دینے کی خاطر ہمارے مرحوم شہید مرتضیٰ مطہری کمر بستہ ہوئے تا کہ ان شکوک و شبہات کا ازالہ کر سکیں۔ انہوں نے ایک کتاب ضخیم عدل الٰہی پر تصنیف کی لیکن وہ سمجھنا بھی مشکل ہو گی یہاں تک کہ اس کتاب کو سمجھانے کیلئے انہی کے ایک برجستہ شاگرد سے درس لینے کی ضرورت پڑی آخر میں یہ کتاب سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے فروغ نہیں پا سکی یہ کسی کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔ انسان کسی اصول پر عمل کرے نہ کرے اصول اپنی جگہ اصول ہے چاہے آپ اصول و عقائد کو فروع دین بنا کر پیش کریں یا فروع دین کو اصول عقائد بنا کر پیش کریں جیسے ہمارے بزرگ علماء قائد ملت علامہ تقی شاہ وغیرہ کے ہاں اصول کو فروع، فروع کو اصول اور حرام کو مستحب آسانی سے بنایا جا سکتا ہے۔ دف ڈھول خون ریزی جھوٹ پر مبنی مرثیے نوحے اصول دین میں شامل کریں عزاداری کو اصول دین بنائیں تو یہ کسی کی سمجھ میں نہیں آئے گا اگر آپ توحید کی فروع دین میں بحث کریں تو

سمجھ میں نہیں آئے گا چاہے اس پر سب مجتہدین کا فتویٰ ہو یا مقامی علماء وقائدین تشخیص مصلحت کے سر برآوردہ حضرات حقائق کو ڈنڈے سے ثابت کریں لیکن الٹا لٹکانے سے سر اوپر نہیں ہوتا۔

۲۔عربی بھی اچھے طریقے سے نہیں جانتے ہیں:

یہ بات حدثنا الاخ الصدیق المفارق یعنی تازہ چھوڑنے والے دوست محمد جواد حفظ اللہ تعالیٰ نے اپنے مشفق ومہربان دوست جناب حسنین عابدی سے نقل کی ہے۔انہوں نے فرمایا بعض علمائے اعلام کے محضر میں مشرف ہونے کا موقعہ ملا تو وہاں ہمارا ذکر ہوا تو انہوں نے کہا وہ تو عربی تک نہیں جانتے ۔یہ بات بھی حقیقت سے قرین ہے الحمد للہ ہمارے علماء حقائق درک کرنے لگے ہیں ۔جہاں تک عربی کی بات ہے خوشی ہوئی کہ قوم وملت کے علماء حقائق کو شناخت کرنے لگے اور مرض کی تشخیص کرنے کے ساتھ نقطہ متنازعہ کو بھی درک کرنے لگے ہیں آپکی خدمت میں عرض ہے کہ یہ جو بے ہودہ یا آپ کے مزاج کے خلاف باتیں ہم سے صادر ہوئی ہیں وہ اس وجہ سے ہیں کہ ہمیں ان درسگاہوں میں صحیح تربیت نہیں مل سکی۔ہمیں بھی اس بات پر افسوس ہے ہماری پریشانیاں بھی یہی ہیں کہ ۱۵ سے ۲۰ سال حوزہ میں رہ کر آنے کے بعد نہ دو صفحہ عربی میں لکھ سکتے ہیں اور نہ ۱۰ سے ۱۵ منٹ خطاب کر سکتے ہیں۔ان درسگاہوں سے دین وملت کو کیا فوائد مل سکتے ہیں جب نتائج صفر ہوں گے اس لئے حسرت ندامت انسان کو گھیر لیتی ہے ہماری عمر تو تلف ہو چکی لیکن ہمارے یہ اقدامات سب مستقبل کی پریشانی کا سبب ہیں۔

ایسے مدرسے اور درسگاہ کی کوئی مثال نہیں ملتی جہاں سے فارغ التحصیل کو نہ بولنا آئے نہ لکھنا آئے لیکن جو چیز یہ بہت اچھے طریقے سے اطمینان سے بول سکتے ہیں وہ جھوٹ ہے۔یہاں جھوٹ بولنے کی مہارت حاصل ہوتی ہے جب مدرسے والوں سے کہتے ہیں کہ آپ کے ہاں قرآن کی تدریس ہوتی ہے تو کہتے ہیں نہیں۔پوچھتے ہیں کیوں نہیں کرتے یہ کب ہوگی تو کہتے ہیں ایسا کبھی نہیں ہوگا بلکہ ہم یہاں قرآن سمجھ میں آنے والے علوم پڑھاتے ہیں جس سے قرآن خود بخود سمجھ میں آتا ہے۔جس طرح چلا کاٹنے کے بعد قرآن کے حافظ بن جانے کا دعویٰ کرتے ہیں یہاں صرف نحو میر کی چند کتابیں سیوطی وغیر کے پڑھنے کے بعد قرآن خود بخود سمجھ میں آنے کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔کہتے ہیں یہ بہت بڑا علم ہے کاش آپ لوگ اس کی قدر کرنے والے ہوتے۔یہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے سے پوچھا جاتا ہے اب تو آپ کی سمجھ میں قرآن آتا ہوگا تو کہتے ہیں نہیں ابھی آگے پڑھنے کی ضرورت ہے لہٰذا یہ پھر حوزات کا رخ کرتے ہیں جہاں ۱۵ سے ۲۰ سال رہنے کے بعد جب واپس تشریف لاتے ہیں تو ان سے قرآن کے بارے استفسار کریں تو کہتے ہیں قرآن سمجھنے کی کتاب نہیں یہ کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتی بلکہ ہمیں جھوٹ بولنا اور وعدہ خلافی کرنے کا فن آتا ہے۔

تمہید:

﴿أحمَدُهُ استِتمَاماً لِنِعمَتِهِ، وَاستِسلَاماً لِعِزَّتِهِ، واستِعصَاماً مِن مَعصِيَتِهِ، وَأَستَعِينُهُ فَاقَةً إلَى كِفَايَتِهِ ،

الحَمدُ للهِ وَإن أَتَىٰ الدَّهرُ بِالخَطبِ الفَادِحِ، وَالحَدَثِ الجَلِيلِ ،

الحَمدُ لِلهِ غَيرَ مَقنُوطٍ مِن رَحمَتِهِ، وَلَا مَخلُوٍّ مِن نِعمَتِهِ، وَلَا مَأيُوسٍ مِن مَغفِرَتِهِ، وَلَا مُستَنكَفٍ عَن عِبَادَتِهِ، الَّذِي لَا تَبرَحُ مِنهُ رَحمَةٌ، وَلَا تُفقَدُ لَهُ نِعمَةٌ ،

الحَمدُ لِلهِ كُلَّمَا وَقَبَ لَيلٌ وَغَسَقَ، وَالحَمدُ لِلهِ كُلَّمَا لَاحَ نَجمٌ وَخَفَقَ، وَالحَمدُ لِلهِ غَيرَ مَفقُودِ الإِنعَامِ، وَلَا مُكَافَإِ الإِفضَالِ ،

الحَمدُ لِلهِ الَّذِي عَلَا بِحَولِهِ وَدَنَا بِطَولِهِ، مَانِحِ كُلِّ غَنِيمَةٍ وَفَضلٍ، وَكَاشِفِ كُلِّ عَظِيمَةٍ وَأَزلٍ، أَحمَدُهُ عَلَىٰ عَوَاطِفِ كَرَمِهِ، وَسَوَابِغِ نِعَمِهِ، وَأُومِنُ بِهِ أَوَّلاً بَادِياً، وَأَستَهدِيهِ قَرِيباً هَادِياً، وَأَستَعِينُهُ قَاهِراً قَادِراً، وَأَتَوَكَّلُ عَلَيهِ كَافِياً نَاصِراً، وَأَشهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً ـ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَآلِهِ ـ عَبدُهُ وَرَسُولُهُ، أَرسَلَهُ لِإنفَاذِ أَمرِهِ، وَإِنهَاءِ عُذرِهِ، وَتَقدِيمِ نُذُرِهِ ،

الحَمدُ لِلهِ الَّذِي لَا يَفِرُهُ المَنعُ وَالجُمُودُ، وَلَا يُكدِيهِ الإِعطَاءُ وَالجُودُ، إِذ كُلُّ مُعطٍ مُنتَقِصٌ سِوَاهُ، وَكُلُّ مَانِعٍ مَذمُومٌ مَا خَلَاهُ، وَهُوَ المَنَّانُ بِفَوَائِدِ النِّعَمِ، وَعَوَائِدِ المَزِيدِ وَالقِسَمِ، عِيَالُهُ الخَلَائِقُ، ضَمِنَ أَرزَاقَهُم، وَقَدَّرَ أَقوَاتَهُم، وَنَهَجَ سَبِيلَ الرَّاغِبِينَ إِلَيهِ، وَالطَّالِبِينَ مَا لَدَيهِ، وَلَيسَ بِمَا سُئِلَ بِأَجوَدَ مِنهُ بِمَا لَم يُسأَل. الأَوَّلُ الَّذِي لَم يَكُن لَهُ قَبلٌ فَيَكُونَ شَيءٌ قَبلَهُ، وَالآخِرُ الَّذِي لَيسَ لَهُ بَعدٌ فَيَكُونَ شَيءٌ بَعدَهُ، وَالرَّادِعُ أَنَاسِيَّ الأَبصَارِ عَن أَن تَنَالَهُ أَو تُدرِكَهُ ،

اللَّهُمَّ دَاحِيَ المَدحُوَّاتِ، وَدَاعِمَ المَسمُوكَاتِ، وَجَابِلَ القُلُوبِ عَلَى فِطرَتِهَا: شَقِيِّهَا وَسَعِيدِهَا، اجعَل شَرَائِفَ صَلَوَاتِكَ، وَنَوَامِيَ بَرَكَاتِكَ، عَلَىٰ مُحَمَّدٍ عَبدِكَ وَرَسُولِكَ الخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ، وَالفَاتِحِ لِمَا انغَلَقَ، وَالمُعلِنِ الحَقَّ بِالحَقِّ، وَالدَّافِعِ جَيشَاتِ الأَبَاطِيلِ، وَالدَّامِغِ صَولَاتِ الأَضَالِيلِ، كَمَا حُمِّلَ فَاضطَلَعَ، قَائِماً بِأَمرِكَ، حَتَّىٰ أَورَىٰ قَبَسَ القَابِسِ، وَأَضَاءَ الطَّرِيقَ لِلخَابِطِ، وَهُدِيَت بِهِ القُلُوبُ بَعدَ خَوضَاتِ الفِتَنِ وَالآثَامِ، وَأَقَامَ بِمُوضِحَاتِ الأَعلَامِ المَخزُونِ وَشَهِيدُكَ يَومَ الدِّينِ، وَبَعِيثُكَ بِالحَقِّ وَرَسُولُكَ إِلَىٰ الخَلقِ ،

اللَّهُمَّ اغفِر لِي مَا أَنتَ أَعلَمُ بِهِ مِنِّي، فَإِن عُدتُ فَعُد عَلَيَّ بِالمَغفِرَةِ، اللَّهُمَّ اغفِر لِي مَا وَأَيتُ مِن نَفسِي، وَلَم تَجِد لَهُ وَفَاءً عِندِي. اللَّهُمَّ اغفِر لِي مَا تَقَرَّبتُ بِهِ إِلَيكَ بِلِسَانِي، ثُمَّ خَالَفَهُ قَلبِي. اللَّهُمَّ اغفِر لِي رَمَزَاتِ الأَلحَاظِ، وَسَقَطَاتِ الأَلفَاظِ، وَشَهَوَاتِ الجَنَانِ، وَهَفَوَاتِ اللِّسَانِ.﴾

حمد وثناء کثیر اس ذات لم یزل ولایزال کیلئے مختص ہے جس نے ہمیں تخلیق کے ساتھ ہدایت فطری اور عقلی سے نوازا ۔﴿ قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعطَىٰ كُلَّ شَيءٍ خَلقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ ﴾ (طہ ٥٠) ﴿ جَزَاءً مِن رَبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا ﴾ (نباء ٣٦) شکر ہے اس ذات منعم اعلیٰ کیلئے جس نے حد بلوغت تک پہنچتے ہی مجھے جذبہ دین شناسی اور دین داری کے صراط پر گامزن کیا ۔﴿ وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ القَولِ وَهُدُوا إِلَىٰ صِرَاطِ الحَمِيدِ ﴾ (حج ٢٤) ﴿ لَقَد أَنزَلنَا

آیَاتٍ مُبَیِّنَاتٍ وَاللّٰہُ یَھْدِی مَنْ یَشَاءُ إِلَی صِرَاطٍ مُسْتَقِیمٍ ﴾ (نور ۴۶) ﴿ وَمَنْ یَعْتَصِمْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ھُدِیَ إِلَی صِرَاطٍ مُسْتَقِیمٍ ﴾ (آلعمران ۱۰۱) ﴿ وَالَّذِینَ کَذَّبُوا بِآیَاتِنَا صُمٌّ وَبُکْمٌ فِی الظُّلُمَاتِ مَنْ یَشَأِ اللّٰہُ یُضْلِلْہُ وَمَنْ یَشَأْ یَجْعَلْہُ عَلَی صِرَاطٍ مُسْتَقِیمٍ ﴾ (انعام ۳۹) ﴿ وَمَا کَانَ لِنَبِیٍّ أَنْ یَغُلَّ وَمَنْ یَغْلُلْ یَأْتِ بِمَا غَلَّ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ثُمَّ تُوَفَّی کُلُّ نَفْسٍ مَا کَسَبَتْ وَھُمْ لَا یُظْلَمُونَ ﴾ (انعام ۱۶۱) ﴿ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی ھَدَانَا لِھَذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَا أَنْ ھَدَانَا اللّٰہُ ﴾ (اعراف ۴۳) ﴿ رُسُلًا مُبَشِّرِینَ وَمُنْذِرِینَ لِئَلَّا یَکُونَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ﴾ (نساء ۱۶۵) حمدوثناءاس ذات کیلئے مختص ہے جس نے ہمیں ابتداء ہی سے لادینی افکار ونظریات کوصبغہ دینی میں پیش کرنے والوں سے نفرت وانزجار اور دین اللہ سے مطمئن قرار دیا۔ ﴿ الَّذِینَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ أَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴾ (رعد ۲۸) حمدثناءاس ذات کیلئے ہے جس نے مجھے اپنے رب کے نعمتوں آرائشوں اور آسائشوں کے مقابلے میں ناقدری ناشکری نہ کرنے کی طرف متوجہ کیا اور جس کا میں خدمت گزار رہوتا تھا اس نے میرے ساتھ ناشکری ناقدری ناشاسی کا مظاہرہ کیا اور ازخود ہم سے جدائی اختیار کی حمدثناء اس ذات کیلئے مخصوص ہے جس نے مجھے دین کے مقابلے میں عزیزا قارب اور اولاد کی طرف نظر مرکوز کرنے سے روکا اور میری توجہات کو دین کی سرگرمی کی طرف مرکوز کیا۔ حمدوثناءاس ذات کیلئے ہے جس نے پہلے دن سے ہی میرے اندر ہر فرقے کے بارے میں ریب وشک کی گھنٹی بجائی اور اس آیت کریمہ کی طرف دعوت دی۔ ﴿ وَمَنْ یَبْتَغِ غَیْرَ الْإِسْلَامِ دِینًا فَلَنْ یُقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِینَ ﴾ (آلعمران ۸۵) حمدوثناءاس ذات خالق عقل وفکر کیلئے مخصوص ہے جس نے میرے مخالفین کو ہمیشہ احمق دیوانہ پن، زورگوئی اور غیر منطقی روایات پرست قرار دیا۔ حمداس ذات کیلئے ہے جس نے ہمیں پہلے دن ہی آیات نہی ازغلو پر عمل پیرابنایا۔ ﴿ یَا أَھْلَ الْکِتَابِ لَا تَغْلُوا فِی دِینِکُمْ ﴾ (نساء ۱۷۱) حمداس ذات کیلئے ہے جس نے مجھے شجرہ اسلام کی آبیاری نگہداری کرنے والے کی شان میں نا غالی بنایا نہ بغض وعداوت رکھنے والا بنایا۔

حمدستائش اس ذات والا وبالا کیلئے سزاوار اور مخصوص ہے جس نے فرمایا ﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِی أَحْسَنِ تَقْوِیمٍ ﴾ (تین ۴) ہم نے انسان کواحسن تقویم میں خلق کیا تقویم میں جسم جسامت، قدوقامت تقویم میں حواس واحساسات بصریات، سمعیات سمیع لامیسات تقویم باطنیات فطریات عقلیات لبیات سے نوازا دوام بخشا اور ابھی تک ان آیات کے ذیل میں بیان کردہ عواقب سے بچایا پھر فرمایا ہم انسان کواسفل سافلین کی طرف پلٹائیں گے۔ ﴿ وَالْعَصْرِ. إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِی خُسْرٍ ﴾ (عصر ۱-۲) محصور کریں گے گہرائی میں پھینکیں گے۔ ﴿ ثُمَّ رَدَدْنَاہُ أَسْفَلَ سَافِلِینَ ﴾ (ماعون ۵)

مومن کو اسفل سافلین میں گرنے سے بچائیں گے اس ذات سے وعدہ خلافی کی گنجائش نہیں وہ اپنے وعدے کو پورا ہی کرتا ہے۔ جس نے انسان مومن کو وعدہ دیا ہے کہ تمہاری پہلی حالت کی بہ نسبت تمہارا مستقبل بہتر اور اچھا ہوگا سورہ ضحیٰ کی آیت میں فرمایا روزگار تمہیں دبائیں گے، نچوڑیں گے۔ لیکن ﴿ وَلَلْآخِرَةُ خَیْرٌ لَکَ مِنَ الْأُولَی ﴾ (ضحیٰ ۴)

تمہارے حواس کام کرنا چھوڑ دیں گے، تمہیں کچھ دکھائی اور سنائی نہیں دے گا۔ لیکن اس ذات کیلئے حمدستائش ہے کہ ہمیں دبانے گرانے نچوڑنے کا عمل شرکی بجائے خیر، برائی کی بجائے اچھائی کا سبب بنا عدد کی شود سبب خیر، ہمیں اپنے مقاصد و

عزائم کیلئے اُٹھانے والوں نے از خود ہمیں چھوڑا۔ ہمیں خرافات، بے بنیاد، وہمیات، مشکوکات عقائد سے نکل کر یقین کی منزل تک پہنچایا ہمیں دنیا ناشناس سے دنیا شناس بنایا، انسان ناشناس سے انسان شناس بنایا، دین ناشناس سے دین شناس بنایا، غیر اللہ سے وابستگی چھوڑ کر صرف اللہ سے وابستہ کیا۔''

درود وسلام بے نہایت بر ذات پُر از برکت محمود واحمد خاتمِ وخاتم رسالات حضرت محمد مصطفیٰؐ پر جنہوں نے اپنی رسالت کی عمارت قائم کرنے سے پہلے اقامہ دلیل وبرھان کے ذریعے ہر قسم کی لجاجت زور کوئی طاقت قدرت نمائی مجادلاتِ سیئات خرافات کی عمارتوں کو منہدم ومسمار کر کے حکومت دلیل وبرھان قائم کی۔ انسان کو دلیل سنو دلیل دے دو کی سنت کو قائم کیا جیسا کہ ان آیاتِ کریمہ میں ملاحظہ کرسکتے ہیں۔

درود وسلام بے نہایت اس ختمی مرتبت پر جن کی نبوت کے بعد انسان کا اللہ سے رابطہ نزول ملائکہ وحی سماء سے ہمیشہ کیلئے منقطع ہوا جیسا کہ اس آیت میں ہے ﴿لِـئَلاَّ يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ (نساء ۱۶۵) (خطبہ نہج البلاغہ) اللہ کی طرف سے حجت ان کے بعد نہ ان کی آل میں ہے نہ اصحاب میں نہ اولیائے خود ساختہ قدیم وجدید میں امت میں ان سب سے قریب آپ کی رسالت کے دونوں ستون قرآن وسنت کو قائم رکھنے والے ہیں ﴿ومن يعتصم بالله﴾ جبکہ آپ کی ذات سے وابستہ دور حاضر کے وہ لوگ ہیں جو ان دونوں کو گرانے والے ہیں۔

سلام ودرود آپؐ کے ان اہل بیت اطہار پر جنہوں نے تمام نشیب وفراز حالات میں غالیان وملحدان واقتدار طلبان کے گھیراؤ کھنچاؤ سے خود کو محفوظ رکھا اور ان کی آلودگیوں اور کثافتوں سے مس ہونے سے خود کو بچایا۔ سلام ودرود اس امت خیر یہ ﴿كنتم خير امة اخرجت الناس﴾ ﴿وَالَّـذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَنَـصَـرُوا أُوْلَـئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ﴾ (انفال ۷۴) پر اصحاب مخلص وتابع تبع ﴿ وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (توبہ ۱۰۰) وعالم متبع قرآن وسنت والوں پر۔

نفرت وبیزاری ان ملحدین وزندیقین ومشرکین وکافرین وغالین منافقین سے جو آپؐ کے زمانے سے الی یومنا ھذا دین اسلام کو داخل سے منہدم کرنے اور خارج سے ہجوم وتسلط کے عزائم موہوم رکھے ہوئے ہیں۔

نفرت وبیزاری ہر اس فرد وگروہ سے چاہے وہ حاکمیت قرآن کے نام سے انکار سنت کرے اور حاکمیت سنت کا قائل ہو جائے۔ نفرت وبیزاری ہر اُس انسان سے جو قرآن وسیرت محمدؐ کو چھوڑ کر تعلیمات آل محمد کی رٹ لگانے یا اصحاب وتابعین کی اتباع یا خود ساختہ اولیاء صوفیہ وصاحبان مزارات گمنام یا ملحدین ومنکرین الوہیت ورسالت کو اسوہ اور نمونہ گردانتے ہیں انہی کو راہ نجات سمجھتے ہیں یہ سب اس شیطان قدیم وجدید کے کارندے ہیں جس نے اللہ سے مخاطب ہو کر کہا میں تیرے بندوں کو دائیں بائیں آگے پیچھے سے گمراہ کروں گا ﴿ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ﴾ (اعراف ۱۷) یہ سب دائیں بازو بائیں بازو غالی ومقصرین کا گروہ ہے۔ جن کا حشر حاقہ ۲۵ میں آیا ہے۔ ﴿وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَالَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ﴾۔

قارئین کرام ! کیونکہ ہم افق گفتگو کو صاف وشفاف رکھنے کے داعی ہیں لہٰذا اپنے اوپر عائد اعتراضات کی دُھند کو دو زاویوں سے اپنے موقف کا دفاع کرتے ہوئے صاف کریں گے عصر حاضر کے بعض شیعہ علما نے کئی فرقوں کے ختم ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ مجلّہ تخصصی کلام صادر از حوزہ علمیہ قم کے چندین شماروں میں مشہور فرقوں کے ختم ہونے کا اعلان کیا گیا اور بعض کے افسانہ ہونے کے دلائل پیش کئے ہیں۔ حالانکہ محقق علما من جملہ نصیر الدین طوسی نے "**تلخیص محصل**" میں ان کا ذکر کیا ہے۔ حقیقت میں ایسا نہیں بلکہ یہ فرقے بغیر نام یا نام بدل کر اپنے مقاصد پورے کر رہے ہیں تاکہ تمام فرقوں پر قبضہ کر سکیں، اس وقت شیعوں کے عقائد و فروعات اور رسومات انہی فرقوں کے ہاتھوں میں محصور ہیں۔ انہوں نے اپنے قلم، زبان، بیان اور نعروں کے ذریعے دیگر مذاہب وادیان کی خرافات کو چن چن کر مذہب کی ایک کھچڑی بنائی اور بعد ازاں اسے شیعوں کے عقائد کے نام سے متعارف کرایا ہے، یہ گروہ طاقت وقدرت کا حامل ہے اس لئے انہوں نے ان تمام حقائق پر پابندیاں لگائیں جو ان کے خرافات واباطیل سے کشف نقاب کرتے تھے۔ جس کسی نے بھی اس خودساختہ چہرے سے نقاب ہٹانا چاہا اسے "وہابی" یا استعمار کا ایجنٹ کہہ کر کنارے پر لگا دیا، اسی طرح اس گروہ نے اپنے خودساختہ عقائد ورسومات کو فروغ دینے والوں کیلئے جگہ بنائی اور دوسروں سے اظہار خیال کی آزادی کا حق بھی چھین لیا ہے۔ تاہم اس سلسلے میں ہم نے ہر قسم کی تہمت وافتراء، ذلت وخواری، گوشہ نشینی، دوست واحباب سے دوری اور ہجرت کی زندگی کو قبول کرتے ہوئے دین اسلام کے اصل چہرے کو چند صفحات پر لانے کی غیر متردد ہمت کی ہے۔ ہم نے اسلام، قرآن وسنت کے عقائد ونظریات سے متصادم افکار ونظریات کے حامل فرقوں کی پہچان کرائی ہے جس کی تفصیل ہماری کتاب "عقائد ورسومات شیعہ" میں موجود ہے۔

کہتے ہیں ہمارا بارہ ائمہ پر اعتقاد ہے لیکن تمام آئمہؑ کی محافل ومجالس میں ان کے فضائل ومناقب اور ان کی تاریخ بیان نہیں کی جاتی۔ حضرت علیؑ کے فضائلؑ کے نام سے گڑھے ہوئے فضائل بار بار کیوں دوہرائے جاتے ہیں۔ حتی رسول اللہؐ کے فضائل ومناقب اور حیات وسیرت کا کوئی ذکر نہیں کرتا بلکہ رسول اللہ کا ذکر کرنے کی بجائے "یہ ایک ہی نور سے ہیں" یا "سب محمدؐ ہیں" کہہ کر گزر جاتے ہیں یہاں تک کہ بڑے سے بڑے عالم کا ذہن بھی نبی کریمؐ اور دیگر آئمہؑ کی سیرت سے خالی ہے۔

ہمارا سوال ہے جب اس مذہب کے ماننے والے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم سرچشمہ علوم سے وابستہ ہیں تو یہ گمنام کتابوں او مخصوص ترجموں کے علاوہ دیگر تراجم قرآن اور کتابوں سے دور رہنے اور ان کے مطالعہ نہ کرنے کی ہدایت کیوں کرتے ہیں؟ حالانکہ اہل علم جہلا سے نہیں ڈرتے تاہم جاہل عالم سے ضرور ڈرتا ہے۔ تاریخ میں کوئی عالم اپنے علم کے بارے میں کسی جاہل سے ڈرا ہو اس کی مثال نہیں ملتی۔ مشرکین پیغمبرؐ سے ملنے سے ڈرتے تھے کیونکہ انھیں یہ خدشہ لگا رہتا تھا کہ کہیں حقائق منکشف نہ ہو جائیں اور لوگ ان کے دین سے آگاہ ہو جائیں۔ پیغمبرؐ، امام علیؑ، امام جعفر صادقؑ اور دیگر آئمہؑ جاہلوں سے ملنے سے خوشی محسوس کرتے، بلکہ ان کا استقبال بھی کرتے تھے۔ ان کے سوالات غور سے سنتے اور انھیں اپنے سوالات مکمل کرنے کا موقع بھی دیتے تھے لیکن اس وقت ان کے ماننے والے اپنے مدرسے کے طلباء اور اپنے معتقدین سے کہتے ہیں فلاں فلاں کی کتابوں کا مطالعہ اور فلاں کی تقریریں نہ سنیں اس طرح ان سے دور رہنے کی ہدایات اور تلقین کی جاتی ہے۔ مجتہدین بھی اپنے مقلدین کو ایسی کتابوں سے ہوشیار رہنے کا حکم دیتے ہیں۔ اگر یہ مذہب

اہل علم کا ہے تو ایسی ہدایات کیوں کی جاتی ہیں؟

یہاں میں اس بات پر بھی روشنی ڈالنا چاہوں گا کہ جہاں ہماری کتابوں پر بعض قارئین کو یہ اعتراض ہے کہ اب تو فلاں نے اپنی کتابوں میں علماء کو بھی نشان تنقید بنانا شروع کیا ہے جو مناسب نہیں ہے۔ ہمارے قارئین کرام ہمیں اس قسم کی تنقید سے نوازتے ہیں لیکن یہی تنقیدات ہمیں قارئین کرام کو نئے معارف کا تحفہ پیش کرنے کا سبب بنتی ہیں۔ ہمارے علوم اسلامی میں ایک علم رجال ہے جس میں دیکھا جاتا ہے ہمیں دین وشریعت نقل کرنے والے علماء قرآن وسنت سے بے بہرہ یا علم تقویٰ حفظ روایت وعدول وثقات سے نقل کرتے ہیں یہ رجال کس قسم کے رجال ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی دینی خدمات ان کے افکار ونظریات پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ ہر دور میں علماء نے اس موضوع پر قلم اٹھایا جیسے حسین غضائری نجاشی برقی طوسی علی افندی خونساری ممقانی بحرالعلوم آیت اللہ خوئی جزائری ان علماء نے اپنے دور کے علماء کے منفی اور مثبت پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ انہیں جرح وتعدیل کی کسوٹیوں سے گزارا ہے ہمارے مخالف علماء ہمیں جن القاب سے پکاریں چاہے یہ حضرات کتنی بلند قد وقامت کے مالک ہی کیوں نہ ہوں صاحب عزت ومقام کے حامل کیوں نہ ہوں ہم اور یہ حضرات تاریخ کے اس مقطع کا حصہ ضرور ہیں۔ ہماری کتابوں کے مندرجات کے بارے میں ایک عرصے سے مشافہتاً مکاتبتاً مکالمتاً سوال کرتے ہیں یہ جوبات آپ نے کہی ہے آپ سے پہلے کس کس نے ایسا کہا ہے۔ ہم آئندہ آنے والے زمانے کیلئے ایک تاریخ ثبت کرنا چاہتے ہیں کہ اس قسم کی آواز اٹھانے والوں کے ساتھ آپ کیا سلوک کرتے ہیں اس حقیر سے کیا سلوک دوربین ودوراندیش ذوات نے ہمارے بارے میں دس سال پہلے کہا تھا کہ آپ کا بہت برا حشر ہوگا۔ ان میں سے ہمارے ایک مہربان دوست جناب حاجی محمد علی سکردو صاحب اور ایک اور بزرگ قبلہ آقائے محسن نجفی صاحب ہیں آپ نے فرمایا تھا جب آپ کے ساتھ ایسا ہوگا تو آپ کو پتہ چلے گا ان کی پیش گوئیوں کے مطابق ہمارے ساتھ برا حشر ہوگیا لیکن وہ انسان جو ایسی آواز اٹھاتا ہے اسے گھر کے اندر محصور ہونا پڑتا ہے ہر قسم کی پابندیوں سے گزرنا پڑتا ہے، پریشانیاں برداشت کرنا پڑتی ہیں ان کی آواز کو ہر طرف ہر عزیز واقارب دوست احباب بمعہ جملہ احزاب روکنے پر اصرار کرتے ہیں تو اُنکی صدائیں کیسے آپ تک پہنچیں گی کہ ان کے ساتھ کیا کیا گزری ہے۔

ہم بھی اسی طرح اپنے دور سے گزر رہے ہیں اس وقت دین اسلام کے عقائد وفروع تاریخ دشمنان اسلام کی طرف سے رواج دینے والی بدعات خرافات رسومات کی زد میں ہیں۔ ان اباطیل کی پاسداری علاقے کے ممتاز جید علماء قائدین کی پشت پناہی سے جاری ہے۔ این۔ جی اوز کی سرپرستی کرنے والے ہمیں اس لئے تنقید کا نشانہ بنا رہے ہیں کہ ہم کیوں ان اباطیل وبدعات کو اٹھا رہے ہیں جسے انہوں نے چھپا کر رکھا ہے۔ ہم اس اختلاف کو صفحۂ قرطاس پر لا رہے ہیں تاکہ تاریخ کے اس مقطع میں ثبت ہو کہ یہ حضرات اس کے حق میں تھے اور ہم ان کے خلاف تھے۔ جن لوگوں نے ہمیں دشمن اہل بیت کا لقب دیا ہے ہم ان پر ان چند صفحات کے ذریعے واضح کریں گے کہ دشمن اہل بیت کون ہے اور دوستدار اہل بیت کون ہے؟۔ قرآن وسنت میں دشمن اہل بیت اور دوست اہل بیت جانچنے تمیز کرنے کی کیا کسوٹی اور معیار ہے؟ کس فکر وعمل سے پتہ چلے گا کہ یہ دشمن اہل بیت ہے اور یہ دوست دار اہل بیت ہے؟ اسی طرح دشمنان اہل بیت نے اہل بیت کے نام سے اسلام دشمنی پھیلانے کیلئے کیا طور وطریقے استعمال کئے ہیں؟ جن اہل بیت کے وہ دوستدار ہیں وہ کون ہیں اور جس اہل بیت کے ہم دوستدار ہیں وہ اہل بیت کون ہیں؟ جب کلمہ اہل بیت مسلمان معاشرے میں اپنایا جاتا ہے تو مسلمان اس

سے مراد حضرت علیؓ، فاطمہ زہراؑ اور حسنینؑ کو سمجھتے ہیں جبکہ انکا ان سے دور کا بھی رشتہ نظر نہیں آتا لہٰذا محسوس ہوتا ہے کوئی اور اہل بیت مراد ہیں۔اس حقیقت تک پہنچے کیلئے میں نے لغت کتب، عقائد و تاریخ مذہب شیعہ اور فرق و مذاہب پر لکھی گئی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے زیر نظر کتاب ان مطالعات کا ماحصل ہے۔

نام نہاد شیعہ اہل بیت اور ان کے برے منویات:

دنیا میں مطلوب ومقصود سے دور رکھنے اور لوگوں کو سلانے اور خواب غفلت میں رکھنے کیلئے متعدد طور وطریقے اپنائے جاتے ہیں جیسے چرس افیون محافل رقص نیلام گھر وغیرہ۔اسی طرح نام نہاد قرآن وسنت سے خالی حوزات ومدارس میں اپنے مخالف کو آج کل کی اصطلاح کے تحت لفاظی جنگ میں گھسیٹنا اور مصروف رکھنا بھی شامل ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ الفاظ وکلمات کا ایک موضوع ہوتا ہے جسے معنی حقیقی کہتے ہیں جبکہ دوسرا معنی بالمناسب ہوتا ہے یعنی اسے مناسبت سے استعمال کرتے ہیں جسے معنی مجازی کہتے ہیں معانی چاہے مجازی ہو یا حقیقی مقصد مطلب تک رسائی ہوتا ہے۔گرچہ اہداف ومقاصد کی ترجمانی کیلئے الفاظ کلمات مصطلحات ناگزیر ہیں لیکن ایک ہی کلمہ کے حروف وحرکات کو بحثوں الجھنوں میں مبتلا رکھنے کو دھوکا فریب دہی کہہ سکتے ہیں اسے کسی بھی حوالے سے تحقیق کا نام نہیں دیا جاسکتا۔

بعض فرقہ ضالہ منحرفہ وملحدہ نے عوام کو گمراہ اور غفلت میں رکھنے کیلئے قرآن وسنت سے ماخوذ مصطلحات کو اپنے برے منویات اور برے ضمائر کیلئے استعمال کیا تاکہ اس سے یہ لوگ اپنے مراد معانی اخذ کریں اور عام مسلمانوں کو یہ تاثر دیں کہ یہ انہیں کے پسندیدہ مصادیق میں سے ہیں۔جیسے کلمہ ام الکتاب' اولی الامر' اہل حق' امام حاضر' امام غائب انہی میں سے ایک کلمہ شیعہ اہل بیت ہے۔اس سے ان کی مراد قرآنی اور اسلامی اصطلاحات میں نبی کریم کے قریب ترین ذوات مراد نہیں جن کی تعظیم وتقدیس امت مسلمہ میں متفق علیہ ہے بلکہ ان کے عزائم کے تحت ان کے جعلی خود ساختہ فرقے کے بانیان مراد ہیں اور یہ لوگ ان کے اہل بیت ہیں۔ہم اس کلمہ کی وضاحت کریں گے تاکہ غفلت زدہ اور بیچارے عام مسلمانوں کی آنکھوں سے پردے ہٹ جائیں اور وہ دین کے نام سے کفر وشرک کیلئے قربانی کے بکرے نہ بنیں۔

آخر میں ہم اس حقیقت سے بھی اپنے ناقدین کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ جو احباب واعزاء ہماری معاونت کر رہے تھے انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا ہے ساتھ ہی اپنی اولادوں، دامادوں سے ہم نے برات اور عدم تعاون لاتعلقی کا اعلان کروانا ہے۔اب ہم ان ایام محاصرہ کربلائے ناظم آباد میں تن وتنہا رہ گئے ہیں سوائے بعض قلیل اعزاء واحباب کے سب ہمیں چھوڑ چکے ہیں۔جن محدود افراد نے ہمارا ساتھ دیا ہے ان برادران میں جناب خادم حسین، جناب ارشد عباس شیرازی، جناب ملک اظہر صاحب، جناب مبشر حسین، جناب محمد علی نقوی، جناب تاثیر شاہ، جناب ناصر شاہ اور جناب ابرار حسین شامل ہیں۔ہم اللہ رب العزت سے خاضعانہ التماس کرتے ہیں وہ خود انہیں اپنی پناہ میں رکھے **الحمد الله علی کل حال ومآل نستعینه ونستنصره۔**

آخر میں اپنے قارئین کرام سے معذرت خواہ ہوں جو میری کتابوں کے مہنگا ہونے کے شاکی ہیں ہم نہ دینی کتابوں کو ردی میں تول کر دینے کے حق میں ہیں اور نہ ہی صفحات گن کر دیتے ہیں۔ان کے نزدیک دین سے مربوط کتب کو کم سے کم میں فروخت ہونا چاہیے۔ہم اپنے ناگفتہ بہ حالات وشرائط کے پیش نظر بعض کتابوں کو معمول سے کہیں زیادہ قیمت رکھنے پر مجبور ہیں لیکن بعض افراد انتہائی فراخ دلی، وسعت صدری اور کشادہ چہرے سے بلا چوں چراں بغیر کسی اگر مگر کے

استقبال فرماتے ہیں ان کے ہم انتہائی مشکور ہیں جزاھم اللہ خیرالجزاء۔

آپ کی نیک تمناؤں کے داعی۔
محصور شعب ناظم آباد
علی شرف الدین
یکم محرم الحرام ۱۴۳۲
علی محاصرھا الاسلام۔

تعارف شیعہ اہل بیت

" ثُمَّ لَنَنزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَانِ عِتِيًّا"

(پھر ہر گروہ سے ایسے افراد کو الگ کرلیں گے جو رحمان کے حق میں زیادہ نافرمان تھے)

(مریم۶۹)

تعارف شیعہ اہل بیت:

شیعہ لغت میں اتباع پیروی کو کہا گیا ہے اگر نیک صالح انسان کی پیروی ہے تو وہ ممدوح شیعہ ہے اور اگر برے انسان کی پیروی ہے غلط اہداف کی خاطر پیروی کی گئی تو یہ مذموم شیعہ ہے۔سورہ صافات میں ابراہیم خلیل اللہ جیسی شخصیت کو شیعہ نوح کہا گیا ہے۔﴿وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَى حِينِ غَفْلَةٍ مِنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَذَا مِنْ شِيعَتِهِ وَهَذَا مِنْ عَدُوِّهِ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ فَوَكَزَهُ مُوسَى فَقَضَى عَلَيْهِ قَالَ هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُضِلٌّ مُبِينٌ﴾ (قصص ۱۵)﴿إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾ (صافات ۸۴) میں اس اسرائیلی جوان کو شیعہ موسیٰ کہا گیا جیسے قبطی شیعہ فرعون ہیں اسی طرح شیعہ علی اور شیعہ معاویہ بھی ہیں کہنے کا مقصد ہے کہ تنہا لفظ شیعہ میں کوئی ایسا راز و رمز فلسفہ نہیں کہ بذات خود اس میں کوئی بدی ہو یا یہ بذات خود مستحسن ہو بلکہ شیعہ اتباع پیروی کیلئے استعمال ہوتا ہے۔کلمہ شیعہ نہ اعتقاد کا ترجمان ہے نہ اس کے اندر سے اخلاق کی خوشبو آتی ہے اور نہ برے کردار کی اس لئے ہم یہاں دیکھیں گے کہ شیعہ اپنے مراحل تاریخی میں کس کس کے پیچھے اور کس کس کے تابع رہے ہیں؟ انہوں نے کن کن کو اپنا متبوع بنایا اور اس وقت کس کے تابع اور کون ان کا متبوع ہے؟

جہاں کہتے ہیں شیعہ اہل بیت تو دیکھنا ہو گا یہ اہل بیت کون ہیں؟ جن کی یہ پیروی کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ہم یہاں پر پیروکاروں سے اہل بیت کی اور اہل بیت سے پیروکاروں کی شناخت کریں گے۔وفات امام زین العابدینؑ تک کلمہ شیعہ اقتدار اور حاکمیت اہل بیت میں استعمال ہوتا آیا ہے۔اہل بیت سے مراد حضرت امیر المومنینؑ اور حضرات حسنینؑ تھے ان کے حامیوں اور ان سے دوستی کے معنی مفہوم میں استعمال ہوتا تھا لیکن جب سے ہزیمت خوردہ مشرکین یہود و نصاریٰ مجوس نے بنام موالی سرزمین عراق میں سکونت اختیار کی تو انہوں نے شیعہ اہل بیت کو دین اسلام کے مقابلہ اور موازنہ میں استعمال کر کے اس کو اسلام کے متوازن مذہب قرار دینا شروع کیا۔ہم یہاں کلمہ شیعہ کے استعمال کے مراحل کو پیش کریں گے۔

شیعہ مضاف ہے اور اہل بیت مضاف الیہ ہیں علوم عربیہ کے ماہرین کے نزدیک تعریف کی ایک قسم اضافہ ہے جہاں مضاف اپنے مضاف الیہ سے کسب تعریف کرتا ہے لہٰذا مضاف کی شناخت مضاف الیہ سے ہی ہوتی ہے۔

علامہ محسن امین نے اپنی ضخیم کثیر جلدوں پر مشتمل کتاب اعیان شیعہ کے دوسرے مقدمہ ص ۱۸ پر **"فی معنی لفظ الشیعة ومشتقاته و متفرعاته"** کے عنوان پر ایک بحث کی ہے۔لکھتے ہیں: کتاب قاموس میں کہا ہے شیعہ رجل کسرہ کے ساتھ کسی کی اتباع انصار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے مفرد ہو یا جمع ہو مذکر ہو مونث ہو یہ لفظ زمان گذشتہ میں ہر اس شخص کیلئے استعمال ہوا جو علی اور اہل بیت علی کی طرف گرائش جھکاؤ رکھتا ہے۔اس کی جمع اشیاع و شیع آتی ہے۔کتاب تاج العروس میں آیا ہے: **"کل قوم اجتمعوا علی امر فهم شیعته و کل من عاون انسا نأ وتحزب له فهو شیعة له"** یہ مشایعہ سے لیا ہے جس کے معانی متابعۃ اور مطاوعہ یہ "ش" - "و" - "ع" سے بنا ہے۔

لسان العرب میں لکھا ہے **"الشیعة القوم الذین یجتمعون علی الامر و کل قوم اجتمعوا علی امر فهم شیعتهم"** یہاں سے پتہ چلتا ہے اس لفظ میں اس کلمے میں نہ حسن ہے نہ قبیح ہے۔جنگ صفین میں وہ افراد جو لشکر علی کے ساتھ تھے انہیں شیعہ علی کہتے تھے اور جو لشکر معاویہ کے ساتھ تھے انہیں شیعہ معاویہ کہتے تھے۔لیکن امام حسن اور معاویہ کے

درمیان صلح ہونے کے بعد وہ افراد جو جنگ صفین میں حضرت علیؑ کے لشکر میں تھے اکثر و بیشتر معاویہ سے جا ملے۔ چنانچہ امام حسینؑ نے بھی کربلا میں لشکر عمر سعد سے خطاب میں فرمایا **"یاشیعت آل ابی سفیان"** یہ لوگ وہی لوگ تھے جو ایک عرصہ علی کے شیعہ تھے قرآن کریم اور خطاب امیر المومنین، امام حسنؑ، امام حسینؑ کے دور تک یہ لفظ اپنی لغوی اور اصطلاحی معنوں میں استعمال ہوتا تھا یعنی تنہا متابعت اور مطاوعت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس کلمہ میں تابع اور متبوع کے درمیان اعتقاد عمل میں ہم آہنگی کا کوئی تصور نہ دلالت مطابقت شیعہ کے تحت اور نہ تضمنی والتزام کے تحت نہیں بنتا۔ اس طرح کلمہ شیعہ کے خاص عقائد احکام اور مصادر شریعت کے حامل ہونے کا ہمیں کوئی ذکر نہیں ملتا۔

اسماء القاب عرف عام میں:

کسی شخص قوم کیلئے اسماء القاب کا انتخاب انتساب تین اطراف میں سے ایک سے ہوتا ہے:

۱۔ خود اپنی طرف سے یا ان کے سرپرست ولی کی طرف سے منتخب ہوتے ہیں اکثر اعلام القاب اسی قسم میں آتے ہیں۔

۲۔ اپنے دوست احباب چاہنے والے یا اعلیٰ پائے کی شخصیات یا ادارے کی طرف سے دیئے جاتے ہیں۔

۳۔ دشمن مخالف گروہ کی طرف سے دیا جاتا ہے اس کے بغیر ان کا تعارف ممکن نہیں ہوتا ہے جیسے:

۱۔ خوارج نے اپنے لئے محکمہ شرات موسوم کیا تھا لیکن یہ نام ان کیلئے مستعمل نہیں ہوا اور وہ خوارج کے نام سے معروف ہوئے لوگوں نے انھیں خلیفہ وقت کے خلاف خروج کرنے والا گروہ قرار دے کر اس کلمے سے پکارا تھا۔ لیکن بعد میں وہ اسی نام سے مشہور ہوئے اور با دل نخواستہ آخر میں مجبور ہوئے کہ وہ اس کلمہ کیلئے اپنے لئے جواز سند تلاش کریں کہ یہ نام ہمارے لئے اچھا ہے ہمیں اس لئے خوارج کہتے ہیں۔

۲۔ معتزلہ نے اپنے لئے اہل عدل و توحید استعمال کیا جبکہ ان کے مخالفین نے ان کا نام معتزلہ رکھا یعنی حق چھوڑ کر بیٹھنے والے۔ اپنے استاد سے روگردانی کرنے والے لیکن بعد میں یہی نام ان کیلئے مشہور رہا۔

۳۔ کلمہ ''رافضیہ'' حضرت زید بن علی کی بیعت کرنے کے بعد انہیں چھوڑنے والوں کی نشانی بنا لیکن بعد میں یہ نام شیعوں کیلئے مشہور رہا اور انہیں اس برے نام کو اپنے لئے صحیح قرار دینے کیلئے روایات جعل کرنا پڑیں اور اسے متتدد مستحسن گردانا پڑا۔

۴۔ کلمہ وہابی محمد بن عبد الوہاب نے اپنے لئے محمدی اہل توحید موحدین کا نام انتخاب کیا تھا لیکن یہ مشہور نہ ہوسکا بلکہ ان کیلئے لفظ وہابی استعمال ہونے لگا۔

۵۔ ہمارے علاقہ بلتستان میں حوزہ نجف کے سند یافتہ صاحب قد و قامت، شکل وصورت آغا سید محمد علی شاہ جب قرآن وسنت اور آئمہ طاہرین کے راستے کو چھوڑ کر لباس روحانیت میں باطل طاقتوں اور الحاد گراؤں لوٹا بازوں کی صفوں میں شامل ہوئے تو ان کے مخالفین نے انہیں فوکر کے نام سے پکارا لیکن اب ان کے عزیز و اقارب کو بھی اسی نام سے تعارف کرانا پڑتا ہے۔

آیا ''شیعہ'' اس گروہ کیلئے مستحسن القاب میں سے ہے یا ان کے دشمنان نے ان کیلئے اسم گذاری کی ہے یا خود آئمہ نے اپنے تابعین کیلئے یہ نام انتخاب کیا ہے یا عرف عام میں خود عرف نے قطع نظر از محبت' دشمنی خالص تمیز و شناخت کیلئے یہ لفظ اس گروہ کیلئے استعمال کیا اور ان کے استعمال کی بنیاد پر اس نے رواج پایا۔ اس نام کے مادہ میں ش ی ع یا صیغہ شیعہ میں

کوئی حسن خوبی نہیں تھی ۔ یہ اپنے ابتدائی مراحل میں حسن وقبیح سے قطع نظر صرف شناخت کیلئے استعمال کیا گیا تھا لیکن گزشت زمان کے بعد فرقہ عبداللہ بن سباء، فرقہ کسانیہ، خشبیہ، رافضیہ، اسمعیلیہ، باطنیہ کے اس نام کو استعمال کرنے سے یہ نام قبیح مذموم باطل فرقوں کیلئے استعمال ہونے سے ناپسندیدہ قرار پایا لیکن دشمنوں کی طرف سے مذموم قرار پانے کے بعد بھی انہوں نے اس کے حسن اور خوبی کیلئے اسناد تلاش کرنی شروع کیں ۔انہوں نے اس کی سند کیلئے رسول اللہ سے احادیث بنائیں کہ نبی کریم نے فرمایا اے علیؑ! آپ اور آپ کے شیعہ ہی نجات پانے والے ہیں جس طرح ایک گروہ نے قرآن کو کنارے پر لگانے کیلئے اپنے لیے اہل سنت کا لقب انتخاب کیا اس سے اپنی شناخت کروائی پھر اس کی سند کیلئے نبی کریم سے حدیث گھڑی کہ آپ نے فرمایا میری امت کے ۷۳ فرقے ہوں گے جس میں سے ایک ناجی ہوگا اور اس ناجی کے بارے میں آپ نے فرمایا وہ فرقہ نجات پانے والا ہوگا جو میری اور میرے اصحاب کی سنت پر قائم ہوں گے۔'' محققین علم حدیث نے حدیث صحیح اور غلط حدیث جانچنے کیلئے دو طریقے وضع کئے ہیں ۔ان میں سے ایک جس میں حدیث کی سند اور دوسرا اس کا متن قرار دیا ہے اس پر بحث ہوتی ہے ۔اس روایت کی سند کے بارے میں ہم کسی اور جگہ بحث کریں گے لیکن متن کے حوالے سے ایک جملہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ حدیث کہ میری امت کے ۷۳ فرقے ہوں گے اور اس میں سے صرف آپ اور آپ کے اصحاب کی سنت پر چلنے والے ناجی ہوں گے اس کا معنی یہ ہوا کہ قرآن نجات کیلئے کوئی کردار نہیں رکھتا ۔اسی طرح اے علی آپ اور آپ کے شیعہ ہی نجات پانے والے ہیں تو یہاں قرآن اور نبی کی اتباع کرنے والوں کی کوئی حیثیت نہیں لہٰذا ان دونوں احادیث کے متن نص قرآن اور سنت قطعیہ رسول اللہ کے خلاف ہیں اس کے علاوہ پیغمبر کا یہ فرمان کہ میری امت کے ۷۳ فرقے ہوں گے یہ نبی کریم کی طرف سے امت کے بارے میں بدشگونی اور رفال بد ہے جس سے دشمن کے حوصلے بلند ہوئے اور انہیں اس مذہب کو بگاڑنے کا وسیلہ میسر ہوا گویا بذات خود رسول اللہ نے (نعوذ باللہ) اس کی طرف متوجہ کیا اس کی مثال ایسی ہے ۔جس طرح حضرت یعقوب نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا ﴿ قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَنْ تَذْهَبُوا بِهِ وَأَخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ وَأَنْتُمْ عَنْهُ غَافِلُونَ ﴾ (یوسف ۱۳) کہ مجھے ڈر ہے کہ آپ کھیل میں مصروف ہوں گے اور یوسف کو بھیڑیا کھا جائے چنانچہ یہی جملہ انہوں نے یعقوب کیلئے بنا کر پیش کیا ۔﴿ وَجَاءُوا أَبَاهُمْ عِشَاءً يَبْكُونَ ﴾ (یوسف ۱۶) ﴿ قَالُوا يَا أَبَانَا إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ ﴾ (یوسف ۱۷) انہوں نے پہلے اس حدیث کو گھڑا پھر رسول کی اس پیشن گوئی کے تحت یہ فرقے وجود میں لائے یہاں بات تین صورت حال سے خالی نہیں ہے:

۱۔تمام فرقے جہنمی ہیں۔

۲۔اہل سنت والجماعت باطل پر ہیں اور جہنمی ہیں جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں۔

۳۔شیعہ باطل پر ہیں جہنمی ہیں جیسا کہ اہل سنت کہتے ہیں دونوں کا یہ دعویٰ یہود ونصاریٰ سے مماثلت رکھتا ہے۔

﴿ وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَى عَلَى شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصَارَى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَى شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ كَذَلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ اور یہودی کہتے ہیں کہ نصاریٰ کا مذہب کچھ نہیں ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودیوں کی کوئی بنیاد نہیں ہے

حالانکہ دونوں ہی کتاب الٰہی کی تلاوت کرتے ہیں اور اس کے پہلے جاہل مشرکین عرب بھی یہی کہا کرتے تھے ۔ خدا ان سب کے درمیان روز قیامت فیصلہ کرنے والا ہے ﴾ (بقرہ ۱۱۳) جب دونوں باطل ہو جاتے ہیں ﴿ وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ اور جو اسلام کے علاوہ کوئی بھی دین تلاش کرے گا تو وہ دین اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ قیامت کے دن خسارہ والوں میں ہوگا ﴾ (آل عمران ۸۵) اس کے تحت صرف اسلام ہی باقی رہ جاتا ہے۔

اس کے علاوہ وہ بہت سے فرقہ باطلہ زیدیہ جارودیہ اسماعیلیہ الحادیہ نصیریہ بھی اپنے آپ کو شیعہ کہتے ہیں انہیں بھی علمائے اعلام نے اپنی عباء کے اندر جگہ دی ہے۔ یہ سب نظریہ حلول و اتحاد و تناسخ کے تحت ربوبیت وحدانیت یا منکر رسالت محمدؐ ہیں۔ ان کی نظر میں شیعہ اسماعیلی موسیٰ ابن جعفر کے انکار کے باوجود اور واقفیہ نصیری ملحد ان کی نظر میں شیعہ اور اہل بیت کے دوستدار ہیں۔ لیکن فقیہ سرگودھا و اسلام آباد اور مدرسہ معصومین کے بانی کے نزدیک ''شرف الدین'' شیعہ سے خارج ہے اسے شیعہ کہنے کیلئے یہ راضی نہیں۔ اب ہم کلمہ شیعہ کو ادوار تاریخی میں دیکھیں گے کہ یہ کلمہ کتنے مراحل، مراتب سے گزرا ہے اور جدال و نزاع میں وقت تلف کرنے کی بجائے معانی اور حقائق کے ابواب میں بحث کریں گے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے اس حقیقت کی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ آپ کس فرقہ شیعہ سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ شیعہ حسب تحقیق محققین فرق شناس من جملہ علامہ نصیر الدین طوسی اسماعیلی ۳۵ فرقوں میں تھے ان کے بعد آنے والے محققین نے ان سے زیادہ تعداد نقل کی ہے۔ معلوم نہیں کہ اب اور کتنے اضافہ ہوئے ہوں گے۔ ہم یہاں پر علامہ محسن امین علامہ مغنیہ سے شکایت اور گلہ رکھتے ہیں کہ آپ نے جانتے ہوئے ان سے انکار کیا اور بیان کیا کہ وہ سب ختم ہو چکے ہیں اور صفحہ روزگار سے مٹ چکے ہیں اسی طرح علامہ عسکری اور ہمارے بعض علاقہ مندان کا بھی اصرار ہے۔ ایسی باتیں ہمارے ہاں پہلے فقیہ **دار الثقافه اسلامیه** سیاہ و سفید کے مالک جناب سعید زیدی کیا کرتے تھے کہ شیعوں کا ایک فرقہ ہے چنانچہ ان کی تقلید کورانہ میں ہمارے معالج مشفق کنانی بھی کہتے تھے آپ نے دو فرقے کے کتبے اور بینر کہاں دیکھے ہیں یہ بات انہوں نے ہماری کتاب عقائد و رسومات شیعہ کی ابحاث پر تنقید کرتے ہوئے کہی تھی۔

تعریف لغوی و اصطلاحی شیعہ بیان کرنے کے بعد اگلے مرحلے میں بقول علمائے مناطق اس تعریف کو جامع افراد مانع اغیار کرکے پیش کرنے کی ضرورت ہے یعنی جن اہل بیت کا شیعہ ہونے کا دعویٰ آپ کرتے ہیں اس کے تمام افراد اس تعریف میں شامل ہوں اور جن شیعوں سے آپ خارج ہوں۔ واضح کریں کہ ہم ان شیعوں میں سے نہیں ہیں بیان کریں تاکہ آپ دیگر گروہ فرق شیعہ سے کس قسم کا رشتہ رکھتے ہیں اور آخر میں آپ ان کا اور عام مسلمانوں سے کس قسم کا رشتہ ہے ان دو بیانات کی وضاحت کئے بغیر یہ تعریف اپنی جگہ ادھوری رہے گی۔

بہر حال ہر عام و خاص شیعہ کیلئے خود کو دیگر فرق شیعہ سے ممتاز کرنا ضروری ہے۔ ہمیں ان فرقوں کے کتبے بینر نظر نہ آنے پر یہ حکم نہیں دینا چاہیے کہ وہ لوگ صفحہ ہستی سے مٹ چکے ہیں ختم ہوئے ہیں کیونکہ ایسے گروہ اگر ایک علاقے میں ختم ہو جائیں تو دوسرے علاقے میں منتقل ہوتے ہیں یا وہ اس علاقے میں سیرت شیطان پر چلتے ہوئے وقت اور حالات کے تحت ایسی شکل لباس لہجہ نام بدل کر نمودار ہوتے ہیں۔ چنانچہ غالیوں کی تاریخ میں آیا ہے یہ لوگ اپنی بدلتی ہوئی شکل و صورت کو تقیہ کا نام دیتے اور اپنی بدلی ہوئی صورت کو چھپانے کا کہتے ہیں۔ ہمیں دیکھنا ہوگا کہ ان کے افکار عقائد اس

وقت کے شیعوں کے اندر موجود ہیں یا نہیں۔ ہمیں ایام عزاداری امام حسینؑ پر منابر پر چیخنے اداکاری کرنے والے خطباء کو دیکھنا چاہیے ہمیں عمامہ عباء میں ملبوس نظریہ حلول تناسخ کو فضائل اہل بیت کے نام سے بیان کرنے والے علماء کو سننا چاہیے اور مدارس دینی میں منصوب بلند قامت والے جھنڈے کے نیچے صندوق اور موم بتی رکھنے والے طلباء کو دیکھنا چاہیے کہ وہ بھی ان عقائد کے معتقد ہیں یا نہیں؟ کیا وہ ذوالجناح اور جھنڈے کا احترام کرتے ہیں یا نہیں وہ عبا قباء میں ذوالجناح کی لجام کو پکڑتے ہیں یا نہیں؟

شیعہ اہل بیت کی اقسام وانواع:

تشیع اپنے مفہوم اصلی اور حقیقی کے مطابق مطاوعہ ومتابعہ کے معنی میں آیا ہے۔ کلمہ تشیع میں عام مسلمانوں سے اختلاف عداوت نفرت بغض وعناد رکھنے کا تصور نہیں پایا جاتا۔ کسی شخص سے اتباع واطاعت کا معنی یہ نہیں کہ وہ اس فکر کے مخالف افراد سے عداوت اور دشمنی برتتے ہیں۔ لیکن جب سے تشیع نے اپنے خط یا دائرے سے تجاوز کر کے ایک فرقہ کی شکل اختیار کی یہاں تک کہ اس نے اپنے علاوہ دوسروں سے عداوت دشمنی، نفرت کا رویہ اپنایا، وہاں سے تشیع ایک چھت بنی جہاں ہر وہ شخص جو اسلام کو ختم کرنا چاہتا ہے یا اسلام سے عداوت و دشمنی رکھتا ہے یا وہ شخص جو افکار یہودی، نصرانی، زردشتی مارکس اور لینن کے آئین کی بالادستی چاہتا ہے یا صوفی ازم کے مست قلندر رکھنے والے سب یہاں روپوش ہو گئے۔ جو اپنے گمراہ فرقے کو اسلام میں شامل کرنا چاہتا ہے تو اس نے اپنا شیعہ کے نام سے تعارف کروانا شروع کیا۔ ہر وہ شخص جو حکومت وقت سے نبرد آزما اور بغاوت یا الگ حکومت قائم کرنا چاہتا ہے اس نے خود کو تشیع اور محبت اہل بیتؑ کو اپنے لئے چھت کے طور پر استعمال کیا ہے۔

۱۔ اتباع وپیروی: پیغمبرؐ کی وفات کے بعد ایک گروہ نے خود کو شیعہ اہل بیتؑ کے طور پر پیش کیا جس میں سلمان فارسی، عمار، ابوذر، مقداد، عباس، ابن عباس اور زبیر بن عوام اصحاب پیغمبرؐ شامل ہیں یہ لوگ سقیفہ کے اجتماع کے خلاف علیؑ کے گھر میں احتجاج کے طور پر غیر جانب دار ہو کر جمع ہوئے۔ لیکن جوں ہی حضرت ابو بکر خلافت کیلئے منتخب ہوئے تو انہوں نے حضرت علیؑ کے کہنے پر از خود اس بائیکاٹ کو توڑا اور حضرت ابو بکر کی خلافت کی حمایت کا اعلان کیا۔ حضرت ابو بکر کے دور میں لڑی جانے والی تمام جنگوں میں شیعان علیؑ کے علاوہ خود علیؑ نے بھی بعض مواقع پر شرکت فرمائی۔

۲۔ شیعہ دشمن شیخین: یعنی خلفاء سے بغض وعناد رکھنے والے شیعہ ہیں جو شیخین پر سب ولعن کرتے ہیں ان کے نزدیک اگر کوئی ان سے نفرت نہ کرے تو وہ شیعہ نہیں ہے۔ کیونکہ لعن ان کے مطابق اصول دین یا فروع دین میں شامل ہے۔ ہم چونکہ احکامات قرآن اور سنت نبی کریمؐ اور سیرت آئمہ سے لیتے ہیں اس لیے شیخین کو سب کرنے والوں کو شیعہ اہل بیت نہیں مانتے۔ بلکہ یہ گروہ مخالف اہل بیت ہے کیونکہ اہل بیت خلفاء پر سب نہیں کرتے تھے۔ ہم واضح اعلان کرتے ہیں کہ ہم ایسے شیعہ نہیں ہیں کیونکہ بغض خلفاء فرقہ خوارج باطنیہ غالیہ کی اختراع ہے۔

۳۔ شیعہ بہیمہ: اہل بیت اپنی زندگی میں انبیاء وخاتم مرسلین کی پیروی کرتے تھے۔ جبکہ شیعہ حیوان کی پیروی کرتے ہیں۔ ان ذوات کی سواریوں گھوڑے یا اونٹ کی پوجا کرتے ہیں جبکہ ان کے نزدیک رسول اللہؐ کی سواری مقدس نہیں تھی لیکن بدقسمتی سے یہاں اس گھوڑے کو ایسا تقدس دیا گیا ہے کہ اس کے سامنے عالم دین امام مسجد کو بھی ذلیل کیا

جاتا ہے یہاں تک شریعت محمدؐ کی اہانت کرتے ہوئے اس جانور کی نماز جنازہ بھی پڑھائی گئی۔ یہاں انہیں اتباع بہیمہ کہنا درست ہوگا۔ یہ شیعان اہل بیت وآئمہ نہیں بلکہ شیعہ گھوڑا ہیں۔

۴۔شیعہ جھنڈا: کسی ملک میں کسی تاریخ میں ڈنڈے اور کپڑے کی اتنی اہمیت نہیں جتنی ان کے جھنڈے کی ہے۔ انہوں نے پہلے مرحلے میں اسے یادگار یا نشانی کے طور پر نصب کیا اور دوسرے مرحلے میں حاجت و نیاز لینے کے نام سے اسے تقدس دیا۔ مجوس اور مشرکین کا ایک ٹولہ جمع کیا جو اس کی طرف ہاتھ بلند کرکے مانگ رہا ہے۔ اور عمامہ پوش جو اس سے حاجت مانگنے کے بعد جھوٹ بولتے ہیں کہ ہم جھنڈے سے نہیں مانگتے۔ یہ پرچم اپنی جگہ سامری کے بچھڑے کا کردار ادا کررہا ہے۔ ۱۴۲۸ھ کو یہ ارتقائی منازل طے کرتے کرتے پاکستان کے شہر میانوالی روانہ ہوا اور سکردو میں ایک میلے کی شکل اختیار کرگیا۔ اس جھنڈے کی پوجا یہاں کے علماء کی تاریخ کا سیاہ دن ہے جو صفحہ تاریخ پر ثبت ہوگیا ہے اور اہل بیت کے ماننے والوں کو دوسرے مسلمانوں کے روبرو ذلیل و خوار کیا۔ انہیں مرجعیت، قیادت، مقتدر سب کی حمایت حاصل تھی عبا اور عمامہ پوش حجت اسلام مروجین اسلام مروجین احکام بوتلوں میں بطور تبرک اس جھنڈے کے دھون کو ڈال کر اپنے گھروں میں لے گئے شاید وہ ابھی اس بات سے انکار کریں کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا جس طرح اس سے پہلے گھوڑا کا دھون بطور تبرک پیا تھا کوئی بات نہیں کیونکہ اس سے ان کی سوخرافات و جعلیات میں ایک ہی کی کمی واقع ہوگی۔ لہٰذا ہم اس دن کو مرجعیت قیادت بڑے چھوٹے علماء کی دین کی پاسداری کا پول کھلنے اور بوکھلاہٹ کا دن سمجھتے ہیں اور اس دن کو ان کے چہروں پر سیاہ دھبے کے طور پر یاد رکھیں گے۔

اہل بیت:

قارئین یہاں ہم وقت ضائع کرنے کی بجائے اہل بیت کے بارے میں بحث کرتے ہیں:

کلمہ ''اہل البیت'' تمام اقوام وملل، کے نزدیک جانا پہچانا اور معروف کلمہ ہے۔ کلمہ اہل البیت سب کے نزدیک محبوب و پسندیدہ ہے اہل بیت کا کلمہ کائنات کے دیگر موجودات، نباتات، حیوانات میں نظر نہیں آتا یہ صرف انسانوں میں ہے لہٰذا یہ کلمہ لغت اور قرآن کریم میں کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ صاحب تاج العروس نے لکھا ہے۔ اھل مضاف ہے اور ہمیشہ اپنے لئے مضاف الیہ لیتا ہے۔ اگر کہیں اہل رجل ہے تو اس سے مراد اس کی زوجہ اولاد ہے، راغب نے کہا ہے اھل رجل وہ ہے جو اس شخص کے ساتھ صنعت، حرفت، گھر، شہر، بلد دین نسب میں شریک ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں بھی ہے **(وسار باهلک)** موسیٰ اپنے اھل کے ساتھ مدین سے روانہ ہوئے۔

اہل نبی پیغمبر کی زوجات بیٹیاں و داماد ہیں۔ چنانچہ آیا ہے **(وامر اهلک بالصلاة بالصبر عليه)** اپنے گھر والوں کو نماز کی طرف حکم کرو اور اس پر استقامت دکھاؤ۔ ہر نبی کی اہل اس کی امت، اس کی ملت ہے جیسا کہ آیت میں ہے ﴿**وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَ الزَّكَاةِ** ''اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے''﴾ (مریم۔۵۵)

اگر اہل مذہب کہیں تو اس سے مراد وہ ہیں جو اس مذہب کے عقائد اور فروعات کے پابند ہیں۔ اہل مذہب، جو اس مذہب پر عمل کرتے ہیں، اہل حکم، جو حکمران ہیں۔ علامہ محمد جواد مغنیہ نے اہل البیت گھر میں رہنے والوں کو کہا ہے۔

جیسے پہلے ذکر کیا کہ کلمہ اہل البیت نبی یعنی پیغمبر کی ازواج، اولاد، بنات، داماد کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔

یہ کلمہ اہل اور بیت سے مرکب ہے۔ بیت جائے سکونت کو کہتے ہیں جس کے لغوی معنی رات گزارنے کے ہیں۔ اہل بیت

اس گھر میں رہنے والے یا اس سے وابستہ افراد کو کہتے ہیں۔اہل مذہب بھی اس میں شامل ہیں جو ان کے مذہب پر ہوں۔اہل بیت بھی اپنی جگہ نکرہ ہے اور محتاج مضاف الیہ ہے۔خود نبی کریم کے بھی تین قسم کے اہل بیت ہیں:

ا۔علیؑ ،فاطمہؑ،حضرات حسنینؑ ،بمع شمولیت تمام زوجات نبی،تمام اعمام زادہ نبی،اولاد احفاد نبی جب نوبت احفاد نبی پر پہنچی تو احفاد نبی تین گروہ میں تقسیم ہیں۔

۱)۔عباس عم نبی کریم سے شروع ہو کر آخر میں مستنصر باللہ تک ہیں۔

۲)۔طالبی جو ابو طالب کی نسل سے ہیں۔جس میں سرفہرست عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار ملحد اور حلول اللہ کے دعویدار مقتول ابو مسلم خراسانی کتب فرق شناس رجوع کریں۔

۳)۔حضرت فاطمہؑ وحضرت علیؑ سے پھیلنے والے۔

ا۔فرزندان امام حسنؑ ۔جہاں سے اس خاندان سے محمد بن عبداللہ نفس ذکیہ اور ابراہیم فرزندان عبداللہ محض نے دعویٰ امامت کیا۔

۲۔فرزندان امام حسینؑ ۔چنانچہ آپ کی شہادت کے بعد آپ کے گھرانے سے ایک سلسلہ نے گوشہ نشینی اختیار کی جبکہ بعض نے قیام کیا دونوں کے صفحات تاریخ میں روشن ہیں۔تاریخ کی طرف مراجعت کرنے کے بعد واضح ہوجائے گا کہ آپ کس اہل بیت کے شیعہ تھے۔

محمد حنفیہ۔ان کے بعد ان کے بیٹے ابو ہاشم نے دعویٰ امامت کیا پھر اپنی موت کے بعد اپنے بھائی محمد بن علی بن عباس یا عبداللہ بن معاویہ کو وصی قرار دیا چنانچہ ان کے معتقدین کا عقیدہ ہے کہ وہ اصفہان میں غائب ہوئے ہیں اس میں عمر بن علی وغیرہ شامل ہیں جو بہت عرصے تک صدقات بنی ہاشم کے سربراہ رہے۔

اہل بیت نبی سے کون مراد ہیں؟

ا۔حضرت زہراؑ حضرت علیؑ اور حضرات حسنینؑ تک محدود ہے۔

۲۔حضرات حسنین سے لے کر آخری امام حضرت امام حسن العسکری تک محدود ہے۔

۳۔ازواج مطہرہ بھی شامل ہیں۔

۴۔تمام بنی ہاشم،عباس طالبی،علوی فاطمی سب شامل ہیں۔

۵۔فاطمین مشکوک النسب بھی شامل ہیں۔

۶۔فاسق وفاجر حتیٰ ملحد سادات نیلام گھروں میں گاتی رقاص رضوی زیدی یا معتز باللہ دین اتاترک پاکستانی بھی اہل بیت میں شامل ہیں۔

۷۔اہل بیت عام جو ان ذوات پاک کی سیرت طیبہ پر چلے جیسے امام سجادؑ سے لے کر امام حسن عسکریؑ کے علاوہ بعض دیگر ذوات۔

۸۔وہ افراد جو ان ذوات سے رشتہ نسبی تو رکھتے تھے لیکن انہوں نے اپنی اقتدار طلبی کی خاطر یا دیگر مفاد پرستوں کے کہنے پر ملت میں فتنہ فساد آشوب برپا کرنے پر تلے رہے جیسے عبداللہ بن معاویہ وغیرہ۔

ا۔ایک گروہ جو راہ باطل کو اپنائے ہوئے تھا اور گمراہ ہو چکا تھا وہ قتل و غارت گری،لوٹ مار میں مصروف تھا۔اس اہل

البیت سے ایک گروہ نکلا جس میں سرفہرست عبداللہ بن معاویہ بن جعفر طیار ہے۔ یہ جعفر طیار کا پوتا تھا لیکن ملحد بے دین تھا۔ اس نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا۔

۲۔ وہ افراد جو قیادت و رہبری، امامت و خلافت کو صرف مخصوص اہل بیت گردانتے ہیں۔ انہوں نے اس کے حصول کیلئے بہت سی ناجائز حرکات اپنائیں اور قتل و غارت گری کی جس میں اولاد عباس، نبی کریم کے چچا زاد شامل ہیں۔ جنہوں نے اہل البیت کے نام سے منصب خلافت تک پہنچنے کیلئے بہت سے انسانوں کا عقیقہ کیا۔

۳۔ اولاد امام حسنؑ میں سے اقتدار کی ہوس میں بیک وقت دونوں بھائیوں نے یکے بعد دیگر امامت کا دعویٰ کیا جنہیں نفس ذکیہ کہتے ہیں۔ انہیں پوری مملکت اسلامیہ میں جہاں کہیں بھی موقع ملا انہوں نے علم بغاوت بلند کیا اور بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔

۴۔ اہل بیت خود ساختہ نسبی۔ جیسے اسماعیل بن امام جعفر صادقؑ سے منسوب حکمران فاطمی ہیں۔

مندرجہ بالا صفحات پر نظر دوڑانے والوں کیلئے واضح ہو جائے گا کہ جنہوں نے ہمیں دشمن اہل بیت کا تمغہ دیا ہے وہ اہل بیت واقعی اور حقیقی نبی کریم سے وابستہ نہیں بلکہ اہل بیت خود ساختہ فاطمی ہیں چنانچہ صانع خرافات پاکستان کو اس پر فخر ہے۔ جبکہ حقیقت میں، یہ لوگ اہل بیت خطاب وقداح یا بانیان غلات مراد ہیں۔ ان کے اہل بیت کا اصرار ہے کہ دین اسلام کو جہاں جہاں سے تقویت اور فروغ ملتا ہے اس کو روکا جائے اور اس کو داغدار بدشکل بدصورت غبار آلود نا پسندیدہ بنانے والی چیزوں کو فروغ دیا جائے۔ جن چیزوں کو ہم نے خرافات قرار دے کر ان کی نشاندہی کی ہے اس کے داعی خطاب وقداح کے ماننے والے ہیں یا اہل بیت محمد حضرات حسنینؑ علیؑ و فاطمہؑ ہیں۔ یہاں شناخت بالکل آسان ہے جو تمام تر ترجیحات قرآن و سنت پیغمبر کو دیتے ہیں وہ اہل بیت محمدؐ ہیں اور جو اپنی تمام تر توجہات قرآن اور سنت کو کنارے پر لگانے اور ان دونوں کو اپنی درسگاہوں کے نصاب میں شامل کرنے کیلئے حیلے بہانے بناتے ہیں اور خرافات کو فروغ دینے پر تلے ہوئے ہیں بلکہ اپنے اس مذہب کے فروغ کا سبب گردانتے ہیں وہ اہل بیت عجلی خطاب وقداح ہیں۔

اہل بیت سے دوستی کن بنیادوں اور اصولوں کے تحت:

اہل بیت عامہ مسلمین کی نظر میں محترم و موقر تھے ان اہل بیت سے مراد نبی کریم کے وہ چچا اور چچا زاد بھائی ہیں جنہوں نے نبی کریمؐ کے ہاتھوں ہجرت سے پہلے اسلام قبول کیا تھا جس میں علی، جعفر، عقیل اور عباس و حمزہ ہیں لیکن حمزہ کی کوئی نسل نہیں تھی جبکہ پیغمبر کے دیگر چچا زبیر، حارث یہ لوگ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے لہٰذا ان افراد کی اولاد مسلمانوں کے نزدیک محترم نہیں تھی۔ سب سے زیادہ محترم حضرت علیؑ کی اولادیں ہیں کیونکہ فاطمہ زہراؑ آپ کے عقد میں تھیں اور پیغمبر کا سلسلہ نسب آپ سے چلا اس کے علاوہ حضرت علیؑ کی آپ کے ہاتھوں پرورش اسلام میں سبقت میدان جہاد میں جنگ اور دامادی کا شرف وہ خصوصیات اور امتیازات تھے جن کی وجہ سے مسلمانوں نے یا اہل بیت نے حضرت علی کو منصب خلافت کے لائق و سزاوار گردانا ہے۔ امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد امت کی نظریں بلاواسطہ آپ کے فرزند بزرگ امام حسنؑ پر پڑیں آپ کی وفات کے بعد آپ کے برادر عزیز امام حسینؑ کے بمعہ عزیزوں جن میں آپ کے بھائی بھتیجے اور اولاد امام حسن اولاد جعفر عقیل و دیگر انصار و اعوان کی شہادت کے بعد لوگوں کی نظریں پہلے سے زیادہ اہل بیت پر مرکوز رہیں چنانچہ اہل مدینہ نے اسی وجہ سے یزید سے بغاوت و نفرت کا مظاہرہ کیا اس میں بھی عبداللہ جعفر

کے دو بیٹے ابو بکر اور عون اصغر قتل ہوئے۔اولاد علی کے بعد میدان سیاست میں پیغمبر کے چچا عباس کی اولاد رہی ان میں علی بن عبد اللہ تھے جو اردن کے شہر حمیمہ میں مقیم تھے تیسری شخصیت عبد اللہ بن محمد فرزند محمد بن حنفیہ تھے عبد اللہ بن محمد بن حنفیہ ملقب بہ ابی ہاشم محمد حنیہ اور ان کے بیٹے ابو ہاشم زیادہ لوگوں کی نظروں کا مرکز نہیں تھے محمد حنفیہ کا نام اس وقت سامنے آیا جب مختار بن ابی عبیدہ اور اس کے پیروکاروں نے ان کا نام اٹھایا۔

شام میں سلیمان بن عبد الملک سے ملاقات سے واپسی پر عبد اللہ بنی ابو ہاشم کو محسوس ہوا کہ انہیں زہر دیا گیا ہے تو اس کے دل میں خلیفہ شام کے بارے میں کینہ وعداوت پیدا ہوئی یہاں سے انہوں نے اپنے ماننے والوں کو محمد بن علی کے حق میں وقف کیا۔ان ہاشمیوں کے قیام ونہضت کی طرف دقیق اور باریک بینی سے غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے اہداف ارمان میں قیام حکومت عدل اسلامی نامی کوئی چیز نہیں تھی بلکہ ان کی اس دعوت پر لبیک کہنے کے تین سبب ہیں:

۱۔بنی امیہ کا بنی ہاشم سے حسد و کینہ جس کی وجہ سے وہ بنی ہاشم سے حراسان رہتے تھے۔

۲۔امت کی نظر میں اہل بیت بہت محترم وموقر تھے لوگوں کی نظریں ان پر پڑیں ہوئیں تھیں۔

۳۔ایران شام عراق حیرہ مصر کے مفتوح علاقوں سے حزیمت خوردہ افراد جن میں ارباب اقتدار سے وابستہ افراد بھی تھے ان کا ہجوم مرکز اسلامی عراق میں ہوا جنھیں عام طور پر موالی کہتے تھے کیونکہ ان میں سے ہر ایک نے اپنے آپ کو کسی عربی کی کفالت میں دیا تھا۔یہ اپنے آپ کو محترم کرنے کیلئے شیعہ اہل بیت کہتے تھے دوسری طرف یہ لوگ اہل بیت کے برجستہ محترم ہستیوں کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتے تھے یہ لوگ اور دعوت قیام ظلم وستم کی باتیں کرتے چنانچہ انہوں نے زید بن علی کو کوفہ میں وعدہ وعید طمع ولالچ دے کر اٹھایا اور بعد میں انھیں تنہا چھوڑا ان کے بعد ان کے بیٹے نے بلخ میں جاکر قیام کیا اور لوگوں کو اپنی طرف دعوت دی۔

اہل بیت سے محبت کی وجوہات کے اس وقت اور بھی مظاہر ہیں جنہیں ہم قارئین کی خدمت میں ایک فہرست کی صورت میں پیش کرتے ہیں:۔

۱۔یہ ذوات نبی کریم کے وارث امانت ہیں۔

۲۔یہ ذوات ہماری ہدایت ورہبری کرتی ہیں۔

۳۔مرکز ومصدر علوم۔فزکس کیمسٹری انگریزی زبان جانتے ہیں۔

۴۔ہماری حاجتیں روا کرتی ہیں۔

ہمیں رزق اولاد نوکریاں دیتے ہیں۔ہمارے ہاں مدعیان دوستی اہل بیت رکھنے اور رکھوانے والوں کی منطق مذکورہ ان تین وجوہات سے تجاوز نہیں کرتی ہیں۔

۱۔اہل بیت سے دوستی یعنی ان کے دشمنوں سے انتقام لینے اور انہیں صفحہ ہستی سے مٹانے والے ہیں جیسے مختار ابن ابی عبید اللہ ثقفی مدعی نبوت اقتدار پرست سے دوستی۔

۲۔اہل بیت سے دوستی یعنی ابو مسلم خراسانی سے دوستی ہے۔تاتاریوں،مغلوں اور صفویوں سے دوستی ہے۔

۳۔اہل بیت سے دوستی یعنی بنی عباس اور فاطمیوں کے ملحدین حکمرانوں سے دوستی ہے۔

۴۔اہل بیت سے دوستی یعنی بادشاہان آل بویہ صفوی یا قاچاری سے دوستی ہے اس طرح مسلمان ملکوں میں کفر والحاد

سوشلزم سیکولرزم پرویزیت، اشاعت فحشاء اور عام مسلمانوں کی نظر میں مفرور حکمران مقتدر افراد سے دوستی ہے جو انہیں سہولتیں دیتے ہیں۔

۵۔اہل بیت سے دوستی یعنی سیکولرزم سے دوستی ہے۔

۶۔اہل بیت سے دوستی یعنی کمیونسٹ سے دوستی ہے۔

۷۔اہل بیت سے دوستی یعنی دوسرے کے خانہ و آشیانے کو ویران برباد کرنے کی اجازت دے کر اپنے لیے تحفظات حاصل کرنا ہے۔

۸۔خلفاء مسلمین کو سب وشتم کا نشانہ بنانا ہے۔

۹۔مسلمانوں کی ضد میں غیر مسلموں سے دوستی کرنا۔

۱۰۔اٹھتے بیٹھتے ایک دوسرے سے ملتے وقت یا علی مدد کہنا۔

۱۱۔ائمہ طاہرین کے روضوں کے گرد طواف کرنا اور گڑ گڑا کر حاجتیں طلب کرنا۔

۱۲۔جعلی قبروں پر بڑی بڑی عمارتیں کھڑی کرنا۔

۱۳۔ہر مردے کی نماز جنازے میں نوحہ خوانی سینہ کوبی کرنا اور غناء سے بدتر کفر وشرک پر مبنی قصائد بوا شاہ عباس بلتاتی پڑھنا۔

۱۴۔مدائح و مراثی کے نام سے ائمہ طاہرین سے منسوب جھوٹے قصے کہانیاں غزلیں منسوب کرنا۔

۱۵۔توسل کے نام سے بتوں سے حاجتیں منگوانا۔

۱۶۔اہل بیت کی دوستی کے بہانے کیسانیت نصیریت غلو پھیلانا ہے۔

۱۷۔جس دن اپنے پر ظلم ہو تو چیخ و پکار بلند ہو جاتی ہے لیکن جس دن مسلمانوں پر مصیبت پڑھتی ہے تو چپ ہو جاتے ہیں۔یہی تقاضائے دوستی اہل بیت ہیں؟

اس وقت کے شیعہ کس اہل بیت کے شیعہ ہیں:

جیسے کہ پہلے بیان ہوا کہ کلمہ شیعہ میں نہ کوئی حسن ہے اور نہ کوئی قبیح بلکہ یہ اپنا حسن اور قبیح اپنے متبوع سے اخذ کرتے ہیں یعنی اصطلاح عربی میں اپنے مضاف الیہ سے کسب کرتے ہیں۔شیعوں کی مخالفت مذمت چاہے مستشرقین کی طرف سے ہو یا اندرون ملت سنی وہابی طالبان سے ہو یا اپنے اندر ابھرنے والی حقیقت جوؤں اور متلاشیانِ حقائق افراد کی طرف سے ہو جو بھی ہو یہ مخالفت کسی مظاہرے کے ذریعے بائیکاٹ کے ذریعے ڈنڈے لاٹھی کے ذریعے سب وشتم تہمت والزام تراشی اور اندر خانہ محصور کیے جانے کے ذریعے اور آخر میں موت کے گھاٹ کے ذریعے ختم نہیں ہوگی بلکہ یہ مخالفت اس وقت ختم ہوگی جب شیعہ اپنے موجودہ چہرے کو اپنے تاریخی چہروں کے ساتھ جوڑیں گے جس طرح آج عند الحوادث جلے ہوئے مردوں کی شناخت اس مردے کے سیل سے کرتے ہیں اسی طرح ہمیں موجودہ شیعوں کی شناخت ان گذشتہ اہل بیتوں کے اعتقادی سیل دین ودیانت سے جوڑنے سے ہوگی کہ یہ کس اہل بیت کے شیعہ ہیں۔جس کا سلسلہ نسب واضح وروشن ہو تو وہ اجمال کوئی ابہام کوئی اختیار نہیں کرتا لہٰذا وہ افراد جو اس حقیقت سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شیعہ ایک ہی ہیں وہ تاریخ کو جھٹلاتے ہیں ان کے منہ سے جھوٹ کی بو آتی ہے جو ایک ہونے

کا دعویٰ کرتے ہیں وہ علی اور حضرات حسنین کے ساتھ عبداللہ بن سبا مختار ثقفی مغیر عجلی ابی الخطاب اسدی میمون قداح اور آخر میں نزاری آغاخان سب کو اہل بیت گردانتے ہیں۔اس لئے ان کا اصرار ہے شیعہ ایک ہیں ان میں کوئی فرقہ بندی نہیں ہے۔لیکن ہم دیکھتے ہیں تاریخ میں اس صف میں بہت سے اہل بیت وجود میں آئے ہیں جیسے:

۱۔اہل بیت خطابی وقداحی:

اس وقت دنیا میں اہل تشیع اپنی حقانیت کے ثبوت میں اپنے آپ کو وابستہ تابع اہل بیت ہونا گردانتے ہیں یہ لوگ انتہائی زیرکی اور ہوشیاری کے ساتھ صرف ''اہل بیت اہل بیت'' کہنے پر اکتفا کرتے لیکن مضاف الیہ (اہل بیت) کا ذکر نہیں کرتے۔اہل بیت اپنی جگہ چندین گروہ کے حامل ہوتے ہیں۔اہل بیت محمد نبی اسلام کے اہل بیت جو اپنی جگہ چندین بطون میں بٹ گئے ہیں جیسے خاندان قریش سے بنی عدی تیم بنی امیہ میں بٹ گئے ہیں اہل بیت نبی بھی چندین بطون وقبائل میں بٹ گئے ہیں۔دوسرا اہل بیت میمون قداح ہے۔ہر ایک کی شناخت الگ ہے اہل بیت کو جو مقام و منزلت امتیاز ملتا ہے وہ اپنے مضاف الیہ کے انتساب کے بعد ملتا ہے۔یہ صفات فضیلت شرافت و مقام میں تابع مضاف الیہ ہیں۔اب دیکھتے ہیں ان دونوں کے مضاف الیہ کیا ایک جیسے اور یکساں ہیں یا ایک دوسرے سے مختلف بلکہ متضاد ہیں۔پہلے ہم اہل بیت میمون قداح کے بطون وخاندان بیان کرتے ہیں۔

میمون قداح وہ شخص ہے جس کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ امام جعفر صادقؑ کے اصحاب میں رہا ہے۔میمون قداح نے محمد بن اسماعیل ابن جعفر صادق کو اسماعیل کی وفات کے بعد چھپایا اور انھیں عرب فارس کی سرزمین پر گردش دی۔آخر میں یہ کہاں مرا کدھر گیا کسی کو پتہ نہیں اس لئے انھوں نے اس کا نام محمد مکتوم رکھا۔

تاریخ میں اس کا کوئی ذکر نہیں اس نے کس سے شادی کی اس کی کتنی اولادیں ہیں یا یہ بے اولاد تھا اس کا کوئی ذکر نہیں لیکن میمون قداح کے بیٹے عبداللہ نے اپنے بیٹوں کو محمد مکتوم سے منسوب کرکے پیش کیا۔پھر اسی سے انھوں نے امامت کا سلسلہ شروع کیا ان کا نسب ابھی تک تاریخ میں مجہول الحال اور مشکوک ہے یہاں ہم ابوالخطاب اور میمون قداح کے اہل بیت کی نشانیاں پیش کرتے ہیں:

احادیث نبوی میں جن اہل بیت کا ذکر ہے انصار و مہاجر اس اہل بیت کو جانتے تھے وہ علی و فاطمہ زہرا اور حضرات حسنین اور ان کی بیٹیاں اہل بیت رسول ہیں۔یہ اہل بیت امت کے نزدیک محترم ہیں امت اسلام میں کوئی ان سے ناواقف و ناآگاہ نہیں تھا اہل بیت محمد کی شناخت کیا ہے؟

اہل بیتِ حقیقی:

۱۔اہل بیت محمدؐ تابع محمدؐ ہیں فضائل و مناقب میں تابع محمدؐ ہیں نہ محمدؐ سے اونچے ہیں اور نہ ہی محمد کے برابر ہیں بلکہ تیسرے درجہ پر ہیں محمدؐ کے بعد محمدؐ کے طفیل برکت و سایہ میں محترم ہیں۔

۲۔محمدؐ بشر ہیں تمام صفات وخصوصیات بشر محمدؐ میں ہیں سوائے وحی کے لہٰذا اہل بیت صفات بشر میں محمدؐ کے برابر ہیں لیکن وحی میں اہل بیت شریک نہیں ہیں چنانچہ نہج البلاغہ میں شریف رضی نے امیر المؤمنین سے یہ کلمات نقل کئے ہیں کہ آپ کی موت کے بعد ہم وحی الٰہی سے کٹ گئے ہیں یعنی اہل بیت پر وحی نہیں ہوتی۔

۳۔محمدؐ کی زبان سے اللہ نے فرمایا محمدؐ غیب نہیں جانتے تو جب محمدؐ غیب نہیں جانتے تو اہل بیت بھی غیب نہیں جانتے۔

۴۔قرآن کریم میں اور سیرت امت مسلمہ میں یہ جملہ کثرت سے تکرار ہوتا ہے کہ محمد عبدالٰہی ہیں کبھی محمد اللہ نہیں بنے لہٰذا اہل بیت محمد بھی نہ علم غیب رکھتے ہیں نہ قدرت ہمہ گیر اور ہمہ جہت بلکہ وہ بھی عبدالٰہی ہیں۔

۵۔اللہ نے محمدؐ کے بارے میں کہا آپ کو بھی مرنا ہے اور یہ لوگ بھی مریں گے یہاں پر کسی کو بھی زندہ نہیں رہنا جب محمدؐ نے نہیں رہنا تو اہل بیت محمد کیسے یہاں رہیں گے جب محمدؐ کو عالم برزخ سے عالم دنیا پر تسلط قبضہ نہیں تو اہل بیت محمد کو بھی یہ قدرت حاصل نہیں ہوگی۔

۶۔اہل بیت محمدؐ کی بیٹی نواسوں نواسیاں اور داماد کو یہ افتخار حاصل ہے کہ وہ محمدؐ کی بیٹی محمدؐ کے نواسے اور محمدؐ کے داماد ہیں۔

۱۔پہلے مرحلے میں وفات پیغمبرؐ کے بعد جب انصار و مہاجرین سقیفہ گئے تو حضرت علیؑ اور آپ کے پیروکار، آپ کے گھر پر موجود رہے۔لیکن خلیفہ اول کی بیعت مکمل ہونے کے بعد جن افراد نے علی کے ساتھ اس بیعتِ سقیفہ کا بائیکاٹ کیا تھا انہوں نے خلیفہ وقت کی بیعت کی اور امور مملکت میں خلیفہ کی معاونت بھی کی۔

۲۔جب خلیفہ اول نے اپنی وفات سے پہلے عمر بن الخطاب کو اپنے بعد خلافت کیلئے نامزد کیا تو علی اور انصار حامیانِ علی نے اس نامزدگی کے بارے میں کسی قسم کا اظہار ناراضگی کیا ایسا کہیں بھی نہیں ملتا۔

۳۔خلیفہ دوم کی وفات کے موقع پر جب آپ نے چھ رکنی کمیٹی بنائی تو اس میں حضرت علی کے حامیان و ناصرین نے علی کی جانب داری کی۔

۴۔جب خلیفہ سوم قتل ہوئے تو گذشتہ خلفاء کے حامیوں نے بھی انتہائی شد و مد سے حضرت علی کو خلیفہ بنانے میں کردار ادا کیا۔

۵۔حضرت علی کی شہادت کے بعد جب ملت اسلامیہ نے امام حسن کی بیعت کی تو شیعہ یقیناً اس بیعت میں پیش پیش تھے۔جب امام حسن اور معاویہ میں صلح ہوئی تو اس وقت امام حسن کے انصار و اعوان نے بھی امام حسن کے ساتھ اس صلحنامہ سے اتفاق کیا لیکن خلیفہ وقت معاویہ سے کسی قسم کی بغاوت اور مزاحمت نہیں کی۔یہاں جو شیعہ کا تصور بنتا ہے اس کے مطابق جو فیصلہ علی اور اہل بیت علی کریں اس کی مخالفت نہ کی جائے اور ان کا حامی و ناصر رہا جائے۔جن سے علی نے آشتی کی ان سے آشتی کی جائے چنانچہ جو زیارات ان کی قبور پر جا کر پڑھی جاتی ہیں ان کے یہ فقرات کہ ہم تیرے دوست کے ساتھ دوست اور تیرے دشمن کے دشمن ہیں۔شیعان کو سوچنا چاہیے کہ علی نے خلفاء میں سے کسی کے ساتھ بھی دشمن کا سلوک نہیں کیا؟

۲۔اہل بیتِ خود ساختہ:

۱۔اہل بیت محمدؐ کی تعلیمات قرآن اور محمدؐ سے ملتی ہیں لیکن اہل بیت قداح کی تعلیمات کا سرا ابو الخطاب اور میمون قداح سے ملتا ہے۔

۲۔میمون قداح کے اہل بیت کا دعویٰ ہے کہ اللہ نے اس میں حلول کیا ہے، اب کائنات میں کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں اور نہ ہی کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر ہے۔

۳۔میمون قداح کے اہل بیت کو موت نہیں آتی۔

۴۔میمون قداح کے اہل بیت لوگوں کے سر واخفاء پر محیط ہیں۔

۵۔میمون قداح کے اہل بیت ہر قسم کی شکل بنا سکتے ہیں اور ہر جگہ حاضر ہو سکتے ہیں۔

۶۔میمون قداح کے اہل بیت لوگوں کے نفع ونقصان کے مالک ہیں۔

۷۔میمون قداح کے اہل بیت مرنے کے بعد دوبارہ واپس دنیا میں آتے ہیں۔

۸۔میمون قداح کے اہل بیت انتہائی علم وقدرت کے مدعی ہونے کے باوجود لوگوں کے خمس نذر و نیاز اور صدقات کے محتاج ہیں۔

۹۔اہل بیت قداح اپنے مضاف الیہ کا نام لینے سے ڈرتے اور شرماتے ہیں۔

۱۰۔اہل بیت قداح (نعوذباللہ) انبیاء محمدؐ سے برتر اور افضل ہیں۔

۱۱۔اہل بیت قداح (نعوذباللہ) محمدؐ کے برابر ہیں یا محمدؐ سے افضل ہیں۔

۱۲۔اہل بیت قداح کیلئے دنیاو مافیھاں خلق ہوئے ہیں۔

۱۳۔اہل بیت قداح کی بیٹی نواسہ نواسیاں اپنے نانا اور باپ سے افضل ہیں۔

۳۔شیعہ اہل بیت سبائی۔

ان کے تابعین اپنے مقتداء پیشوا یعنی علی کو اللہ سمجھتے ہیں ان کے نزدیک علی فنا ناپذیر ہیں علی جلد دوبارہ واپس آنے والی ہستی ہیں اگر اس وقت کے شیعہ علی کو اللہ یا اللہ کا بیٹا یا اللہ کا وکیل یا نائب تصور کرتے ہیں تو سمجھیں یہ شیعہ شیعہ سبائی ہوں گے۔

۴۔شیعہ اہل بیت کیسانی:

یعنی مختار ثقفی کے شیعہ ہیں جس نے خون امام حسینؑ کے انتقام کے نام سے اسلام اور مسلمانوں پر ظلم و جنایت کا پہاڑ گرایا ہے۔

۵۔شیعہ اہل بیت مغیرہ ابن سعید:

یا شیعہ ابی الخطاب ہے جس نے امام باقر و جعفر صادق کو اللہ تصور کیا اور خود کو ان کی طرف سے نبی قرار دیا اور اس وقت جتنے بھی غلو کے شاہکار پائے جاتے ہیں یہ ان کے شیعہ ہیں۔

۶۔شیعہ اہل بیت اباحیہ:

جنہوں نے قیامت صغراء کا اعلان کر کے دین وشریعت کی تنسیخ کا اعلان کیا ہے۔اگر ہمارے معاشرے میں کوئی حلال وحرام کا مذاق اڑائے اور کہے کہ شریعت کا دور ختم ہوگیا اور نماز روزہ کا مذاق اڑائے لوگوں کے مال کو جائز قرار دینے کا دعویٰ کرے یا شریعت کو فرسودہ و بوسیدہ کہے تو وہ فرقہ اباحیہ کے شیعہ ہیں۔

۷۔شیعہ اہل بیت اسماعیلی:

امام جعفر صادق کے زندہ ہوتے ہوئے امامت کو ان کے مشکوک الحال بیٹے میں منتقل کرنے اور ان کی موت کے بعد امامت کو ان کے پوتے مشکوک و نام نہاد میں منتقل کر کے امام صادق کو امامت سے مستعفی ومعزول کرنے والے

اہل بیت اسماعیلی کے شیعہ ہیں۔

فرق شیعہ:

شیعہ جیسا کہ ارباب فرق شناسی نے لکھا ہے ان کے ابتدائی طور پر چھ فرقے ہیں:

۱۔فرقہ سبائیہ ۲۔کیسانیہ ۳۔زیدیہ ۴۔غلات ۵۔اسماعیلیہ

۶۔امامیہ

ان چھ فرقوں کے مشترک عقائد میں سے ہے کہ نبی کریم کے بعد حضرت علی ابن ابی طالبؑ امام ہیں جو منصوص من اللہ ومعصوم ہیں ان کے امام بننے میں لوگوں کا کوئی کردار نہیں لیکن حضرت علی کی شہادت کے بعد آپ کا جانشین کون ہے اس میں ان پانچ فرقوں میں اختلاف ہے یہاں سے شیعیان علی میں انشقاق وافتراق شروع ہوتا ہے اس انشقاق میں پہلے گروہ کا نام سبائیہ ہے۔لیکن سبائیہ کے آشکار کفر والحاد سے شرمندہ ہو کر فرق شیعہ لکھنے والوں نے سبائیہ سے بیزاری کا اعلان کیا ہے یہاں تک علامہ مرتضی عسکری نے اسے ایک افسانہ قرار دیا ہے۔جبکہ ان سے پہلے کے محققین جیسے سعد اشعر اور نوبختی وغیرہ نے سبائیہ کو فرق شیعہ میں لکھا ہے۔

۱۔فرقہ سبائیہ:

[معجم فرق اسلامی تألیف یحییٰ شریف ص۱۴۲] سبائیہ عبداللہ بن سبا کے تابعین کو کہتے ہیں جس نے حضرت علیؑ کے بارے میں غلو کیا اس نے گمان کیا کہ علی نبی ہیں اور پھر تجاوز کر کے اس نے کہا وہ خدا ہیں چنانچہ اس نے ایک دن حضرت علی سے مخاطب ہو کر کہا ﴿انت الالہ حقاً﴾ تو علی نے اسے مدائن میں جلاوطن کیا جب امیر المؤمنین قتل ہوئے تو ابن سبا نے کہا علی نہ مرے ہیں نہ قتل ہوئے ہیں۔ابن ملجم نے ایک شیطان کو جو علی کی صورت میں ہے اس کو قتل کیا ہے۔علی بادلوں میں ہے گرج علی کی آواز ہے اور برق علی کی لاٹھی کی آواز ہے۔وہ بعد میں زمین میں نزول کریں گے اور زمین کو عدل سے پر کریں گے جب یہ لوگ گرج سنتے ہیں تو کہتے ہیں وعلیک السلام یا امیر المؤمنین۔ابن سبا نے کہا علی نے آسمان پر عروج کیا ہے جس طرح عیسیٰ بن مریم نے عروج کیا تھا۔جس طرح یہود و نصاریٰ نے دعویٰ کیا کہ عیسیٰ قتل ہوئے ہیں اور وہ جھوٹ تھا اس طرح نواصب اور خوارج نے دعویٰ کیا ہے کہ علی قتل ہوئے ہیں حالانکہ یہ بھی جھوٹ ہے۔یہودیوں اور نصاریٰ نے جو شخص سولی پر چڑھا اسے عیسیٰ کی مانند دیکھا اسی طرح علی کو قتل ہوتے ہوئے دیکھا گیا ہے وہ علی نہیں بلکہ ان سے شباہت رکھتا تھا۔امت اسلام میں سب سے پہلے امامت میں تعطیل کرنے اور امام کے غیب پر جانے اور امام واپس آنے کا عقیدہ پیدا کرنے والے فرقوں میں سے پہلا فرقہ غالی فرقہ سباء ہے۔

ہم سبائیوں سے کہیں گے اگر مقتول ابن ملجم شیطان تھا تو ابن ملجم نے کوئی برا کام نہیں کیا بلکہ اچھا کام کیا ہے تمہارا یہ دعویٰ کیسے صحیح ہوگا کہ رعد علی کی آواز ہے اور برق ان کی لاٹھی کی آواز ہے جب کے رعد اور برق کا محسوس ہونا اسلام آنے سے پہلے سے تھا۔لہٰذا فلاسفہ نے اپنی کتب میں رعد و برق کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ کیسے پیدا ہوتی ہے۔علی کا رتبہ موسیٰ سے بہتر نہیں کیونکہ ان میں سے کسی کیلئے زمین میں شہد کی نہر نہیں نکلی امام حسین کربلا میں پیاسے شہید ہوئے ان کیلئے پانی کی نہر نہیں نکلی تو پھر کیسے ممکن ہے کہ علی کیلئے شہد کی نہر نکلے۔

کشی نے امام محمد باقرؑ سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن سباء نے دعویٰ نبوت کیا وہ کہتا تھا امیر المومنین رب ہے۔چنانچہ اس

نے خود حضرت علی سے کہا کہ میرا دل کہتا ہے تو رب ہے اور میں تیرا پیغمبر ہوں۔ حضرت نے اس پر نفرین کی اور کہا تیری ماں تیرے غم میں روئے تم شیطان ہوا ہے تو بہ کرنے کو کہا لیکن اس نے تو بہ نہیں کی۔ عبداللہ بن سباء اور اس کا غلو علی کے بارے میں احادیث کثیرہ شیعہ میں آیا ہے۔ طبری مسعودی سب نے اختلاف روایات کے ساتھ اسے نقل کیا ہے۔ بزرگان شیعہ میں سے محمد ابن قولیہ، شیخ طوسی اور کشی سب نے نقل کیا ہے یہ تمام روایات امام محمد باقر اور امام جعفر صادق سے منسوب ہیں لہٰذا یہ روایات اور یہ کتابیں فرق شیعہ نوبختی اور مقالات وفرق سعد اشعری تاریخ اسلام عبداللہ ابن سباء ان کی مذمت میں کافی ہیں۔ ارباب فرق و مذاہب نے اپنی کتابوں میں فرقہ سبائیہ کو خارج از اسلام قرار دیا ہے علماء شیعہ نے ان سے برائت و بیزاری کا اعلان کیا ہے لیکن بعض علماء نے اپنے تحقیقاتی مقالہ یا کتاب میں یہ رائے قائم کی ہے کہ یہ فرقہ افسانہ ہے اور کوئی حقیقت نہیں رکھتا عبداللہ بن سبا نامی شخص کا کوئی وجود نہیں اور یہ قصہ سیف بن عمر تمیمی نے ۱۷۰ھ میں گھڑا ہے۔ شیعہ عبداللہ بن سباء سے مربوط اخبارات کو اپنے روات سے نقل کرتے ہیں جیسا کہ کشی اور شیخ طوسی نے نقل کیا ہے کتاب البداء و تاریخ میں سبائیہ کو طیاریہ بھی کہا گیا ہے۔ مرتضیٰ عسکری نے اس فرقے کو افسانہ قرار دیا ہے لیکن دیگر علماء اور محققین نے ان کے وجود کو تسلیم کیا ہے اور ان سے بیزاری کی ہے۔ اس فرقہ نے حضرت علی کی امامت کے ساتھ الوہیت اور ان کی مہدویت کا اعلان بھی کیا ہے لہٰذا فرقہ سبائیہ پہلا فرقہ غالی ہے۔

اس کے بعد مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی ہے جس نے دعویٰ وحی اور دعویٰ جبرائیل اور میکائیل کیا اس کے بعد نبوت مغیرہ بن سعید اجلی پر پہنچی پھر بیان بن سمعان ابی منصور عجلی ہے جس نے خود کو امام محمد باقر تک پہنچایا اور ان کا تابع دوستدار مظاہرہ کیا۔ اس طرح انہوں نے موالیاں اہل بیت میں خود ساختہ عقائد شامل کیے۔ انہوں نے اہل بیت کی محبت کے نام سے غلو کیا اور ان کو انبیاء و رسل سے بھی اوپر تک پہنچایا۔ محرمات اسلام کو مباح قرار دیا اور کھلے منکرات کا ارتکاب کیا اعمال کو باطل کیا شریعت کو معطل کیا تناسخ ارواح اور حلول کے قائل ہوئے اور پھر منکر ثواب وعقاب ہوئے۔ یہاں تک کہ نوبت ابو الخطاب تک پہنچی اس نے امام جعفر صادق کی شاگردی کے نام سے کسب فیض کیا یہاں تک اس نے اہل بیت کے گھرانے کے افراد کو اپنا ہم فکر اور ہم عقیدہ بنایا چنانچہ اس نے عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار کو قابو کیا اور الحاد کی طرف دعوت دی اور کھلے عام اپنی الوہیت کا اعلان کیا کہ اللہ ان میں حلول ہوا ہے۔ ابو الخطاب کے بعد اس کے شاگرد میمون قداح اور ان کے بیٹے عبداللہ میمون بھی بنیادگزار اسماعیلی ہیں یہ امام جعفر صادق کے دور سے تعلق رکھتے ہیں۔

۲۔ کیسانیہ:

جیسا کہ دائرۃ المعارف فرید وجدی ج ۸ ص ۴۴۴ میں آیا ہے۔ کیسانیہ مختار ابن عبیدہ ثقفی کے پیروان کو کہتے ہیں ان کے پیروکاروں کو کیسانیہ کہنے کی توجیہ میں لکھتے ہیں مختار کے غلام کا نام کیسان تھا یا خود مختار کا لقب کیسان تھا۔ مختار زندان سے رہائی کے بعد مکہ گیا اور عبداللہ بن زبیر کی بیعت کی پھر عبداللہ بن زبیر اور یزید کی جنگ کے دوران یہ کوفہ گیا۔ اس نے اپنی دعوت کے ابتداء میں لوگوں کو حضرت امام زین العابدین کی طرف اور بعد میں محمد ابن حنفیہ کی طرف دعوت دی۔

محمد حنفیہ کی امامت کا اعلان اور انتقام خون حسین کو اپنا منشور بنایا۔ اصل میں ان کا مقصد دعوت اہل بیت نہیں تھا بلکہ وہ اس سے سیاسی فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد بنی ہاشم میں سے کسی نے نہ از خود دعویٰ امامت

قیادت کیا نہ کسی کی بیعت کو ترجیح دی۔اسی وجہ سے واقعہ حرہ میں خاندان بنی ہاشم بنی امیہ کی تعدی اور تجاوزات سے محفوظ رہے۔عبداللہ ابن زبیر مکہ اور مدینہ پر قابض ہوئے اور حکومت قائم کی تو عبداللہ بن زبیر نے ان سے بیعت طلب کی تو محمد نے ان کی بیعت سے انکار کیا۔دوسری طرف مختار نے کوفہ میں لوگوں کو محمد ابن حنفیہ کی طرف دعوت دی تو عبداللہ بن زبیر نے ڈر کر کہ کہیں لوگ محمد حنفیہ کی طرف نہ جائیں انہیں اور ان کے ساتھیوں کو اپنی بیعت کی طرف دعوت دی جب انہوں نے دعوت قبول کرنے سے انکار کیا تو انہوں نے چاہ زم زم کے پاس ایک کودال کھودی اور اسے زندان نما بنایا اور اسے وہاں حبس کیا نیز قتل کرنے کی دھمکی دی۔اس پر محمد حنفیہ نے مختار کو خط لکھا اور ان سے مدد طلب کی تو مختار نے وہ خط اپنے ساتھیوں کو پڑھایا اور ان سے کہا یہ تمہارا مہدی زمانہ ہے۔اہل بیت پیغمبرؐ ہے اور مجھے اپنی مدد کیلئے پکار رہا ہے تو ظبیان بن عمارہ کو ۴۰۰۰ چار ہزار آدمیوں کے ساتھ ۴ لاکھ درھم دے کر مکہ بھیجا۔یہ جھنڈا لے کر مسجد الحرام میں داخل ہوئے اور بلند آواز سے امام حسین کے خون کا بدلہ لینے کا اعلان کیا یہاں تک کہ وہ زم زم تک پہنچ گئے۔عبداللہ بن زبیر نے ان کی اسلحے کے طور پر لائی گئیں لکڑیاں جمع کیں تا کہ مسجد کے دروازے پر جلا دیں لیکن انہوں نے مسجد الحرام کے دروازے بند کئے۔اور محمد حنفیہ سے کہا ہمارے اور راس دشمن خدا عبداللہ ابن زبیر میں سے ایک کو انتخاب کرو تو محمد حنفیہ نے کہا میں خانہ خدا میں جنگ کی اجازت نہیں دیتا۔چنانچہ محمد حنفیہ ۴ ہزار آدمیوں کے ہمراہ درہ علی گئے۔

جب مختار کی حکومت قوی ہوئی تو اس نے نزول وحی کا دعویٰ کیا۔فرقہ سبائیان سے ملا انہوں نے اس کے حجت خدا ہونے کا اعلان کیا اس کے بعد پھر اس نے دعویٰ نبوت کیا۔محمد حنفیہ نے جب یہ خبر سنی تو سوچا کہیں ان کے نام سے دین میں فتنہ فساد قائم نہ ہو چنانچہ آپ نے کوفہ جانے کا ارادہ کیا جب یہ خبر مختار کو پہنچی تو وہ ڈر گیا کہ کہیں اس کے بدعات اباطیل کشف نہ ہو جائیں چنانچہ اس نے کہا مہدی وہ ہے جس پر تلوار اثر نہ کرے یہ خبر سننے کے بعد محمد بن حنفیہ اسکے عزائم سے باخبر ہوئے اور کوفہ جانے سے منصرف ہوئے آپ نے مدینہ میں وفات پائی اور بقیع کے قبرستان میں دفن ہو گئے لیکن ان کے ماننے والوں کا عقیدہ ہیں کہ وہ جبل رضوی میں ہیں اور وہ مہدی موعود ہیں۔

ان کا عقیدہ ہے امیر المومنین کی شہادت کے فوراً بعد یا حضرت امام حسین کی شہادت کے بعد امامت محمد حنفیہ میں منتقل ہوئی ہے اس کے بعد پھر اس گروہ میں شگاف پڑا۔ایک نے محمد حنفیہ پر توقف کیا اور انہی کو مہدی موعود قرار دیا اور کہا وہ اب مدینہ کے جبل رضوی میں ہیں جبکہ دوسرے گروہ نے ان کے بیٹے ابی ہاشم میں امامت کو منتقل کیا اور ابی ہاشم نے اپنے بعد محمد ابن علی ابن عبداللہ بن عباس کو وصی قرار دیا۔

۳۔زیدیہ:

زید بن علی بن حسین کی امامت اور ان کے بعد ان کے بیٹے یحیٰی زید کی امامت کے معتقد ہیں۔زید بن علی ابن حسین نے کوفہ میں حجاج بن یوسف ثقفی والی شام کے خلاف قیام کیا سولہ ہزار نے ان کی بیعت کی تھی لیکن شیخین خلیفہ اول و دوم پر لعنت نہ کرنے پر ان کے لشکر نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔آپ نے چار ہزار لشکر کے ہمراہ جنگ لڑی یہاں تک سنہ ۱۲۰ھ کو کوفہ میں شہید ہوئے۔آپ کی قبر کو نبش کیا گیا اور آپ کو سولی پر چڑھایا گیا اور پھر جلایا گیا۔زیدیہ کہتے تھے حضرت علی افضل الصحابہ تھے لیکن خلافت کو ابوبکر کو سونپا کیونکہ انہوں نے اس میں مصلحت دینی دیکھی اور فتنہ برپا ہونے کے خطرہ کو ٹال دیا۔فرقہ زیدیہ نص بر امامت کے بارے میں نص جلی کے منکر اور نص خفی کے قائل ہیں۔

زیدیہ فرقہ حضرت زید ابن علی ابن حسین کے قیام سے شروع ہوا۔اس فرقے کے بنیادی عقائد یہ ہیں:

۱۔امامت انتخاب سے ہوتی ہے امام کیلئے منصوص من اللہ اور معصوم ہونا ضروری نہیں ہے۔

۲۔امامت کا اولاد فاطمی سے ہونا ضروری ہے۔صاحب فرق ص ۲۱۸ پر لکھتے ہیں زیدیہ مہدویت کے قائل نہیں ہیں۔

۳۔امام عالم ہونے کے علاوہ قیام بالسیف بھی کرے اس شرط کے پیش نظر زیدی امام سجاد امام محمد باقر امام جعفر صادق کو امام نہیں مانتے۔زیدی حضرت زید اور ان کے فرزند یحییٰ ابن زید کے بعد متفرق و منتشر ہوئے۔زیدی نہ امامت میں نص کے قائل ہیں نہ عصمت کے قائل ہیں۔زیدی کو نہ شیعہ کہہ سکتے ہیں اور نہ ہی سنی کہہ سکتے ہیں کیونکہ یہ امامت کیلئے نسل فاطمی ہونے کی شرط لگاتے ہیں لیکن اس کے باوجود انہیں شیعہ کہا جاتا ہے فرہنگ فرق اسلامی اپنی کتاب کے ص ۲۱۶ پر لکھتے ہیں ان کے مندرجہ ذیل سولہ فرقے ہیں:

۱۔ابرقیہ	۲۔ادریسیہ	۳۔جارودیہ (سرحوبیہ)	۴۔جریریہ (سلیمانیہ)
۵۔حسنیہ	۶۔حسینیہ	۷۔خشبیہ (سرخابیہ)	۸۔خلیفہ
۹۔ذُکینیہ	۱۰۔ذکیریہ	۱۱۔یعقوبیہ	۱۲۔صباحیہ
۱۳۔عجلیہ	۱۴۔قاسمیہ	۱۵۔مرثیہ	۱۶۔نعیمیہ

۱۔ابرقیہ:[فرہنگ فرق اسلامی ص ۱۳]

ابرقیہ کا تعلق فرقہ زیدیہ سے ہے جو عباد بن ابرقہ کوفی کے ساتھیوں میں سے تھے جنہوں نے فرقہ جارودیہ کے ساتھ اختلاف رکھا اور شیخین کا انکار نہیں کیا اور متعہ اور رجعت کو قبول نہیں کیا۔[کتاب مشارق انوار الیقین فی اسرار امیر المومنین ص ۲۱۰]

۲۔ادریسیہ:[فرہنگ فرق اسلامی ص ۴۲]

ادریس بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن حسن ابن علی بن ابی طالب جو دولت ادارسہ مغرب اقصیٰ کا مؤسس تھا کے پیروکاروں کو کہا جاتا ہے۔اس نے پہلی مرتبہ حسین بن علی بن حسن بن حسن کے ساتھ ھادی کی خلافت کے دور میں خروج کیا یہ لوگ مکہ کے قریب مقام فخ پر سب قتل ہوئے۔یہ اپنے بھائی محمد بن عبداللہ کے حکم کے مطابق مغرب کی طرف روانہ ہوا اور ۱۷۲ھ میں وہاں پر علوی اور شیعی حکومت تاسیس کی اور اپنی خلافت کے مرکز کو شہر ولیلہ جو کہ مراکش کے نزدیک تھا کو قرار دیا جو آج قصر فرعون کے نام سے مشہور ہے۔چونکہ مراکش کے لوگ اس کے نسب کو جانتے تھے اس لئے اسے محترم سمجھا اور بنی عباس کی طرف سے حاکم جوان پر حکومت کرتا تھا اسے بے دخل کیا اور ۴ رمضان بروز جمعہ ۱۷۲ھ میں اسے خلافت پر واگزار کیا۔یہ ایک جنگجو تھا اور مغرب کے مختلف شہروں کو جن میں فارس اور تلمیسان تھے وہاں سے لڑتا ہوا اپنے محل خلافت تک واپس پلٹا۔ادریس نے ۱۷۴ھ کو صفر کے مہینے میں تلمسان میں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی اس مسجد کے منبر پر اس کا نام لکھا ہوا تھا جو ابن خلدون کے زمانے تک باقی رہا۔کہا جاتا ہے ادریس جس زمانے میں اپنے بھائی محمد ابن عبداللہ کے حکم کے مطابق عباسیوں کے ہاتھوں سے مغرب کی طرف فرار ہوا اس کا ایک غلام بنام راشد تھا جو ہر جگہ اس کے ساتھ رہتا یہاں تک کہ وہ مصر پہنچا۔چونکہ عباسی اس کا پیچھا کر رہے تھے اس نے اپنے غلام کے مشورے کے مطابق خود کو قیروان کے پیروان تک پہنچایا اور فارس اور منجا کے شہر گیا۔بربر کے لوگوں نے اس کی بیعت کی اور اسے امامت کے

منصب پر فائز کیا۔جب یہ خبر ہارون رشید تک پہنچی تو وہ اس کی طرف سے پریشان ہوااور اپنے وزیر یحییٰ بن خالد برمکی سلیمان بن جریر کے مشورے کے مطابق جو کہ فرقہ بتریہ اور زیدیہ کے خطیب میں سے تھا ادریس کو مارنے کیلئے افریقہ کیلئے روانہ کیا۔اس نے ایک دن سلیمان بن جریر کے ساتھ خلوت میں ایک عطر کی شیشی کے ذریعے جو کہ زہر آلود تھی اسے مسموم کیااور ہارون کی طرف روانہ ہوا جب ادریس مر گیا تو اس کے غلام راشد نے اس کی بیوی جو کہ حاملہ تھی اس کی سرپرستی اپنے ذمہ لی اور جب اس کے ہاں ایک فرزند پیدا ہوا تو اس کا نام اپنے باپ کے نام سے موسوم کیا۔ادریس بن عبداللہ ۱۷۷ھ میں مرا۔

۳۔ جارودیہ:[فرہنگ فرق اسلامی ص۱۳۴]

فرقہ جارودیہ یا سرحوبیہ زیدیہ کے فرقوں میں سے ایک ہے جو کہ ابوالجارود یا ابوالنجم زیاد ابن منذر عبدی سے منسوب ہے۔جس نے ۱۵۰ھ میں وفات پائی جو اس کے پیروں کاروں میں سے تھا۔ان کا کہنا ہے امام حسینؑ کے بعد ان دونوں کی نسل سے جو قیام بالسیف کریں گے او رعالم وشجاع ہونگے وہ امام ہیں پیغمبر اسلام نے حضرت علی کو وصف بہ امامت منصوص کیا ہے نہ کہ نام لے کر لہٰذا جس کسی نے کسی دوسرے کی بیعت کی وہ گمراہی اور کفر میں مبتلا ہوا۔فرقہ جارودیہ زید ابن علی ابن حسین کی امامت کے بعد محمد ابن عبداللہ بن حسن بن حسن کی امامت کے قائل ہوئے۔ان میں سے بعض کا کہنا ہے کہ وہ نہیں مرا اور ایک دن خروج کرے گا۔ان میں سے بعض دیگر قاسم علوی صاحب وطالقان بعض یحییٰ بن عمر صاحب کوفہ کو امام مانتے تھے ان کی اکثریت کانظریہ زیدیہ کی مانند ہے کہ ہر فاطمی جو کہ تلوار اٹھائے اور قیام کرے اور لوگوں کو دین اور تقویٰ کی طرف دعوت دے وہ امام ہے۔جیسا کہ ہم نے بتایا ہے کہ جارودیہ کے ائمہ میں سے ایک محمد ابن عبداللہ بن حسن بن حسن ہے۔ان کا کہنا ہے ابوحنیفہ نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی جب یہ خبر منصور خلیفہ عباسی تک پہنچی تو اس نے انہیں تا دم مرگ زندان میں ڈالا۔محمد مذکور کی موت کے بعد فرقہ جارودیہ محمد ابن قاسم بن علی ابن حسن بن علی صاحب طالقان وری کی امامت کا معتقد ہوا وہ معتصم خلیفہ عباسی کے دور میں گرفتار ہوا اور اس کے زندان میں مرا۔اس کے بعد فرقہ جارودیہ کا ایک گروہ یحییٰ ابن عمر کی امامت کے معتقد ہوئے وہ بھی مستعین باللہ خلیفہ عباسی کے دور میں مارا گیا اور اس کے سر کو محمد ابن عبداللہ بن طاہر کے پاس لے جایا گیا۔ابوالجارود زیدیہ کے علماء میں سے تھا۔کشی میں بیان ہوا ہے کہ ابوعبداللہ امام جعفر صادقؑ نے زیاد بن منذر اعمیٰ ابوالجارود کو سرحوب کا لقب دیا اور اسے جھوٹوں میں شمار کیا نجاشی لکھتا ہے کہ زیاد بن منذر ابن الجارود ھمدانی الخارقی اعمی کوفی جو کہ پیدائشی اندھا تھا امام محمد باقر کے اصحاب میں سے تھا۔امام جعفر صادقؑ نے اسے لعن کیا اور فرمایا انہ اعمی القلب واعمیٰ البصر اور اس کی سختی سے مذمت کی۔شیخ کلینی نے اپنی مرویات کی ایک کثیر تعداد کو اس فرقے کے ایک داعی ابن عقدہ سے استناد کیا ہے اسکا شمار ان کے استادوں میں کیا جاتا ہے۔جیسے تفسیر حسن عسکری کا ایک بڑا حصہ منذر ابن جارود سے منسوب ہے اور یہ روایات ہمارے فقیہ سرگودھا کے بہت سے فتوؤں کی سند ہیں۔

۴۔ جریریہ:[فرہنگ فرق اسلامی ص۱۳۷]

جریریہ یا سلیمانیہ۔سلیمان بن جریر کے پیروکاروں کو کہا جاتا ہے جو زیدیہ کے فرقوں میں سے ایک ہے۔

۵۔ حسنیہ:[فرہنگ فرق اسلامی ص۱۵۷]

حسن ابن زید ابن حسن ابن علی ابن ابی طالب کے پیرو کاروں کو کہا جاتا ہے جو فرقہ زیدیہ سے ایک ہے۔اس نے ۲۵۰ھ میں سلیمان بن عبداللہ بن طاہر بن طاہر جو مازندران پر حکومت کرتا تھا کے خلاف شورش کی اور گرگان پر تسلط حاصل کیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی محمد ابن زید اس کی جگہ پر بیٹھا محمد اپنے اور محمد ابن ہارون کے درمیان جنگ کے دوران مارا گیا۔

۶۔حسینیہ:[فرہنگ فرق اسلامی ص ۱۵۸]

حسینیہ زیدیہ کے فرقوں میں سے ایک ہے۔ان کا کہنا ہے جو بھی آل محمد سے خروج کرے وہ امام مفترض طاعہ ہے۔ حضرت علیؑ اپنے زمانے میں امام تھے اور انہوں نے اپنی امامت کا اظہار بھی کیا ان کے بعد ان کے بیٹے حسین ابن علی امامت پر پہنچے اور یزید کے خلاف خروج کیا اور کربلاء میں شہید ہوئے۔زید نے بھی خروج کیا اور کوفہ میں قتل ہوئے۔یحیٰ بن زید نے بھی خروج کیا اور خراسان میں مارے گئے۔عیسیٰ بن زید نے بھی خروج کیا اور ۱۶۸ھ میں شہید ہوئے۔ان کے بعد محمد ابن عبداللہ بن حسن نے خروج کیا اور وہی محمد نفس ذکیہ ہیں جنہوں نے منصور کے زمانے میں خروج کیا اور اس کے حکم کے مطابق مدینہ میں مارے گئے۔

۷۔خشبیہ:[فرہنگ فرق اسلامی ص ۱۸۱]

خشبیہ یا سرخابیہ جو کہ سرخاب طبری کے پیرو کاروں میں سے ہے۔یہ زیدیہ کے فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے جس نے مختار ابن عبد ثقفی کے زمانے میں ظہور کیا چونکہ ان کے پاس خشب (لکڑی) کے علاوہ کوئی اور اسلحہ نہیں تھا اس وجہ سے انہیں خشبیہ کہا جاتا ہے۔ابن تیمیہ نے منھاج السنہ میں لکھا ہے جب زید کو سولی پر چڑھایا گیا تو اس کے پیرو کاروں میں سے ایک گروہ راتوں کو سولی کے پاس اس کی زیارت کیلئے جاتا۔یہ فرقہ ہشام بن عبدالملک کے زمانے میں زید بن علی ابن حسین کی شہادت کے بعد اٹھا۔ان میں سے بعض کا کہنا ہے ہم امام معصوم کے ساتھ تلوار اٹھا کر جنگ لڑیں گے چونکہ امام معصوم اس زمانے میں نہیں اس لیے ان کے آنے تک ہمارا اسلحہ لکڑی ہے اور ہم اسی کے ساتھ جنگ کیلئے اٹھیں گے۔ اس وجہ سے بھی انہیں خشبیہ کہا جاتا ہے۔

۸۔خلفیہ:[فرہنگ فرق اسلامی ص]

۹۔دکینیہ:[فرہنگ فرق اسلامی ص ۱۹۵]

یہ فرقہ زیدیہ میں سے ہے جو فضل ابن دکین کے ساتھی تھے۔[مفاتیح العلوم خوارزمی ص ۲۱]

۱۰۔ذکیریہ:[فرہنگ فرق اسلامی ص ۱۹۷]

ان کا تعلق فرقہ زیدیہ سے ہے جو ذکیر بن صفون کے ساتھیوں میں سے تھے۔بیان الادیان ص ۳۴

۱۱۔صباحیہ:[فرہنگ فرق اسلامی ص ۲۱۷]

فرقہ زیدیہ کا ایک فرقہ ہے جو ابو بکر کی امامت کے قائل تھے ان کا کہنا ہے باوجودیکہ علی افضل ہیں لیکن ان کی امامت پر کوئی نص ہمارے پاس نہیں ہے۔

۱۲۔عجلیہ:[فرہنگ فرق اسلامی ص ۳۳۳]

زیدیہ کے فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے جو ھارون بن سعید عجلی کے پیرو کاروں میں سے تھا۔یہ ہارون امام جعفر صادق

کے اصحاب میں سے تھا۔شیخ طوسی نے بھی اپنی رجال میں انھیں امام جعفر صادق کے اصحاب میں شمار کیا ہے اور لکھتے ہیں ہارون بن سعید عجلی کوفی تھا اور اسے بجلی بھی کہا جاتا تھا جو کہ غلط ہے جبکہ عجلی صحیح ہے یہ مذہب زیدیہ کے روسا میں سے ہے اور ابراہیم بن عبداللہ بن حسن محض جو ۱۴۵ھ میں مارا گیا ان کے ساتھ تھا۔

۱۳۔قاسمیہ:[فرہنگ فرق اسلامی ص ۳۵۵]

یہ بھی زیدیہ کے فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے قاسمیہ قاسم بن ابراہیم بن اسماعیل الحسنی علوی مکی بن ابو محمد معروف بہ الرسی (۱۶۹۔۲۴۶) کے پیروکاروں کو کہا جاتا ہے جو کہ ایک فقیہ اور شاعر تھا اور زیدیہ کے ائمہ میں سے تھا اور ابن طباطبا محمد بن ابراہیم کا ماں کی طرف سے بھائی تھا۔

وہ مدینہ کے اطراف میں جبال قدس میں مقیم تھا اس نے اپنے بھائی محمد بن ابراہیم کی موت کے بعد ۱۹۹ھ کو دعوئ امامت کیا اور الرس میں جو کہ ایک سیاہ پہاڑ ذی الحلیفہ کے نزدیک مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے پر مر گیا۔اس نے ۲۳ سال تو حیداور زیدیہ کے عقائد کے بارے میں اور رافضہ کی رد میں لکھا ہے۔حسین بن حسن بن قاسم زیدی صاحب یمن نے اس مذہب کو دیلمین اور رویان میں رواج دیا یہ ہدایت اور رہبری میں یمن کے زیدیہ کے اماموں کی پیروی کرتے تھے۔

۱۴۔نعیمیہ:[فرہنگ فرق اسلامی ص ۴۴۷]

فرقہ زیدیہ کا ایک فرقہ ہے جو نعیم بن یمان کے پیروکار تھے۔انکے عقیدہ کے مطابق علی پیغمبر کے بعد لوگوں میں سب سے افضل ہیں اور جنہوں نے انکی بیعت کو ترک کیا ان افراد نے افضل کو ترک کیا اور خطا کار ہیں یہ عثمان اور دشمنان علی سے دوری اختیار کرتے ہیں اور انھیں کافروں میں شمار کرتے ہیں۔

۱۵۔یعقوبیہ:[فرہنگ فرق اسلامی ص ۴۷۷]

فرقہ زیدیہ کا ایک گروہ یعقوب بن عدی کوفی کے پیروکار ہیں یہ رجعت کا انکار کرتے ہیں لیکن ان لوگوں سے جو رجعت کے معتقد تھے دشمنی نہیں کرتے تھے اس کے علاوہ یہ عذاب قبر سوال و جواب اور منکر و نکیر اور شفاعت کے منکر ہیں۔یہ ابوبکر اور عمر وعثمان کی امامت کے بھی منکر ہیں لیکن انھیں گمراہ نہیں سمجھتے تھے۔

فرقہ زیدیہ امام کیلئے منصوصیت اور معصومیت کے قائل نہیں بلکہ یہ فاطمی ہونے کے علاوہ قیام بالسیف کی شرط عائد کرتے ہیں اس حوالے سے شیعہ اثنا عشری تین نکات سے ان سے اختلاف رکھتے ہیں:

۱۔یہ منصوصیت کے منکر ہیں۔

۲۔یہ معصومیت کے منکر ہیں۔

۳۔یہ قیام بالسیف کے قائل اور اثنا عشری امام حسین کے بعد کسی بھی امام کے قیام بالسیف کے قائل نہیں لہٰذا وہ زیدیہ سے بھی تین نکات میں اختلاف رکھتے ہیں۔

غلو مادۂ غلا سے ہے غلو افراط وتفریط کرنے ،خیانت کرنے اور حدود و قیود سے تجاوز کرنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔دین و مذہب اور قائدین مذہب کے بارے میں غلو گیری کی صحیح تاریخ پیدائش دقیق انداز سے بتانا ایک مشکل امر ہے تاہم قرآن کریم میں اس عمل کو عمل مبغوض و ناپسند عمل قرار دیا گیا ہے۔

﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللّٰهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ انْتَهُوا خَيْرًا لَكُمْ إِنَّمَا اللّٰهُ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ سُبْحَانَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَفَى بِاللّٰهِ وَكِيلًا﴾ (نساء ۱۷۱) ﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ﴾ (مائدہ ۷۷)

یہود و نصاریٰ کو دین و رہبرانِ دین کے بارے میں غلو کرنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ یہ دونوں اپنے رہبران کے بارے میں مثلاً یہود حضرت عزیرؑ کے بارے میں اور نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں غلو پھیلاتے تھے۔ دین اسلام میں غلو پھیلانے کی ابتداء وفات پیغمبر اکرمؐ کے بعد ہوئی۔

کتاب میزان الحکمت حدیث نمبر ۱۴۹۵۳ میں پیغمبر اکرمؐ نے امام علیؑ سے فرمایا: ''میری امت کی مثال مسیح ابن مریم کی مانند ہے، جس طرح نصاریٰ نے حضرت مسیحؑ کے بارے میں غلو کیا، اُسی طرح میری امت میں سے ایک گروہ آپؑ کے بارے میں غلو کرے گا''

چنانچہ خود امیر المومنینؑ کے کلمات میں ملتا ہے: ''میرے حوالے سے دو گروہ ہلاکت کا شکار ہونگے، ایک گروہ مجھ سے دشمنی وعداوت رکھنے کی وجہ سے اور دوسرا گروہ میری محبت میں غلو کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوگا''۔

حدیث نمبر ۱۴۹۶۲ میں حضرت امیرؑ فرماتے ہیں: ''اپنے جوانوں کو غلو سے بچا کے رکھو کہیں غالی انھیں فاسق نہ بنا دیں کیونکہ غالی بدترین مخلوق خدا ہیں''۔ امام جعفر صادقؑ کے دور میں آپؑ نے غلو پھیلانے والے ابو الخطاب اور اُس کے گروہ کے بارے میں فرمایا:

''اُن کے ساتھ مت بیٹھو، ان کو مت کھلاؤ اور ان کے ساتھ مصافحہ نہ کرو، جو ہمارے بارے میں غلو کرتے ہیں وہ ہم سے نہیں ہے''۔

غلات حدود سے تعدی تجاوز کرنے والوں کو کہتے ہیں یہ تعدی تجاوز کبھی مدح ومنقبت میں ہوتی ہے جہاں ایک مخلوق کی مدح کر کے اسے مقام خالق وربوبیت تک لے جاتے ہیں یا انہیں علم قدرت غیر محدود سے متصف کرتے ہیں جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں کیا تھا دوسرا نفرت وعداوت میں تعدی تجاوز کی بنیاد پر کسی مسلمان کو کافر ومشرک گردانتے ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا گروہ خوارج کا ہے جنھوں نے گناہ کبیرہ کرنے والے کو کافر قرار دیا انہوں نے خلفاء کو بھی کافر قرار دیا جو ۲۳ سال نبی کریم کے ساتھ دعوت الی اللہ میں شریک رہے انہیں انتہائی قبیح کلمات میں سب وشتم کرتے تھے۔

شیعہ غالی ائمہ طاہرینؑ کو بریلوی نبی کریم کو صوفی اپنے اولیاء کو خالق مدبر رازق مخلوقات گردانتے ہیں۔ ان کی نظر میں یہ علم ما کان وما یکون کے ساتھ قادر کل شیء ہیں اور اس کی سند میں کہتے ہیں:

۱۔ اللہ نے ان میں حلول کیا ہے لہٰذا تمام صفات اللہ ان میں موجود ہیں یہ مظہر اللہ ہیں۔

۲۔ اللہ نے پہلے ان کو خلق کیا پھر باقی کائنات کی تخلیق وتدبیر ان کے سپرد کی ہے۔

۳۔ بعض عبادات اذکار ریاضت کے مراحل طے کرنے کے بعد اللہ انھیں اپنے جیسا بنا دیتا ہے۔

ڈاکٹر محمد جواد مشکور نے اپنی کتاب "فرہنگ فرقِ اسلامی" کے صفحہ ۴۴۳ پر لکھا ہے ان کی کل تعداد ۱۵۰ ہے ان میں غالی شیعوں کا ایک فرقہ ہے جو آئمہ ؑ کے بارے میں حد سے زیادہ غلط گوئی کرتا ہے یہ انہیں خدا کے برابر، ان کے خدا میں حلول کرنے، خدا کا ان میں حلول کرنے یا خدا اور ان کو برابر گردانتے جیسے فاسد عقائد کا حامل۔

روایت سازی میں غلات کا کردار:

۳۔غلات:

نفاق و منافقین دوسری صدی میں اپنے نئے چہرے غلات کی صورت میں نمودار ہوئے ہیں۔

دین اسلام کو تہس نہس کرنے کیلئے غالیوں نے روایت سازی کا بازار عکاظ بنایا ہے ان کے اس جرم و جنایت کا اندازہ اس وقت تک نہیں لگایا جاسکتا جب تک علم روایت علم رجال کی ایکسرے مشین سے نہ گزاریں لہٰذا ضروری ہے کہ پہلے علم رجال کے بارے میں مختصر بحث کریں۔علم رجال وہ علم ہے جس میں محدث و مخبر سے لے کر اس کی آخری سند جہاں سے اس نے نقل کیا ہے تمام مسائل میں واقع شخصیات کو ایک ایک کر کے ان کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔وہ کون تھے اس کا کیا نام ہے باپ کا کیا نام ہے کس شہر میں رہتے تھے کس سنہ میں پیدا ہوئے مخبر عنہ سے اس کا رابطہ کیسے، کتنا اور کب سے ہوا وغیرہ اسی طرح اس کی دین و دیانت مذہب کیا ہے وہ کس سے زیادہ نقل کرتے تھے۔ان تمام نکات سے آگاہ ہو جانا ضروری ہے کسی بھی شخص کو یہ سوال کرنے کا حق پہنچتا ہے۔اس علم کی ضرورت کیسے پڑی اور کیا یہ علم ایک علم رجالی کی صورت میں وجود میں آیا ہے اور کن افراد نے اس علم کا آغاز کیا اور اب تک اس بارے میں کتنی کتابیں لکھی گئی ہیں اور ان کتابوں پر کتنا اعتماد و بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔

ان سوالات متعددہ کا جواب اس فن کے ماہرین نے اس طرح سے دیا ہے۔کہتے ہیں جب نبی کریم سے فاصلہ بڑھتا گیا اور خلافت اسلامی کی بساط لپیٹ دی گئی دین اسلام کو تحریف کرنے کا آغاز شروع ہوا اور حکومت بنی امیہ جو عصبیت جاہلیت پر وجود میں آئی تو اس دور میں منافقین عرب یہود و مسیحیوں اور مجوس شکست خوردہ عناصر معاشرہ میں سرگرم ہوئے۔یہاں تک ارباب اقتدار کے درباروں میں پہنچے اور ان کی خوشنودی ان کی برائیوں پر مہر تصدیق لگانے کیلئے حدیث سازی کی مہم شروع کی گرچہ بنی امیہ کے دور میں یہ عمل سست رفتاری میں چلا لیکن بنی عباس کے دور میں جب فارس حقیقت میں اقتدار پر آیا اور خلفاءِ بنی عباس کو اقتدار کے نشہ میں مستغرق دیکھا تو علم کے نام سے ثقافت کے اقتدار کو اپنے ہاتھوں میں لیا۔یہاں تک تیسری صدی اور چوتھی صدی میں حدیث فروشوں کی دکانیں گلی و بازاروں میں عام ہو گئیں۔تو اسلام کے دردمندوں نے سوچا کہ ان دشمنان اسلام کی سازش کو ناکارہ بنایا جائے انہوں نے اس علم کی بنیاد رکھی کہ جس میں راوی کے بارے میں بحث کریں کہ یہ روایت کس کے توسط سے نقل ہوئی وہ کس قسم کا انسان تھا جب تک تسلسل روایت میں موجود تمام راویوں کا دین و ایمان صداقت ثابت نہ ہو اس روایت کو حجیت کی سند نہ دیں جس نے بھی اس علم کا ابتکار کیا ہے وہ مستحق داد و تحسین ہے اللہ انھیں اجر عظیم درجات رفیعہ عنایت کرے۔

لیکن قارئین کرام کی خدمت میں یہ وضاحت کرنے کی بھی ضرورت ہے کہ دنیا میں ایک صنعت ایجاد ہونے کے بعد اس کے مخالفین بھی سرگرم ہوتے ہیں بطور مثال قدیم زمانہ میں انسان تلوار تیر و نیزہ سے دوبدو جنگ لڑتے تھے جب کسی نے بندوق کو ایجاد کیا تو دور سے وار کیا جاتا اور تلوار والے بے بس ہو گئے یہ دور سے مارنے والا اسلحہ جب وجود میں آیا تو اسکو

ناکارہ بنانے کیلئے ہوا سے مارنے کا اسلحہ وجود میں آیا جب اس سے بے بس ہوئے تو جہاز کے ذریعہ مارنے کا اسلحہ وجود میں آیا جسے میزائل کہتے ہیں میزائل وجود میں آیا تو اس کا توڑ پیش کرنے کیلئے ایک اور اسلحہ وجود میں لایا گیا۔

یہی طریقہ صنعت فکر میں بھی رائج ہے جب روایات میں جھوٹی روایت کا سلسلہ شروع ہوا تو اہل حدیث و روایت نے حدیث و روایت کو بچانے کیلئے علم رجال ترتیب دیا۔ دوسروں نے رجال پر نقد رجال لکھنا شروع کیا تو نقد و تعدیل کا سلسلہ شروع ہوا۔ غرض علم رجال ایک ایسا علم ہے جو احادیث نبی کریم کو حجیت بخشنے کیلئے ہے اس سے بے نیاز نہیں ہوا جا سکتا اس لئے اس سے آگاہی ضروری ہے لہٰذا ہمیں اس سلسلہ میں چند مراحل و مراتب سے گزرنا ضروری ہے:

۱۔اب تک علم رجال پر لکھی گئی کتابیں کون کون سی ہیں اور ان کی نوعیت کیفیت کیسی ہے اور کس حد تک ان پر اعتماد بھروسہ کیا جا سکتا ہے اس سلسلہ میں جو اس وقت ہمارے لئے میسر تھا وہ مندرجہ ذیل کتب ہیں:

۱)۔رجال اور فہرست شیخ طوسی: اس بارے میں دو کتابیں لکھیں ہیں ایک علم رجال کے نام سے معروف ہے دوسری فہرست شیخ طوسی ہے ان دو کتابوں میں زیادہ تر شیخ طوسی تک جتنے علماء محدثین گزرے ہیں ان کے نام لکھے گئے ہیں اور ان کی تالیفات کا ذکر کیا ہے بعض جگہ پر نام لکھنے پر اکتفا کیا ہے جبکہ بعض جگہ پر اس کا مختصر تعارف کیا ہے۔

۲)۔رجال برقی: تالیف احمد بن محمد بن برقی، یہ کتاب رجال برقی کے نام سے معروف ہے لیکن یہ کتاب اپنی جگہ دو اختلاف کی حامل ہے ایک تو یہ کس نے لکھی ہے دوسرا اس کا لکھنے والا بذات خود کیسا آدمی تھا۔

۳)۔رجال نجاشی جو شیخ طوسی کے دور میں تھے۔

۴)۔ضعفاء الرجال تالیف حسین۔

۵)۔خلاصہ علامہ حلی۔

۶)۔رجال ممقانی۔

۷)۔جامع رواۃ۔

۸)۔تنقیح المقالفی علم رجال۔

۹)۔رجال بحر العلوم۔

۱۰)۔رجال الحدیث۔

۱۱)۔قاموس رجال۔

مندرجہ بالا کتب اہل تشیع کے علماء اعلام نے لکھی ہیں۔

وہ کتب رجال جو اہل سنت والجماعت نے لکھی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہے:

۱)۔الاصابۃ فی التمیز الصحابہ۔

۲)۔اسد الغابہ فی تمیز الصحابہ۔

۳)۔لسان المیزان۔

۴)۔طبقات کبریٰ۔

۵)۔تہذیب التہذیب۔

۶)۔مسند صحابہ۔

۷)۔مشاہیر وفیات۔

۸)۔الوافی للوفیات۔

۹)۔ضوع الامع۔

۱۰)۔انصاب الاشراف۔

۱۱)۔الانصاب۔

علم رجال آنے کے بعد نقد بر نقد کتب رجال آنا شروع ہوئیں کسی نے اگر کسی کو ضعیف گردانا تو دوسرے نے اس کی توسیع و تائید کی تیسرے نے آ کر اس پر بحث و تحقیق کی اور اپنے مدعا کو دلائل و براہین سے ثابت کر کے دوسرے کی صحت کو باطل گردانا۔ علم رجال کے توسط سے بہت سی جعلی روایت سازوں سے کشف نقاب کیا اور ان کے برے عزائم سے پردہ

ہٹایا اور منقول روایات کو حجت سے گرایا تو حدیث سازوں کے حامی اہل حدیث اور اخباریین نے جب دیکھا کہ حدیث علم رجال کے ہوتے ہوئے حدیث کی حجت کو منوانا ناممکن ہے تو انہوں نے ایک ایسا ڈنڈا ایجاد کیا کہ جسے کسی بھی حدیث کو مشکوک گردانے والے کے سر پر ماریں وہ اس شخص پر منکر حدیث کی تہمت لگانا ہے یا اس شخص کو قادیانی فرقہ سے یا اس سے وابستہ گروہوں سے منسوب کر کے مخدوش قرار دینے کی کوشش کی ہے۔

ضعیف روایتوں کو سند بخشنے کیلئے فرقہ کو استعمال کیا گیا کہ ہم دوسرے فرقہ کی حدیث کو قبول نہیں کریں گے چنانچہ مرحوم علامہ مرتضیٰ عسکری نے ۱۵۰ اصحابہ کا ذکر کیا جو روایات بناتے تھے اور ان کی روایت سازی کے ثبوت کیلئے دو جلد کتابیں لکھی ہیں اہل سنت والجماعت کی روایت کو مسترد کرنے کیلئے انھوں نے دو ضخیم کتابیں لکھی ہیں جس میں ۱۵۰ راویوں کا ذکر کیا ہے۔لیکن مرحوم نے اپنے فرقہ کے اخباری غالی راویوں کا ذکر کرنے سے گریز کیا ہے لیکن مرحوم علامہ محمد باقر ملدونی نے ضعفاء الرجال الحدیث کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس میں بہت بڑے بڑے مشہور راویوں کے کردار اور دین کی تخریب کاری میں ان کے کارنامے بیان کئے ہیں۔انہوں نے اہل کتاب میں ان راویوں کا ذکر کیا ہے۔

اسباب وعوامل ظہور غلات:

استاد اسد حیدر مورخ کبیر جلیل القدر اپنی گرانقدر کتاب ''امام صادق اور مذاہب اربعہ'' ج ۴، ص ۱۳۶ پر تاریخ غلات کے آغاز کے بارے میں لکھتے ہیں: اس کی تاریخ ہمیں اسلام کے ابتدائی دور سے ملتی ہے۔جب نبی کریمؐ کے سامنے جزیرۃ العرب کے ظالم و جابر اور مفاد پرست افراد اپنی عوام کے ساتھ بادل ناخواستہ دین اسلام میں داخل ہوئے تو انھوں نے جب اپنے خودساختہ مذاہب کے تصورات کو نبی کریمؐ کی دعوت سے متصادم پایا تو تہہ دل سے دین اسلام کو قبول نہیں کیا، بلکہ دین اسلام سے انتقام لینے کی آگ ان کے اندر سُلگھ رہی تھی۔غالیوں کی اکثریت اسلامی جنگوں کے دوران فارس اور شام حیرہ وغیرہ کے مفتوحہ علاقوں کے اُسرا کی تھی، چنانچہ انھیں کوفہ میں بسایا گیا اس وقت کوفہ مجوس، مسیحی اور شکست خوردہ یہودیوں کا مرکز تھا۔

جلد ۴، ص ۱۳۷ پر استاد اسد حیدر لکھتے ہیں: پہلی صدی ہجری میں کوفہ صنعت و تجارت کا ایک بڑا مرکز تھا، جہاں ابریشم کی پیداوار بہت زیادہ تھی، اس شہر کے گردونواح میں غیر مسلموں کی آبادی بھی موجود تھی، جبکہ حیرہ میں فارس سے آئے ہوئے چار ہزار افراد رہائش پذیر تھے، یہ شہر حمرا دیلم کے نام سے مشہور تھا، شہر کے آس پاس نصرانی آبادی تھی، منحرف عقائد سے تعلق رکھنے والے افراد بھی یہاں سکونت پذیر تھے۔کوفہ اس وقت گمراہ اور سازشیوں کے رہنے کیلئے ایک آزاد علاقہ تھا، یہ لوگ اپنے فاسد عقائد کو اسلامی عقائد سے (آمیزش) کر کے پیش کرتے تھے۔

عرب کے شمال میں رہنے والے نصاریٰ، مدینے سے جلاوطن ہونے والے یہودی اور خلیفہ دوئم کے ہاتھوں مغلوب ہونے والے آتش پرست فارسیوں کیلئے دین اسلام کا پھلنا، پھولنا قابل برداشت اور ناگوار تھا، لہٰذا جب ان کے پاس اسلام کے خلاف مقابلے کیلئے مزاحمتی طاقت نہ رہی تو انھوں نے اسلام کے جھنڈے تلے رہ کر اس میں ایک نہ ختم ہونے والی جنگ کا بیج بویا، اپنے دلوں میں موجود بغض و کینہ کی بھڑاس نکالنے اور عزائم کی خاطر سرگرم ہونے کا سنہری موقعہ انہیں اس وقت میسر ہوا جب اموی اور عباسی خلفاء اسلامی اصول وفروع کی پاسداری سے زیادہ اپنے اقتدار و کرسی کے استحکام کیلئے فکرمند رہتے، انھوں نے اس صورت حال سے فائدہ اٹھانے کیلئے مسلمانوں میں گھل مل جانے کو اپنے مقاصد کے

حصول کیلئے بہترین راستہ سمجھا تا کہ ان میں رہ کر اختلاف وانتشار پھیلائیں ۔ان کا مقصد مسلمانوں کو اندرونِ خانہ ٹکڑے ٹکڑے کرنا تھا۔اس مقصد کے حصول کیلئے یہ بعض حقیقی مسلمانوں سے زیادہ خود کو اسلام کا دردمند ظاہر کرتے جس طرح عصرِ جدید میں بعض نے ختم نہ ہونے والے دروس کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے ۔جہاد اور شہید وشہادت کے نعرے اکثر ایسے افراد بلند کرتے ہیں جنھوں نے اسلام کے بارے میں اپنا ایک خاص اسلامی تصور قائم کیا ہے جس کی سند آیات قرآن اور سنت رسولؐ سے نہیں ملتی ،انہوں نے اسلام کو ایک زاویئے سے اٹھا کر اسلام کے خلاف ایک قسم کی جنگ قائم کر رکھی ہے ۔یہ لوگوں کو ایک عمل میں مصروف رکھ کر دین کے دیگر ستون کو معطل رکھتے ہیں ۔

یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں کہ ضد اسلامی کی یہ تحریک امام صادق کے دور میں ظاہر ہوئی لیکن حقیقت میں اس کی علت آغاز دعوت اسلامی کے منافقین ہیں ۔پیغمبر کی دعوت ابتداء سے تمام انسانوں سے مخاطب تھی جس میں عرب غیر عرب کی تخصیص نہیں تھی ۔بت پرست یہود نصاریٰ مجوس سب اس دعوت کے مخاطب تھے یہ کسی خاص علاقہ حجاز عراق بلکہ فارس وروم کیلئے نہ تھی بلکہ یہ آسمانی رسالت کرہ ارضی پر رہنے والوں پر محیط تھی یقیناً اس دعوت کے مخالف بھی اسی تناسب سے ہوں گے ۔جس اسلام نے ان کے فاسد عقائد بت خانوں بلکہ قصر وقصور میں رہنے والے متکبرین وکافرین وظالمین کو ذلیل وخوار کر کے پورے عالم کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا ۔چنانچہ اس سے انتقام لینے کیلئے یہ سرگرم ہوئے ۔

غلات امت اسلامی میں پیدا ہونے والا سرطان ہے جسے دشمنان اسلام نے اہل اسلام کے بیچ میں پیدا کیا ہے ۔یہ امت کی صفوں میں بیٹھ کر ایک دوسرے سے عداوت نفرت پھیلانے میں کامیاب ہوئے ہیں ۔یہ مسلمانوں میں کیسے پیدا ہوئے اور کن حالات میں پیدا ہوئے کس گروہ نے انہیں پیدا کیا ،مؤرخین نے اس بارے میں واضح قلم نہیں اٹھایا ۔حتی اس کے اسباب تک پر توجہ نہیں دی کہ وہ کونسے عوامل واسباب تھے جنھوں نے ان کی دعوت کو کامیاب فروغ دینے میں کردار ادا کیا کیسے یہ لوگ دلوں میں آتش بغض وعناد پیدا کرنے میں کامیاب رہے مؤرخین نے ان تمام عوامل سے صرف نظر کیا ہے ۔جن مؤرخین نے غالیوں کی تعریف کو اسلام سے خاص کر کے تشیع سے جوڑا ہے انھوں نے افکار غلات کو بیان کیا ہے ۔لکھتے ہیں دور امام صادقؑ دور تدوین تاریخ وحدیث تھا اس میں علم، کلام، فلسفہ وجود میں آئے ۔کوفہ اس سلسلہ میں دیگر جگہوں کی بنسبت بہت سازگار ماحول کا حامل تھا ایک طرف سے کوفہ مرکز تجارت وصنعت اسلامی تھا یہاں دیگر علاقوں کی مصنوعات فروخت ہوتیں کیونکہ یہ دیگر علاقوں کے مرکز میں تھا یہاں مسلمانوں کے علاوہ نصاریٰ بھی رہتے تھے مثلا حیرہ میں نصاریٰ ہوتے تھے کوفہ شہر میں ۴ ہزار اہل فارس مجوس نے سکونت کی اور حمراء دیلم کے نام سے مشہور ہوئے جیسا کہ صاحب کتاب نے اغانی ج ۲ ص ۷۲ سے نقل کیا ہے دیگر جگہوں سے فاسد عقائد رکھنے والے بھی یہاں آ کر جمع ہوئے تھے کیونکہ یہاں ہر ایک کو اپنی آراء ونظریات عقائد نشر کرنے کا آزاد ماحول میسر تھا ہر وہ شخص جو دھوکا فریب کے ذریعہ اسلام کے خلاف سازش کرنا چاہتا تھا وہ سب یہاں جمع ہوئے ۔انھوں نے علمی محافل میں امام صادقؑ کے چاہنے والوں کے نام سے بہت سی احادیث جعل کیں ۔اس طرح انھوں نے ائمہ کی سیرت کو مسخ کیا اور ساتھ ہی انھوں نے مسلمانوں کے درمیان تفرقہ انتشار پھیلایا تاریخ فرق لکھنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ جن لوگوں نے ان فاسد افکار عقائد کو مسلمانوں میں نشر اور فروغ دیا ان کی شناخت کروائی جائے ۔ایک دقیق گہری نظر رکھنے والوں کیلئے واضح ہے کہ کفر والحاد شرک مسلمانوں کے اندر پھیلانے کے اسباب وعلل دور امام جعفر صادقؑ سے پہلے موجود تھے کیونکہ جس دن سے پیغمبرؐ کی دعوت

کا آغاز ہوا تو آپ کی دعوت کی روح محور و مقاصد سب اس وقت رائج تمام ادیان وملل ونحل کے خلاف تھا اس دعوت کا پھیلنا ان کے وجود کیلئے باعث خطر تھا اس کا ادراک انہوں نے پیغمبر کی دعوت میں مختلف زاویہ سے کیا تھا:

۱۔خود دین اسلام اپنی جگہ فطرت سلیم اور عقل ومنطق اور دلیل و برہان پر قائم ہے لہٰذا کوئی دین اس کو دلیل و برہان سے محکوم ومغلوب کرتے ہوئے شکست نہیں دے سکتا۔

۲۔یہ دین ایک خاص خاندان قبیلہ عشیرہ علاقہ کیلئے نہیں بلکہ یہ دین تمام انسانیت کیلئے ہے جس میں تمام اقسام انواع شکل وصورت کے انسان شامل ہیں اور ہوسکتے ہیں۔

۳۔اس دین نے تمام ادیان ملل ونحل کو مغلوب کیا اور کنارے پر لگایا ہے لہٰذا سب اپنے اندر کینہ بغض عداوت کا جرثومہ رکھتے ہیں کیونکہ اس دین نے ظلم واستبداد سے بنے قصر وقصور کو منہدم کیا اور ان کی املاک جائداد کو غنیمت میں لایا۔انسانوں کو تسخیر کرنے والے آج ذلت کی زندگی گزار رہے تھے یہ لوگ اپنے اندر اسلام ومسلمین کے خلاف شدید ترین بغض وکینہ رکھتے تھے۔

۴۔تمام مظلوم ومقہور عوام مرد وزن سب اس نئے دین کے گرویدہ ہوگئے تھے۔

۵۔اس دین نے انہیں درخت دریا کی موجوں کی چاند وسورج حیوانات افراد کی عبادت و پرستش سے نکال کر رب واحد کی طرف دعوت دی تھی۔

۶۔نظام عدل نظام مساوات کے ذریعہ تمام ظالم طبقات بندی کے نظاموں کو ختم کر کے انہیں صفحہ ہستی سے مٹا کر تمام انسانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اخوت و برابری میں باندھا اور کسی کیلئے کسی پر فضیلت و برتری نہیں رکھی تھی ایک ایسا قانون لایا جس نے حقوق وواجبات کو معین کیا اور جس میں رنگ ونسل کو دخالت حاصل نہ تھی لہٰذا تمام کی نظریں اور جھکاؤ دین مقدس اسلام کی طرف تھا ان تمام کے تناظر میں شکست خوردہ دور سابق میں مقام ومنزلت رکھنے والوں میں یمن کے یہود وشام کے نصرانی ایران کے مجوس سب مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہوئے۔یہ سب دین محمد سے دوبارہ نبرد آزما ہونے اور مسلمانوں کو دوبارہ کفر وشرک کو زندہ کرنے اور اپنی بت پرستی کو بحال کرنے کی فکر میں تھے لیکن دو چیزیں ان کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی تھیں۔

۱۔دین اسلام کی عقل وفطرت سے ہم آہنگ دعوت۔

۲۔مسلمانوں کے دلوں نبی اسلام سے والہانہ محبت۔

جب یہ لوگ آمنے سامنے مقابلہ ومزاحمت کرنے سے عاجز وناتواں ہوئے تو پس پردہ منظم ہونے لگے اور وقت ومہلت کے منتظر رہے وقت ملنے پر انہوں نے کوئی موقع نہیں چھوڑا۔ان کی سرگرمیوں کے سلسلے کا آغاز خلیفہ سوم کے آخری دور سے شروع ہوا اور امیر المؤمنین علی ابن طالب کے دور خلافت میں انہوں نے تیزی دیکھاتے ہوئے بغاوت کا علم اٹھایا۔فرقہ خوارج کا وجود بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

غلات دشمن اسلام ومسلمین:

غالیوں نے ملت اسلامیہ کو ایسے اعمال اور مراسم میں مصروف ومشغول رکھ کر ایک طرف سے دین اسلام کے ستون کو تہہ وبالا مقدم ومؤخر دوسری طرف سے خود مسلمین کو تتر بتر منتشر و پراگندہ کیا ہے جن چیزوں کو انہوں نے اوپر اٹھایا

ہے او نچا کیا ہے ان کی قرآن اور نہ سنت میں کوئی سند ملتی ہے نہ ان کے انجام دینے والوں کو دنیا و آخرت میں کوئی فوائد و عوائد ملتے ہیں بلکہ بنیادی اعمال سے منصرف رو گردان رکھتے ہیں ۔ اس میں زحمت و مشقت کے علاوہ کچھ نہیں ملتا جیسے ایام ولادت و وفات میں کاروبار معطل کرنا ایام ولادت میں عیش و نوش تزین و آرائش بچوں جیسے کھیل و کود تفریح و سیاحت رقص و سرور میں مصروف ہونا ایام وفات میں افسردگی حزن و غم گریہ و زاری فریاد کنائی وغیرہ میں مصروف رکھ کر دنیا کی زندگی میں شقاوت و بدبختی فقر و محرومیت ضیاع مال و دولت کرنا ہے ۔ بعض اوقات یہ اعمال جھگڑا فساد ہاتھا پائی حقد و کینہ کی حد تک پہنچتے ہیں ۔

فلسفہ تراشیوں کے ذریعے عام جرائم موبقات کے اسباب وجوہات کی ایک سبب کی طرف برگشت کرنا ان کی بنیادی چال رہی ہے جو قدیم زمانہ سے عصر حاضر تک جاری ہے ۔ کارل مارکس فرید وجدی آج کے مارکسیسی حکمران چوری ڈاکہ فحاشی قتل و غارت گری کو کبھی تعلیم کے فقدان ، کبھی اقتصادی گزر اوقات سے محروم اسباب وعوامل کی طرف برگشت کرتے ہیں ۔ جب کہ یہ چیزیں اپنے اسباب وعوامل کے پیچھے ہیں ۔ چنانچہ اسلام و مسلمین کے ساتھ نبرد آزما گروہ قیصر و کسریٰ نے جب اپنی اور اپنے ماننے والوں کی قیادت کے خاتمہ کو دیکھا تو یہ لوگ پہلے مرحلہ میں منافقین کی صورت میں سامنے آئے ۔ بعد میں یہ خوارج کی صورت میں ابھر کر سامنے آئے اور یہ لشکر غلو کی شکل اختیار کر گیا ۔

تحریک غلات ضد اسلام و اہل بیت ہے جس چیز کی طرف غلات دعوت دے رہے ہیں وہ اس دعوت کے خلاف ہے جس کی نبی اسلام اور اہل بیت نے دعوت دی ہے ۔ اہل بیت ہمیشہ اعلائے کلمہ اسلام اور محافظت بر تعلیمات اسلام رہے ۔ آپ جانتے ہیں امام صادق کو اپنے دور میں ایسی ہی ضد اسلامی حرکتوں کا سامنا تھا اور ان کی وجہ سے امام بہت پریشان و نالان تھے ۔ لیکن دشمنان اہل بیت حرکت غلو کو تابعین اہل بیت کی طرف نسبت دیتے تھے ۔ کیونکہ غالی ظاہر میں اپنے آپ کو دوستدار اہل بیت دیکھاتے تھے امام صادق نے بارہا ان سے برائت کا اظہار کیا اور ان پر لعنت بھیجی ہے ۔ تعلیم اہل بیت اور تعلیم غلات ایک دوسرے کے متصادم و متعارض تھی ۔

[امام صادقؑ والمذاہب اربعہ ج ۴ ص ۶۴]

امام صادق یا ائمہ طاہرین کیلئے درپیش مشکلات و مصائب میں اہم ترین مصیبت تحریک غلات تھی ۔ جو اس دور میں ہر طرف سے سر اٹھانے لگی تھی ۔ یہ تحریک بھرپور طریقے سے افکار مبادی عقائد مسلمین کو الٹا پیش کرنے اور مسلمانوں کی صفوں میں تفرقہ انتشار پھیلانے میں سرگرم تھی تا کہ اپنے صلیبی صہیونی زردشتی افکار سے اسلام و مسلمین سے انتقام لے سکیں ۔ انہوں نے اس موقعہ کو اپنے لیے سنہری موقعہ تصور کیا یہ از خود مسلسل احادیث جعل کرتے اور اسے آل محمد کے شاگردوں چاہنے والوں سے منسوب کرتے تھے تا کہ اس جعلی حدیث کو صحیح لباس میں پیش کر سکیں ۔ اس کام میں یا اس حرکت میں پیش پیش آنے والے افراد میں مغیرہ بن سعید تھا جس نے امام محمد باقر سے منافقانہ رابطہ قائم کیا یہ ان سے جھوٹی احادیث نسبت دیتا یہاں تک امام صادق نے اسے جھٹلایا اور اس سے برائت کا اعلان کیا ۔ اس نے امام صادق اور امام باقر سے اس قدر احادیث منسوب کیں کہ جنھیں رد کرنا امام کیلئے مشکل ہوا ۔ تو امام نے حدیث جانچنے کا اصول وضع کیا اور فرمایا کوئی حدیث ہماری طرف سے قبول نہ کریں جب تک قرآن وسنت کے موافق نہ ہو یا ہمارے گذشتہ بیانات سے اس کے بارے میں کوئی شاہد نہ ملے ۔ خدا لعنت کرے مغیرہ بن سعید پر جو یہودیوں کے ساتھ تعلقات رکھتا ہے ۔ ان میں

سے بعض نے یہاں تک دعویٰ کیا کہ جعفر خود اللہ ہے یہ باتیں جب امام جعفر صادق تک پہنچیں تو امام پریشان ہوئے اور اس سے انتقام لینا چاہا لیکن ایسا نہ کر سکے تو اس پر لعن اور برائت کرنے پر اکتفاء کیا اور اپنے اصحاب کو جمع کیا اور انہیں اس سے متنبہ کیا۔ دور دراز علاقوں میں پیغام بھیجا کہ مغیرہ کافر ہو چکا ہے وہ ہم سے نہیں ہم اس سے بری ہیں۔ امام نے بار ہا غلات سے برائت کا اعلان کیا اور اپنے اصحاب سے فرمایا ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ان کے ساتھ کھانا پینا نہ کرو ان سے ہاتھ نہ ملاؤ انہیں ارث مت دو وغیرہ جب ابی الخطاب کوفہ میں قتل ہوا تو امام نے فرمایا خدا ابی الخطاب پر اور جو اس کے ساتھ تھے لعنت کرے اور ان پر بھی لعنت کرے جن کے دل میں اس کے قتل پر رحم آیا ابی بصیر سے فرمایا یا ابا محمد! ہم ان لوگوں سے برائت کا اعلان کرتے ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ ہم رب ہیں ہم ان سے برائت کا اعلان کرتے ہیں جو کہتے ہیں ہم نبی ہیں جو کہیں ہم انبیاء ہیں اس پر لعنت ہو۔ اس طرح بہت سے اقوال امام سے نقل ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اس گروہ ملحد زندیق سے مسلسل جنگ میں تھے اور لوگوں کو ان سے مقابلہ کی دعوت دیتے تھے۔ غرض امام صادق کا دور مہم ترین ادوار میں سے تھا جو مشکلات اس دور میں پیش آئیں کسی اور دور میں نہیں تھیں۔

کتاب معجم الفرق الاسلامی ص ۱۸۰ پر یحییٰ شریف لکھتے ہیں غلاۃ مسلمانوں کا ایک گروہ ہے جنہوں نے آئمہ کے بارے میں غلو کیا ہے انہیں مخلوقیت سے نکال کر الوہیت میں داخل کیا ہے کبھی آئمہ کو اللہ سے تشبیہ دیتے اور کبھی اللہ کو آئمہ سے تشبیہ دیتے ہیں پھر ان غالیوں نے امامت کو ان سے اپنے میں منتقل ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔

ہم یہاں سفینہ بحار شیخ عباس قمی سے علامہ مجلسی سے غلو کے بارے میں وارد ایک بیان کو نقل کرتے ہیں۔ [سفینۃ البحار ج ۵ ص ۲٦٧]

كلام العلّامه المجلسيؒ في الغلوّ

كلام المجلسي في الغلوّ والتفويض قال: اعلم انّ الغلوّ في النبي والأئمةؑ انّما يكون بالقول بالوهيّتهم أو بكونهم شركاء لله تعالىٰ في العبوديّه والخلق والرزق، أو انّ الله تعالىٰ حلّ فيهم أو انّهم يعلمون الغيب بغير وحيٍ أو الهام من الله تعالىٰ، أو بالقول في الأئمةؑ انّهم كانو أنبياء والقول بتناسخ أرواح بعضهم الىٰ بعض أو القول بأنّ معرفتهم تغني عن جميع تكليف معها بترك المعاصي، والقول بكلٍّ منها الحادٌ وكفر وخروج عن الدين كما دلّت عليه الأدلّة العقلية والآيات والأخبار السالفة وغيرها، وقد عرفت انّ الأئمةؑ تبرّأوا منهم وحكموا بكفرهم وأمروا بقتلهم، وانقرع سمعك شيئٌ من الأخبار الموهمة لشيء ذلك فهي امّا مأوّلة أو هي من مفتريات الغلاة، ولكن افرط بعض المتكلمين والمحدّثين في الغلوّ لقصورهم عن معرفة الأئمةؑ وعجزهم عن ادراك غرايب احوالهم وعجائب شؤونهم فقدحوا في كثير من الرواة الثقات لنقلهم بعض غرايب المعجزات حتّىٰ قال بعضهم: من الغلوّ نفي السهو عنهم أو القول بانّهم يعلمون ما كان وما يكون وغير ذلك.

الصادقؑ: لعن اللهة الغلاة والمفوضة فانّهم صغروا عصيان الله وكفروا به أشركوا وضلّو وأخلّو فراراً من اقامة الفرئض وأداء الحقوق.

النهي عن الغلوّ فيهمؑ

علامہ مجلسی غلواور تفویض کے بارے میں فرماتے ہیں: جان لو نبی یا آئمہ کے بارے میں غلو کرنے انکی الوہیت کے قائل ہونے ،انھیں تقسیم رزق،عبودیت یا تخلیق کائنات میں شریک گرداننا شرک ہے۔ اللہ میں حلول کا دعوی یا آئمہ بغیر وحی علم غیب جانتے ہیں۔یا ایک کی روح دوسرے میں تناسخ کرتی ہے، آئمہ کی معرفت کے بعد تکلیف شرع ساکت ہوجاتی ہے یہ سب دین سے دوری اور کفروالحاد کا سبب ہیں۔ادلہ شرعیہ،آیات قرآن اس پر دلالت کرتی ہیں۔آئمہ نے ایسے لوگوں سے براہ راست لاتعلقی کا اعلان کیا بلکہ انکے قتل کا حکم دیا۔لیکن آئمہ کے بارے میں اس حوالے سے مروی روایات مجمل اور مبہم ہیں انکی تاویل کی جانی چاہیے۔بعض متکلمین اور محدثین نے افراط وغلو سے کام لیا ہے انکی معرفت آئمہ ناقص تھی وہ آئمہ کے عجیب اور حیرت انگیز معجزات نے انھیں وہم میں ڈالا کیونکہ آئمہ کیلئے عجیب معجزات نقل کئے گئے ہیں۔حتی بعض نے پیغمبر سے سہو کی نفی نہ کرنے والوں کو بھی غلو میں گردانا ہے۔

علامہ مجلسی نے انتہائی سخت الفاظ میں آئمہ کی شان میں غلوگرائی کی مذمت کی ہے۔لیکن دوسری طرف انھوں نے غالیوں سے بھی دفاع کیا ہے۔مثلاً آپ نے لکھا ہے آئمہ بغیر وحی کے علم غیب جانتے ہیں یہ ایک غلو ہے۔علامہ بزرگوار سے سوال ہے۔

۱۔ آپکی کتابیں آئمہ کی غیب گوئی سے کیا پرنہیں ہیں۔کیا بحار اس سے خالی ہے۔

۲۔ آیا آئمہ پر وحی ہوتی ہے جبکہ قرآن نے اسکی شدت سے مذمت کی ہے۔پیغمبر کے بعد وحی کا سلسلہ ختم ہوا ہے۔آپ نے الہام کو وحی کا چھوٹا بھائی کہاں سے بنایا ہے۔

۳۔ آپ نے کہا وہ آئمہ کے معجزات کو درک نہیں کرسکے۔اگر آئمہ کیلئے معجزہ ثابت کریں گےتو شناخت نبوت کیسے ممکن ہوگی۔نبوت اور امامت میں فرق کیسے فرمائیں گے۔چنانچہ علامہ بزرگوار نے غلو کی مذمت نہیں کی بلکہ اپنے غلو کیلئے اسے چھتری بنایا ہے۔

غالیوں کے عقائد :

ہم یہاں برداران اور دوست دارانِ اہل بیتؑ کے حامیوں اور چاہنے والوں کو ان کے فاسدعقائد سے متعارف کرائیں گے جن کی شناخت کے بعد ان پر واضح ہوگا غلو کیا ہے؟ غلو کس چیز کا نام ہے اور یہ ہمارے ہاں کتنی مقدار و تناسب میں پایا جاتا ہے۔

غلات کے دو مفہوم ہیں:

۱۔مفہوم خاص یعنی غالی کھلم کھلا اصول ومبانی اسلام کے خلاف بات کرتے ہیں اصول دین اور فروع دین کو الٹا پیش کرتے ہیں جیسے عقیدہ حلول، تناسخ ،تقدم ارواح ائمہ او راولیاء سے اسقاط تکالیف شرعیہ۔

۲۔مفہوم عام غلو،لوگوں کو دین وشریعت کے ایک اصول پر گامزن کرتے ہیں اور اسی میں منہمک کرتے ہیں تا کہ انکے پاس دیگر اصول وفروعات کیلئے سوچنے عمل کرنے کیلئے گنجائش نہ رہے۔

غلاۃ حضرت علی اور آئمہ کو اللہ کہتے ہیں غلات نبی کریم کو دربان علی کہتے ہیں غلاۃ تحریف قرآن کے قائل ہیں کہتے ہیں اصل قرآن حضرت علی کے پاس ہے جو اس قرآن سے تین گناہ بڑا ہے۔اس قرآن سے حضرت کے فضائل ومناقب

حذف کئے گئے ہیں اصل قرآن امام زمانہ لائیں گے۔[معجم فرق اسلامی ص ۱۸۰]

قرآن کریم کی کثیر آیات میں لوگوں نے انبیاء کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ تم لوگ ہم جیسے بشر ہو تمہیں ہمارے اوپر حکومت چلانے اور برتری رکھنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔اللہ نے ان کی اس منطق کو یہ فرما کر مسترد کیا کہ تمہاری ہدایت ضروری ہے۔اگر ہم تمہاری خواہش کے مطابق غیر بشر کو تمہاری ہدایت کیلئے بھیجتے تو اسے بھی ہم بشر ہی بنا کر بھیجتے کیونکہ بشر کی ہدایت بشر ہی کر سکتا ہے لہذا جب بھی نبی کریم سے لوگوں کو غیر عادی اعمال کارنامہ انجام دینے کی درخواست کی گئی تو نبی کریم نے فرمایا ہم تم جیسے بشر ہیں یہ چیزیں ہماری قدرت واستطاعت سے باہر ہیں یہ اللہ ہی کر سکتا ہے جب نبی خود امامت بشر ہیں تو نبی کی جگہ پر بیٹھنے والا یا نبی کا منتخب نبی کا وارث بھی بشر ہی ہوگا بشر ہی بشر کیلئے اسوہ ہوتا ہے بشر بشر کے علاوہ کسی کی پیروی نہیں کر سکتا۔غالیوں کے اصول عقائد میں تناسخ اور حلول شامل ہیں۔

فرہنگ فرق اسلامی ص ۴۴۴ میں جواد مشکور لکھتے ہیں عقائد غلات میں تشبیہ بداء، رجعت، تناسخ حلول شامل ہیں۔

تناسخ:

ایک انسان کے مرنے کے بعد اس کی روح کسی دوسرے انسان میں داخل ہونے کا عقیدہ تناسخ کہلاتا ہے، اگر روح حیوان میں داخل ہو تو یہ مسخ ہے، اگر جمادات میں داخل ہو تو فسخ ہے۔

تفویض:

تفویض کی دو اقسام ہیں:

۱۔تکوینی تفویض: تخلیق میں، خدا نے تخلیق کرنے کا اختیار کسی مخلوق کو دیا ہو، یہ عقیدہ (مفوضہ مسیحیوں) کا ہے۔

۲۔تشریعی تفویض: خلق خدا کیلئے، دنیا میں امر و نہی حلال و حرام کو آئمہ یا کسی ولی کی ہاتھ میں دیا ہے۔

غلو تنہا ایک فرقے میں نہیں بلکہ تمام فرق اسلامی میں بنا سب کم و بیش پایا جاتا ہے۔مسلمان اس حوالے سے چند گروہوں میں منقسم ہیں۔بعض نے ائمہ کے بارے میں غلو کیا انہیں مخلوقیت سے خارج کر کے ان پر اوصاف الوہیت چڑھائے۔ابتدائی طور پر غلو کی خلعت بڑی شخصیت کو پہناتے ہیں اور بعد میں ان کے فرزندوں تک یہ سلسلہ جاری کرتے ہیں جیسا کہ بہت سے امام زادے مثل سید محمد فرزند امام علی الھادیؑ مدفون در بلد فرزندان امام موسیٰ ابن جعفر شیراز اور ایران کے دیگر شہروں میں اور ان کے بعد اپنے علماء جیسے علامہ مجلسی کی قبریں اس کی شاہد ہیں۔اہل سنت صوفی شہباز قلندر، داتا گنج بخش، بری امام وغیرہ یا ملتان چکوال کے مزارات اور اس ملک کی مجہول قبور سب کو درگاہ حاجت روا سمجھتے ہیں۔

ریشہ تناسخ اسلام میں کہاں سے آیا؟ [کتاب غالیان ص ۲۰۰]

اسلامی فرقوں میں فکر تناسخ کیسے اور کہاں سے آئی؟ بعض نے کہا عقیدہ تناسخ یونان اور ہندوستان سے آیا ہے۔اس حوالے سے ہندوستان سرفہرست ہے بعض کا کہنا ہے یہ فکر بصرہ میں موجود ہندی لوگوں نے پھیلائی ہے یا عقیدہ تناسخ ایرانیوں کے مذہب مانوی سے لیا گیا ہے۔

غالیوں نے کیوں فکر تناسخ کو پروان چڑھایا؟

عقیدہ تناسخ کو فروغ دینے کا واضح روشن مقصد مطلق العنان آزادی حاصل کرنا ہے:

۱۔ کیونکہ عقائد تناسخ کے ساتھ معاد قیامت حساب بہشت جہنم سب ختم ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک بہشت جہنم اس دنیا میں گزارنے والے ادوار کا نام ہے ان کے پاس آخرت نامی کوئی چیز نہیں ہے۔

۲۔ تناسخ توحید کی بھی نفی کرتا ہے کیونکہ اہل تناسخ کہتے ہیں خدا انبیاء کے جسم میں حلول کرتا ہے اور انبیاء غیر انبیاء کے جسم میں حلول کرتے ہیں لہذا یہ متعدد خداؤں کے معتقد ہیں جس طرح انبیاء متعدد ہیں اس طرح ائمہ متعدد ہیں اسی طرح فرقوں کے سربراہان سب میں اللہ نے حلول کیا ہے غرض تناسخ کے ذریعے تصور خدا کو ختم کرتے ہیں۔

۳۔ تناسخ کے بعد عقیدہ نبوت بھی ختم ہو جاتا ہے روح اللہ یا روح پیغمبر جب ائمہ میں حلول ہوئی یا ان کے بعد فرقوں کے سربراہوں میں حلول ہوئی تو نبوت کا تصور خود بخود ختم ہو جاتا ہے ان کا کہنا ہے روح قبلی اپنے بعد کے رہبران میں حلول کرتی ہے۔ واضح ہے کہ حلول لازمہ تناسخ ہے۔

سقراط اور افلاطون بھی تناسخ کے قائل تھے۔ اسلام میں تناسخ کے قائلین میں خطابیہ اور راوندیہ شامل ہیں۔ ان کا کہنا ہے روح اللہ ان کے اماموں میں حلول کرتی ہے ان کا پہلا قائل فرقہ سبائیہ ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ علی اللہ ہو گیا ہے سبائیہ کہتے ہیں روح اللہ انبیاء آئمہ اور اچھے انسانوں کے اجسام میں حلول کرتی ہے۔ جناحیہ کا کہنا ہے اللہ کی روح عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر کے جسم میں منتقل ہوگی جبکہ راوندیہ کا کہنا ہے ابی مسلم میں داخل ہوگی قدریوں میں تناسخ کے قائل احمد بن خابط، عبدالکریم بن ابی عوجاء ہے یہ معن بن زائدہ کا ماموں اور رزندیق تھا۔ جب احمد بن عدی نے اسے سزائے موت سنائی تو اس نے کہا ہم نے تمہارے درمیان ۴۰۰۰ احادیث حلال وحرام میں مخلوط کی ہیں کتاب میزان اعتدال مطبوعہ ۱۰۶۷ ص ۶۴۴ ج ۲۔

جیسا کہ فرقہ معمر کا کہنا ہے ابو الخطاب معمر میں حلول ہوا ہے۔ غالی عقیدہ تناسخ کے ذریعہ اپنے پیروکاروں کو مطیع اور فرمانبردار بناتے ہیں۔ کہتے ہیں اگر تم اپنے رہبران کی اطاعت کر کے اس دنیا کی مشکلات مصیبت سختیوں کو برداشت کرو گے تو بعد میں تم خود اس مرتبہ پر فائز ہو جاؤ گے۔ فکر تناسخ سے غالیوں نے اپنے پیروکاروں کو منتشر ہونے پراکندہ ہونے اور خود کو چھوڑنے سے باز رکھا ہے۔ انہوں نے کہا اگر تم اس وقت رہبران کی اطاعت کرو گے اور انھیں اذیت و آزر پہنچاؤ گے تو مرنے کے بعد تمہاری روح حیوانات مثلاً کتے میں جائے گی اور تم اسی دنیا میں عذاب میں مبتلا ہو گے۔

تناسخ کی اقسام: [الفرق بین الفرق ص ۲۷۰]

تناسخ فلسفی، تناسخ سمیہ یہ دونوں گروہ اسلام سے پہلے رائج تھے اسلام کے بعد آنے والے گروہ قدریہ اور رافضیہ اور غالیہ ہیں۔ تناسخ سمیئیہ جو عالم کے قدیم ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے یہ نظریہ اسلام کے خلاف ہے یہ لوگ موت کے بعد زندگی کے خلاف ہیں۔ ان کا کہنا ہے ارواح اپنی نوع بدلتی ہیں۔ روح انسانی کتے میں اور کتے کی روح انسان میں منتقل ہوتی ہے اگر انسان گناہ کرے تو اللہ اسے بری مخلوق میں منتقل کرتا ہے اور اچھے انسان کی روح کو اچھی شکل میں منتقل کرتا ہے۔

مانویہ بھی تناسخ کے قائل ہیں یہ دو خداؤں کے قائل ہیں ایک خیر کا خدا اور دوسرا شر کا خدا ہے ان کے عقیدہ کے مطابق ارواح صدیقین یعنی نیک لوگوں کی روحیں صبح کی روشنی میں شامل ہو کر آسمان پر جاتی ہیں اور ارواح اہل ضلال جسم سے نکل کر اوپر جانے کی کوشش کرتی ہیں مگر یہ برے اجسام میں داخل ہو جاتی ہیں۔

منابر غلو اور نصیریت کے مظہر:

ہمارے معاشرے میں اسٹیج اور منابر سے ہر خاص و عام کے ذہن و حافظہ میں یہ نکات انتہائی سادہ اور آسان طریقے سے نقش کیے گئے ہیں کہ مختصر اشاروں میں عوام سمجھ لیتی ہے کہ خطیب اب کس بٹن کو دبا رہا ہے اور اس سے ابھی کونسا نتیجہ ذہن کی سکرین پر نظر آنے والا ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں کسی قسم کے شک و تردد کی گنجائش نہیں کہ کوئی کہے کہ ہمارے منابر سے غلو اور نصیریت کی ترویج ہو رہی ہے یا نہیں۔ ہم ذیل میں غلو اور نصیریت کے چند نمونے اور مثالیں آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جنھیں ہمارے منابر سے بار بار پیش کیا جاتا ہے:

ا۔ نظریہ تفویض کی ترویج و اشاعت:

یہ ہمارے خطباء کا پسندیدہ ترین موضوع ہے۔ اس سلسلے میں اُن کا کہنا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سب سے پہلے محمدؐ و علیؑ کو خلق کیا اور پھر دیگر تمام کائنات کی تخلیق کی اور اُس کا انتظام و انصرام انھیں کے حوالے کر دیا۔ وہ اپنی اس بات کو صحیح ثابت کرنے کیلئے قرآن و سنت سے متصادم اور امیر المومنینؑ سے منسوب اُنؑ کے خطبات کا حوالہ دیتے ہیں جنکا نام انھوں نے ''اسرار آل محمدؐ'' رکھا ہے۔ اس کتاب کے ایک خطبے کا حوالہ دیتے ہوئے وہ کہتے ہیں امیر المومنین علیؑ نے فرمایا: ''آسمان و زمین کو خلق کرنے والے اور تمام کائنات کو رزق دینے والے ہم ہیں'' اس کے علاوہ وہ سورۂ مائدہ کی آیت ۶۴ کا حوالہ دیتے ہیں کہ اس آیت کے تحت اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور اب اس میں کسی کو کچھ دینے کی استطاعت نہیں ہے، حالانکہ اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ ''اور یہودی کہتے ہیں کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں جبکہ اصل میں انکے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور یہ اپنے قول کی بنا پر ملعون ہیں اور اللہ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں'' لہٰذا اس آیت کریمہ سے اس بات کا واضح انداز سے پتہ چل رہا ہے کہ یہ فقرہ ''اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں'' دراصل یہودی کہتے ہیں اور قرآن نے ایسا کہنے والوں کو ملعون کہا ہے۔ اسی طرح منابر سے کہا جاتا ہے شبِ ہجرت امام علیؑ نے بستر رسولؐ پر سو کر رضائے اللہ کو خرید لیا ہے اور اب اللہ کے پاس کوئی ایسی چیز باقی نہیں بچی کہ جو وہ علی کے علاوہ کسی اور کو دے سکتا ہو۔

ہمارے خطباء اس سے بھی آگے جاتے ہیں اور کہتے ہیں اللہ کے ناموں میں سے ایک نام مومن ہے اور علیؑ وہ ہستی ہیں جو امیر المومنینؑ ہیں گویا وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) علیؑ تو اللہ کے بھی امیر و سردار ہیں حالانکہ علیؑ کے امیر المومنین ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ اللہ کے بھی امیر ہیں جیسا کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے سردارانِ جنت ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ یہ دونوں امام اپنے والدین اور پیغمبر اکرمؐ کے بھی سردار اور اُن سے افضل ہیں کیونکہ یہ بھی اُسی جنت میں ہونگے جبکہ پیغمبر اکرمؐ اور علیؑ و فاطمہؑ ان سردارانِ جنت سے افضل ہیں۔

شیعہ اثناعشری غالیوں کے ہاتھوں یرغمال:

گرچہ علماء برجستہ شیعہ زبانی طور پر غلات کی مذمت کرتے ہیں لیکن کیا فکری اور عملی میدان میں بھی ان سے نفرت و بیزاری رکھتے ہیں یا عقائد و سلوک میں ان کے ساتھ ہم آہنگی رکھتے ہیں اس کی تشخیص ہونی چاہیے۔
غالی شیعوں نے شیعہ اثناعشری کو خواب آور، غافل کنندہ اور مدہوش کرنے والے کلمات دوا کی مانند پلائے جن سے یہ مدہوش ہو چکے ہیں۔

الف)۔ قرآن کریم میں آیہ ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾ کے تحت ہر عمل کا آغاز ﴿بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ

الرَّحِیْم﴾ سے شروع کرنے کا حکم ہے جبکہ انھوں نے بسم اللہ چھوڑ کر درود، باسم رب المستضعفین ،باسم رب شہداء،باسم رب الحسین وغیرہ کی سنت کو رائج کیا ہے۔

ب)۔قرآن کریم کی آیات میں کسی سے ملتے وقت یا کسی کے گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنے کا حکم ہے :
﴿وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ﴾ (انعام۵۴)﴿وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ﴾ (ہود۶۹)﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا﴾ (فرقان ۶۳)فرقان ۷۵،جبکہ یہاں غالیوں نے اس حکمِ قرآنی کی جگہ یا علی مدد جو کہ غالی اسماعیلوں کا شعار ہے کو رواج دیا ہے اس عمل کیلئے انہیں سیاہ سفید عمامہ پوشوں کا تحفظ و پشت پناہی بھی حاصل ہے۔

ناقدین و منکرین غلات شیعہ سے عمیقانہ دفاع:

وہ علماء جو غلات کے فعل شنیع و عقائد فاسد کو نہیں چھپا سکے اور ان کیلئے کوئی حجت و جواز تلاش نہیں کر سکے تو انہوں نے پہلے مرحلے میں ان کی مذمت کی کہ یہ لوگ گمراہ ہیں لیکن دوسرے مرحلے میں انہوں نے عیارانہ انداز سے غالیوں کو بے قصور ٹھرایا اور کہا جب غالیوں نے آئمہ طاہرین سے خارق العادت اور غیبی اخبار سنے اور دیکھے تو انہوں نے انھیں اللہ کہا۔ انھیں اس حوالے سے اشتباہ ہوا تھا بقول دیگر یہ اس حوالے سے بے قصور ہیں لیکن یہ ایک دھوکہ ہے یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ آئمہ سے فعل خارق العادت صادر ہوتا تھا یا آئمہ علم غیب جانتے اور غیبی اخبار بتاتے تھے وحی تو ان پر ہوتی نہیں تھی تو انھیں کیسے یہ قدرت حاصل تھی جہاں تک قدرت کی بات کرتے ہیں تو یہ غالیوں کا عقیدہ ہوگا جہاں غالی کہتے ہیں اللہ ان میں حلول ہوا ہے اس کے بعد یہ لوگ فعل خارق العادت کر سکتے ہیں اور علم غیب جان سکتے ہیں جبکہ یہ روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اللہ نے کسی میں حلول نہیں کیا۔

پاکستان کو غلوستان بنانے کی باطنیوں کی سر توڑ کوشش:

گرچہ پاکستان میں شیعہ دو گروہوں میں متعارف کروائے جاتے ہیں۔جن میں سے ایک خود کو مخالف غلات گردانتے ہیں جس میں سرفہرست آیت اللہ اور حجت الاسلام کے دعویدار حضرات آتے ہیں۔جن کا کہنا ہے کہ ہم غلو نہیں کرتے ہیں، ہم غلو کے خلاف ہیں اور ہم غالیوں پر لعنت بھیجتے ہیں۔ان کا کہنا ہے غلو وہاں ہوتا ہے کہ جہاں کوئی چیز یا کسی چیز کی صفات محدود ہوں اور چونکہ ہمارے آئمہ کی صفات محدود نہیں لہٰذا ان کے بارے میں غلو نہیں ہو سکتا لیکن وہ غالی ہیں یا نہیں، اس سوال کا جواب انہی کے جواب سے واضح ہے لہٰذا ہم بھی اس لیے کہتے ہیں کہ آپ غالی ہیں چونکہ وہ صفات آئمہ کو غیر محدود سمجھتے ہیں حالانکہ یہ صفت مختص ذات الٰہی ہے۔لیکن یہاں ان کی مراد کہ وہ غلو کے خلاف ہیں یہ نہیں کہ عقیدہ اور مذہب میں بھی وہ اور غالی ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔بلکہ ان کی مراد اس سے یہ ہے کہ ہمارے اور غلات میں درجات و مراتب میں فرق ہے وہ لوگ غلو کے اعلیٰ و ارفع درجے پر فائز ہیں جبکہ ہم ان کی نوکری چاکری کرتے ہیں اور ان کے محافظ و دربان ہیں۔ہم ان کے اردگرد سینہ تان کر موجود رہتے ہیں تا کہ انہیں غیر غالیوں کے آسیب سے بچایا جائے۔حقیقت میں یہی لوگ مسلمانوں کے غیض و غضب سے غالیوں کو بچانے والے ہیں یہ ان سے عقیدت میں یکساں ہیں۔ان میں سے بعض دین و شریعت کے خلاف جسارت میں آگے آگے رہتے ہیں اور بعض ان کے پیچھے رہتے ہیں۔یہ ایک حقیقت ہے کہ یہ لوگ مخالفین غالی نہیں جیسا کہ حضرت سرکار آیت اللہ نے فرمایا عقائد میں شہادت ثلاثہ ضروری ہے

اوراذان میں شہادت ثلاثہ حرام ہے جبکہ اس کے ساتھ ہی یہ لوگ خلیفہ بلافصل علی کے منکر کو شیعت سے خارج گردانتے ہیں البتہ یہ معلوم نہیں ہوا کہ جس علی کی خلافت کے سرکار آیت اللہ معتقد ہیں وہ علی ابن عمران ہے یا علی ابن عبدالمناف ؟عقائد کے حوالے سے یہ سارے عمامہ وعباء پوش آئمہ طاہرین کے بارے میں تقدم امامت برنبوت میں یکساں عقیدہ رکھتے ہیں۔غلات اسلام و مسلمین اوران کے قائدین ورہبران کے دشمن ہیں یہ صرف اپنی شکست کے نتیجہ میں پیچھے چھوڑ کرآنے والے دین وملت اور رہبران کے دوست ہیں۔یہ چونکہ اسلام و مسلمین کے درمیان میں منافقین کا کردارادا کر رہے ہیں لہٰذا سادہ لوح مسلمان یاان کے حامی افراد ان کو دوستداران اہل بیت سمجھتے ہیں۔غلات کی اسلام دشمنی اس سے واضح ہوسکتی ہے کہ وہ دین کو صرف اہل بیت سے محبت میں گردانتے ہیں اوردین کے بارے میں حضرت محمدؐ کا نام لینے سے گریز کرتے ہیں۔یہ کبھی بھی آل محمدؐ کی تعلیمات اورصاحب اہل بیت کی طرف دعوت نہیں دیتے۔یہاں ہم ان کی اسلام دشمنی کے مظاہر کو مرحلہ وار پیش کرتے ہیں:

بڑھتے ہوئے غلو کے خلاف علماء کا جرأت مندانہ فیصلہ:

پندرہ روزہ عالمی صدائے حق کے شمارہ نمبر ۱۴۱۔۲۴ ذی الحجہ ۱۴۳۱ سے ۶ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ میں نشر ہونے والی سب سے بڑی سرخی یہ تھی "عوام میں رائج غلط عقائد کی اصلاح کریں" یہ انتہائی حوصلہ افزاء خبر تھی۔انہی تاریخوں میں ملک کے جید وممتاز بلکہ مایہ ناز باعث افتخار علمائے اعلام کا ایک ہنگامی اجلاس مدرسہ معصومین کراچی میں منعقد ہوا۔اس اجلاس میں قائد ملت علامہ ساجد نقوی، قائد مدارس دینی ومروجہ علوم علامہ شیخ محسن نجفی، علامہ حافظ ریاض حسین صاحب سرپرست اعلیٰ جامع المنتظر اوروفاق العلماء کے بانی اورمغز متفکرین اورصدر انجمن آئمہ جمعہ وجماعت کراچی اور مرکز علوم اسلامی علامہ شیخ محمد صلاح الدین اورمدیر مدرسہ علمیہ قبلہ مولانا فیاض نقوی صاحب مدعو تھے۔اس اجلاس کا موضوع "تشیع میں غلط افکار کو پھیلنے سے روکا جائے" تھا۔اجلاس کا افتتاح تلاوت کلام پاک سے ہوا،بعد میں علامہ محسن نجفی حفظ اللہ نے فرمایا مکتب تشیع میں توحید کے حوالے سے بہت انحراف ہورہا ہے بعض علاقوں میں تو اللہ کی شان میں بھی گستاخی ہورہی ہے۔ظاہر ہے یہ بہت اہم اور بے مثال اقدام تھا ہماری عوام قدرناشناس ہے ورنہ ہمارے علماء جب بھی انہیں خطرہ گھیر لیتا ہے تو وہ کھڑے ہوجاتے ہیں اورقیام کرتے ہیں لیکن یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ ان بزرگ علماء کو اپنی عیش ونوش اوربزم وبساط وتکیہ اقتدار اورریاست کے ہوتے ہوئے کس چیز نے اٹھایا اورکیوں اورکس مقصد کیلئے یہ ذوات حرکت میں آئیں۔وہ کون سے مسائل تھے جن کی بنیاد پر اسلام آباد، لاہور اورکراچی کے ممتاز علماء کو اچانک مدرسہ معصومین میں جمع ہونا پڑا۔گرچہ اس بارے میں لکھا ہے کہ عوام میں بڑھتے ہوئے عقائد انحرافی اس کا سبب ہیں جس کی وضاحت علامہ نجفی نے اس انداز میں فرمائی کہ مسئلہ یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ بعض شہروں میں تو اللہ کی شان میں بھی گستاخی ہورہی ہے، تفصیل کیا تھی نشر نہیں کی گئی لیکن ہمارے خیال میں مسئلہ کچھ اور ہوگا، معاملہ اتنا سادہ نہیں کیونکہ شیعہ منابر سے توحید کے خلاف گفتگو تو عرصے سے ہورہی تھی یہ کوئی نئی بات نہیں ایک عرصہ سے شعراء، خطباء، ذاکرین اور وہ علمائے اعلام جن میں ہمارے متقی وپرہیزگار اور توحید کے پرچم دار علامہ حافظ ریاض حسین اور تقی شاہ صاحب بھی شامل ہیں، دوسرے انداز میں توحید کے خلاف تقاریر کرکے لوگوں سے داد وصلوات لیتے رہے ہیں۔ان کے بیانات میں ہے ہمارے آئمہ خلقت عالم سے پہلے موجود تھے۔علیؑ نے تمام انبیاءؑ کا باطن میں ساتھ دیا یہ تو تقاریر کا موضوع سخن ہے چنانچہ چند سال پہلے علامہ

حافظ ریاض حسین نے لاہور میں کسی خطاب کے دوران فرمایا تھا حضرت علیؑ نے گزشتہ انبیاءؑ کا باطن میں ساتھ دیا جبکہ حضرت محمدؐ کے ساتھ ظاہر میں مدد کی۔جس پر ہمارے جاننے والے ایک دوست نے استفسار کیا جناب حضرت علی اس وقت تو نہیں تھے پھر کیسے انہوں نے گزشتہ انبیاء کا ساتھ دیا تو آپ نے فرمایا کیا آپ شیعہ نہیں ہیں؟ یہ عقیدہ تو شیعہ عقائد کے مسلمات میں سے ہے۔جبکہ حقیقت میں یہ تاریخ اساس نظریہ غلو ہے یا کہتے ہیں علی مظہر تجلی علم وقدرت الٰہی ہے جبکہ یہ نظریہ حلول ہے اگر نہیں ہے تو اسکا درمیانہ دوسط واضح کریں یہ لوگ ہمیشہ سے کہتے آئے ہیں کہ پنجتن جب سمٹ جاتے ہیں تو اللہ بن جاتا ہے اور اللہ جب کھلتا ہے تو اہل بیت بنتے ہیں یہی وجہ ہے کہ شیعہ اپنی گاڑیوں اور پوسٹرز پر اللہ کا نام اس طرح لکھتے ہیں کہ اللہ کے نام کے ہجوں ہی میں پنجتن کے نام بھی ہوتے ہیں۔اسے غور سے پڑھیں گے تو پنجتن کے نام ہوں گے اور سرسری نگاہ سے دیکھیں گے تو یہ اللہ لکھا نظر آئے گا۔جس دن شب ہجرت امیر المومنین علیؑ نبی کریمؐ کے بستر پر سوئے تو کہتے ہیں اللہ نے اس کے عوض میں انھیں ساری جنت دے دی لہٰذا چند فیصد کے سوا تمام شیعوں یعنی ان غالیوں کا کہنا ہے اب لوگوں کو جنت علیؑ کے ذریعے ملے گی کیونکہ جنت کے حوالے سے اللہ کے پاس اب کچھ نہیں رہا کیونکہ جو جنت تھی وہ تو علی کو دے دی۔

غلو میں یہ لوگ اہل بیت تک محدود نہیں رہے۔اب تو حضرت عباس کا اللہ سے مناظرہ بیان کیا جاتا ہے جس میں وہ کہتے ہیں اگر تو نے میرے متوسل شخص کی حاجت پوری نہ کی تو مجھے باب الحوائج نہیں ہونا چاہیے۔حضرت عباسؑ پرچم دار حسینؑ ہیں جنھوں نے کربلاء میں جہاد و وفاداری کی عالی شان مثال قائم کی ہے اب تو یہ حاجتیں پوری کرنا گلی وکوچہ میں کھڑے جھنڈے کے ہاتھ میں بھی ہے چنانچہ یہ کہتے ہیں کہ اس جھنڈے کو بھی ہلائیں تو حاجت رواء ہوتی ہے اگر لوگوں میں کوئی غلو نشر ہو رہا ہے تو یہ انہی عمامہ پوش و عبا پوش اور علم گاڑھنے اور جعلی ضریحوں کی سنگ بنیاد رکھنے والوں کی وجہ سے ہے جس کا انتظام و بندوبست قبلہ محسن نجفی خود فرما رہے ہیں۔یہ مراکز غلو سے غلو کی باتیں جمع کر کے جدید وسائل سے ہر وقت گھر گھر پہنچاتے ہیں ذاکرین وخطباء غلو انہی قرآنی ترجموں کے حاشیوں پر لکھی گئی غالیوں کی روایات سے استفادہ کرتے ہوئے کرتے ہیں۔اسی لئے وہ کہتے ہیں یہ ہیں تو غالیوں کی روایات لیکن ہم سند تفسیر قرآن کی دیتے ہیں۔لہٰذا معلوم نہیں ہوسکا کہ اس ملک میں نئے غلو کا مظاہرہ کب رونما ہوا جو پہلے سے نہیں تھا۔تاریخ غلو اور اس پر ھنود و مجوس کے صوفیاء کی باتیں اور فضائل ومناقب اہل بیت و آئمہ طاہرینؑ کے نام سے ان ذوات کو مخلوق کا خالق کہنے جیسی باتیں شیعہ نشر کرتے آئے ہیں۔واہ کینٹ کے پڑھے لکھے اجتماع میں پندرہ شعبان کی محفل میں جب ذاکر صفدر حسین ڈوگر نے شعر میں کہا" علی خدا کی طرح ہے خدا علی کی طرح" تو پورے اجتماع سے کسی تعلیم یافتہ شخص نے بھی اس پر اعتراض نہ کیا بلکہ سب نے اسے خوب داد دی۔کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس وقت ایک دو فیصد کے علاوہ سب شیعہ غالی ہیں اور وہ علی ہی کو اللہ سمجھتے ہیں اور یہ سب کچھ علماء کی سرپرستی میں ہو رہا ہے۔یہ کہتے ہیں یہ ذوات خلقت میں عام الناس جیسی نہیں ہیں ۔قرآن میں پیغمبرؐ کی زبان سے بیان ہے کہ میں بشر ہوں مجھے کچھ پتہ نہیں سوائے اس کے جو مجھ پر وحی ہوتی ہے لیکن یہ علماء کہتے ہیں یہ لوگ بشر نہیں بلکہ یہ ظاہری طور پر دیکھنے میں بشر نظر آتے ہیں یہی بات اہل غلو کہتے ہیں کہ انہیں آپ بشر دیکھتے ہیں جبکہ حقیقت میں یہ اللہ ہیں اور کائنات کی کوئی بھی چیز ان سے پوشیدہ اور چھپی نہیں۔یہ عالم پر محیط ہیں اور یہ ہر وہ کام کرنے کی طاقت وقدرت رکھتے ہیں جو اللہ کر سکتا ہے۔یہاں علامہ نجفی نے توحید کو لاحق خطرے کی جو شکایت کی وہ

قابل عمل نہیں ہے۔اس کی مثال یوں ہے کہ عصر حاضر میں ہمارے وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی اوران کے وزیروں پر کرپشن کی بارش برس رہی تھی اور ذرائع ابلاغ ان پر ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ ملک کے باہر سے ان کی کرپشن کی شکایتیں کی گئیں تو انہوں نے اس کا بر وقت معقول جواب دیا ہم ان کی حقیقت کوئی پر داد دیتے ہیں انہوں نے فرمایا: اگر ہم کرپشن کرنے والوں کو کابینہ میں نہیں رکھیں گے تو کابینہ کہاں سے بنائیں گے۔اسی طرح شیخ محسن توحید کی بات کریں گے تو توحید سے متصادم فضائل ومناقب اہل بیت کہاں سے لائیں گے۔

یہ مسائل آپ جیسے فلسفہ پڑھنے والے یا اجتماع میں مقام ومنزلت رکھنے والے ہی حل کرسکتے ہیں سائل کو تو اس طرح دبا سکتے ہیں کہ تم مجھے قرآن سکھاتے ہو بقول آقائے مرجع کبیر حافظ بشیر صاحب ہم نے پچاس سال اس میں عمر گزاری ہے آج ہم سے دلیل پوچھتے ہیں ہم سے اشکال کرتے ہیں کیا آیت ﴿واما سائل فلا تنهر﴾ آپ جیسوں پر لاگو نہیں ہوتی لیکن وہ افراد جنھوں نے فلسفہ نہیں پڑھا اور معاشرے میں مقام ومنزلت نہیں رکھتے۔وہ تفسیر پڑھے بغیر ﴿واما سائل فلا تنهر﴾ پر پابندی سے عمل کرتے ہیں تو وہ بیچارے ان دونوں کو کیسے جمع کریں گے لہٰذا معلوم ومحسوس ہوتا ہے کہ یہاں توحید کا مسئلہ نہیں کچھ عوام ہمہ جور وجذباتی جوانوں نے اپنے اردگرد ناظر ونگراں نہ ہونے کا یقین ہونے پر اللہ ورسولؐ کی اہانت وجسارت کی ہوگی لیکن اس سے تو آپ کو کوئی فرق نہیں پڑنا چاہیے کیونکہ آپ کے علماء یہ بیان دیتے آئے ہیں کہ پاکستان میں گناہ کبیرہ اہانت رسولؐ کا قانون یا تو ختم ہوجانا چاہیے یا برائے نام ہونا چاہیے لہٰذا جب جوانوں کو گناہوں پر تحفظ ملتا ہے تو وہ کیوں نہ رقاصی کریں لیکن بگڑتی ہوئی صورت حال کہاں تک پہنچی ہے۔بزرگ علماء سمجھتے ہیں انہوں نے ہمیشہ یہ سیرت اپنائی کہ بے لگام جوانوں کو دو تھپڑ مار کر لوگوں کو بتائیں ہم ان کے برے اعمال پر مذمت کرتے ہیں جو کافی ہے چنانچہ ایک عرصہ سے ہمارے سربراہان مملکت مغرب والوں کو یہی سمجھا رہے ہیں کہ آپ اپنے کام کریں ہم آپ کو روکنے کی بجائے آپ کی زبانی کلامی مذمت کرتے رہیں گے لیکن اس پر وہ لوگ ان کی اس بات کو نہیں مانتے بلکہ کہتے ہیں آپ استقلال خوش آمدید کہیں۔یہ علماء بھی ہمیشہ ایسا ہی رویہ اپناتے ہیں اور ابھی بھی اسی روش کو اپنائے ہوئے ہیں اب ان کیلئے کوئی چارہ نہیں کہ دونوں کو یکجا کریں یعنی توحید کو بھی بچائیں اور خود ساختہ فضائل ومناقبت اہل بیتؑ کو بھی بچائیں۔

جلسے کی ایک اور اہم شخصیت آغا شیخ صلاح الدین صدر ہیت آئمہ ومساجد، علماء امامیہ وسرپرست مرکز علوم اسلامی نے فرمایا نظریہ تفویض کا مسئلہ پاکستان میں نفی توحید اور شرک کی تائید میں رائج ہوا یہ نظریہ دراصل ہماری کچھ روایات کی وجہ سے رائج ہوا جبکہ یہ نظریہ غالیوں کا نظریہ ہے۔

ا۔آپ نے فرمایا ہر امام نے اس نظریے کو مسترد کیا بحار ج ۲۵ میں باب نفی تفویض عن نبی وآئمہ میں اپنا موقف دیا اور اس نظریے کو دفن کیا آپ سے سوال ہے آیا تفویض کا جو نظریہ پاکستان میں نفی توحید اور شرک کی تائید میں رائج ہوا ہے یہ ایران وعراق میں کس معنی میں استعمال ہورہا ہے کیا وہاں ایرانی وعربی آئمہ سے حاجتیں نہیں مانگتے اور انھیں باب الحوائج نہیں کہتے تنہا آئمہ نہیں جاہلی خود ساختہ امام زادوں کی ضریحوں پر کتنے دھاگے اور تالے لگے ہوئے ہیں اور پاکستانی عوام وہاں سے یہ تحفہ ساتھ لاتے ہیں۔

۲۔اگر کافی میں کلینی اور بحار میں علامہ مجلسی نے شرک کی روایتیں اپنی کتاب میں نہیں لکھیں تو یہ روایتیں کہاں سے آئی

ہیں کلینی ،صدوق اور علامہ مجلسی نے اپنی کتابوں میں ان کا تذکرہ نہیں کیا تو یہ روایات کہاں سے آئی ہیں کیا کلینی نے جہاں بحار میں نفی تفویض کیلئے باب کھولا ہے وہاں تفویض کی روایت پر نوٹ لکھا ہے کہ یہ ہمارے عقائد کے خلاف ہے اور یہ روایت درست نہیں ہے ۔لہذا یہ نفی تفویض آج کی بات نہیں ہے ۔آپ کے مدارس میں عقائد کا جو نصاب مروج ہے وہ کہاں تک تفویض کو رد کرتا ہے کیا وہاں فضائل و مناقب کے ذکر میں نظریہ تفویض کی نفی ہوتی ہے یا اس کو تقویت ملتی ہے ۔آپ کے مدارس اگر عقائد کا نصاب رکھتے ہیں آپ دلیل و برہان سے عقائد سمجھاتے ہیں پھر وہاں سے فارغ التحصیل اپنے عقائد کو دلیل و برہان سے باہر کیوں سمجھتے ہیں ۔آپ ہماری کتابوں کو شیر کیوں سمجھتے ہیں کیوں ان سے ڈرتے ہیں؟ دوسری طرف کیا آپ کے مدارس کے طلبہ طلوع اسلام نہیں پڑھتے ؟ کیا آپ کے مدارس میں اس وقت جیسا کہ آپ کے ہفت روزہ میں آیا ہے کہ شیخ حامد حسین شریعتی نے فرمایا کہ روایتی دروس کے ساتھ صحتمند سرگرمیوں میں بھی حصہ لیں اس شرط کے ساتھ کہ طلبہ کی دینی تعلیم متاثر نہ ہو، شاید ان صحتمند سرگرمیوں سے مراد والی بال، کرکٹ یا سوئمنگ پول میں تیراکی ہے۔

بقول ایرانی جائے ایشان خالی بود:

ا۔اس اجلاس میں فقیہ جام شورو بقول جوانان اصغریہ قائد سندھ آغائے حیدر علی جوادی صاحب کا نام نہیں آیا ۔معلوم نہیں وہ اپنی مصروفیات کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکے یا جلسے کا اہتمام کرنے والوں نے اپنے موضوع کی نزاکت کو دیکھ کر انھیں نہیں بلایا کیونکہ قائد سندھ کا خیال ہے کہ اگر ملک میں توحید اصلی کو پھیلانا ہے تو یا علی مدد کو رواج دینا ہوگا ۔اس نشست میں حاضر علماء کراچی اسلام آباد، لاہور کے دار الخلافہ سے تعلق رکھتے تھے جو اپنی مشکلات و مصائب کے حل کیلئے یا امریکہ مدد کہتے ہیں یا ان کے مطالبات منظور کر سکتے تھے اور نہ رد کر سکتے تھے ۔شاید اسی اس لئے انھیں نہیں بلایا گیا ۔

۲۔قائد عوام بلتستان چونکہ اپنے ہاں تصور دینی اور صدائے اسلام کا خاتمہ کر چکے ہیں ۔اب اسماعیلیزم اور الحادیزم پر مستقر ہونے اور ان کے راستے کو مستقل طور پر اپنانے کے بعد اصل توحید سے انہیں خطرہ لاحق نہیں لہذا وہ کسی کی تجویز سننے کیلئے تیار نہیں ہیں ۔

۳۔تیسری شخصیت بانی مدرسہ جناب قبلہ علی مدبری صاحب کی ہے جن کا نام سننے میں نہیں آیا شاید مدیر جناب شیخ محسن کے کلمات اختتامیہ سنتے ہی غصے میں چلے گئے ہونگے کیونکہ انھیں یہاں دشمن اہل بیت شرف الدین کی باتوں کی بو آنے لگی ہوگی ۔

۴۔چوتھی شخصیت قائد ملت جعفریہ ہیں ۔آپ نے اپنے بیان میں فرمایا ہم دوسروں کی طرح نہیں جو ایک ایک حیثیت کے حامل ہیں بلکہ ہم دو حیثیتیں رکھتے ہیں ایک تو ہم بحیثیت مسلمان ہیں جس کے اپنے تقاضے ہیں ۔اسلامی تقاضے کو بعض افراد نے داغدار بنایا جس کی وجہ سے اب لوگ اس کو پسند نہیں کرتے چنانچہ علامہ صلاح الدین نے پہلے ہی فرمایا تھا ہم مشترکات کے پیچھے نہیں جاتے ہم اپنی بات کرتے ہیں ۔علامہ ساجد نے فرمایا ہماری دوسری حیثیت تشیع کی ہے ۔تاریخ گواہ ہے اس دور میں بہت سے انحرافات وجود میں آئے ہیں لیکن علماء نے ان انحرافات کو قابو کیا ہے لیکن وہ انحرافات جن کا آپ نے اور دیگر علماء نے ذکر کیا ہے وہ انحرافات کونسے انحرافات ہیں ۔پہلے انحرافات کا تصور قارئین کیلئے واضح ہونا چاہیے انحراف یعنی کسی کو گناہ پر لگانا ،انحراف حرف سے ہے حرف یعنی کنارہ پر لگانا یعنی جب کوئی شخص کسی کو کنارے پر لگانا

چاہتا ہے تو انحراف کا لفظ استعمال ہوتا ہے دنیا میں دو قسم کے انحرافات کا تصور موجود ہے ہم مسلمانوں کے نزدیک انحرافات سے مراد افکار مسیحی، یہودی اور ہنود و مجوسی ہیں ہم ان کے افکار کو انحرافی افکار کہتے ہیں جب کہ وہ لوگ اسلام کو انحراف کہتے ہیں لہٰذا وہ مسلمین کے خلاف متحد ہیں چنانچہ مشرق و مغرب کے کافرین و ملحدین نے جنگ احزاب تشکیل دی جبکہ ہم سب نے مل کر صفحۂ ہستی سے اسلام سے انحراف کو روکنا ہے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ جن انحرافات پر قبلہ قائد ملت فرماتے ہیں کہ ہم نے قابو پالیا ہے وہ کونسے انحرافات ہیں کن انحرافات سے انہوں نے شیعوں کو باز رکھا ہے۔اس حوالے سے ان سے یا معاشرے میں دیگر علماء سے پوچھنے کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ یہ باتیں اخباری کالموں اور مضامین میں موجود ہیں۔دس بیس سال ملک میں قیادت کرنے والوں کی سرگرمیاں اور خطابت سب کیلئے واضح ہے جو ویڈیو میں اور کیسٹوں پر آچکی ہے اور کسی سے پوشیدہ نہیں۔آپ کے خطبات اور فیصلہ جات کو دیکھنے کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ آپ نے کونسے انحرافات کو ختم کیا، ان کو کنارے پر لگایا اور ان کی بھرپور مزاحمت کی ہے اور آپ اس میں کامیاب بھی ہوئے ہیں۔اس فکر کے داعیوں کو چاہیے کہ آپ کو اور آپ کی جماعت اور ہمنواؤں کو داد دیں کہ آپ کی انحرافات سے مراد اسلام ہے۔آپ اسلام کو انحراف سمجھتے تھے آپ اور آپ کے ہمنواؤں کے نزدیک انحراف سے مراد اسلام عمری و بکری ہے جو قابل قبول نہیں۔چنانچہ جب دنیا میں مغربی منافقت کے علاوہ کمیونزم اور سوشلزم کی یلغار ہوئی اور عام مسلمانوں نے جذبات میں آکر کمیونزم سے مقابلہ کرنے کیلئے شریعت اسلام اور نظام اسلام کو نافذ کرنے کا نعرہ بلند کیا تو یہاں سے آپ کی مزاحمتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔اس ملک میں ۸۵ یا ۹۰ فیصد عام مسلمان اور ۱۰ یا ۱۵ فیصد شیعہ ہیں۔آپ نے کہا ہمیں ۸۵ فیصد والوں کا اسلام نہیں چاہیے، یہاں فقہ جعفریہ نافذ کرو چنانچہ اس طرح آپ نے انحراف کی ایک دیوار کھڑی کی اور شریعت اور نظام اسلام ہی کو انحراف قرار دیا ہے۔

۲۔آپ نے فرمایا تھا ہم یہاں داڑھی والوں کو آنے نہیں دیں گے یہ آپ کا تاریخی خطاب ہے چنانچہ اس وقت آپ نے اسلام کو ایک دھماکہ خیز مواد کے طور پر متعارف کروایا اور اس سے نجات کیلئے تنہا طریقہ سوشلزم و کمیونزم اور سیکولرزم کا تعارف کروایا۔آپ نے فرمایا ہمیں اسلام کے مقابلہ میں یہ تینوں نظام قبول ہیں ہم تینوں کا استقبال کرتے ہیں، ہمیں اسلام نہیں چاہیے، اسلام کو یہاں سے روکا جائے۔

۳۔جب ملک میں اسلام آنے کا خطرہ ٹل گیا تو آپ نے پیش بندی کیلئے انھی داڑھی والوں کے ساتھ متحد ہو کر ملحد مشرف کو برسر اقتدار لاکر انھیں تقویت دینے کا فیصلہ کیا چنانچہ آپ کی متحدہ جماعت کی توفیق سے ہی اس نے حکومت کی اور انہی کے ذریعے اسلام میں گناہوں کی سزا کو ختم کرنے کی بھرپور کوشش کے ساتھ ساتھ اشاعۂ فحشا کو رواج دیا گیا تو ہین رسالت کو مباح و جائز قرار دینے والے آپ اور آپ کے پشت پناہ علماء خاص کر علماء بلتستان اپنی مجالس و محافل میں جملہ دروغی الھم اشغل الظالمین بالظالمین کو نص اللہ و رسولؐ قرار دے کر مشرف کی طول عمر کی دعا کی تا کہ اسلام عمری کے ساتھ مقابلہ کیا جا سکے۔آپ کے پاس تو اسلام تھا ہی نہیں کیونکہ آپ نے اسلام کو اس لئے چھوڑ دیا کہ اس پر شیخین کا ہاتھ لگ گیا۔آپ نے کہا ہم اس پر ہاتھ نہیں لگائیں گے۔آپ خود ان ایوانوں میں نہ پہنچ سکے لیکن فرماتے ہیں ہمارے آدمی وہاں بیٹھے ہیں وہ ایسے بل کو بروقت مسترد کریں گے اور اسے آگے نہیں آنے دیں گے۔

۲۔عقیدۂ حلول:

حلولیہ کے ۱۰ فرقے ہیں جو سب اسلامی مملکت میں وجود میں آئے ہیں اور سب کا مقصد صانع کو منہدم کرنا ہے سب کی برگشت غالیوں کی طرف ہے۔

حلول لغت میں پہلی چیز کے دوم میں محو ہو جانے یا داخل ہو جانے کو کہتے ہیں۔ اول کو حال کہتے ہیں دوم کو محل کہتے ہیں جو چیز حل ہوئی اس کو حلول کہتے ہیں جسم اور محل کے رابطہ کو حلول کہتے ہیں۔ اسی طرح عرض جوہر میں حلول کہتے ہیں سفیدی عرض اور کاغذ جوہر ہے سفیدی نے کاغذ میں حلول کیا اسی طرح روح وجسم کے درمیان رابطہ حلول ہے روح نے جسم میں حلول کیا واسطہ مادہ وصورت کو بھی حلول کہتے ہیں حلول کی دو اقسام ہیں:

۱۔ حلول سریانی یعنی اجزاء حال محل میں داخل ہو جائیں جیسے خوشبو گلاب میں۔

۲۔ حلول اتحادی: یعنی بذات خود انسان کو مقام الوہیت حاصل ہوتا ہے یعنی اللہ سے انسان متحد ہوتا ہے اصل میں وہی بات ہے جو اہل حلول کہتے ہیں اگر اللہ مقام الوہیت سے تنزل کر کے انسان کے اندر آیا اس کو حلول کہتے ہیں اور اگر بندے نے عروج سے مقام الوہیت حاصل کیا تو اسے اتحاد کہتے ہیں۔

صوفیوں کا کہنا ہے اللہ یا اس کے اجزاء کسی شخص نبی یا امام یا ولی میں حلول کر کے متحد ہو جائیں حلول سریانی ہو جائے حلول اتحاد ہو جائے دونوں کا مصداق ایک ہی ہے۔ غالیوں کا کہنا ہے اللہ علی میں حلول ہوتا ہے اس کی دلیل یہ ہے حضرت علی محیر العقول فعل اور غیب گوئی کرتے ہیں۔

وحدت الوجود کے قائلین کا بھی یہ نظریہ ہے۔ وحدت الوجود حلول اور اتحاد کے مصادیق میں سے ایک ہے۔ انہی میں سے حسین بن منصور حلاج ہے۔ اس کا عقیدہ اس کے شعر سے پتہ چلتا ہے یعنی جو میں چاہتا ہوں وہ تو چاہتا ہے جو تو چاہتا ہے وہی میں چاہتا ہوں تو نے مجھے دیکھا اور میں نے تجھے دیکھا یعنی ہمارا ایک بدن میں حلول ہوا ہے۔ علماء نے اس پر لعنت کی ہے۔ جو ۲۴۴ھ کو پیدا ہوا ۳۰۹ھ کو اسے سزائے موت کی سزا دی گئی اور اس کے جسد خاکی کو جلا کر نہر فرات میں بہایا گیا یہ واقعہ ۳۰۹ھ ۲۴ ذیقعدہ کو پیش آیا۔

محی الدین عربی وہ بھی وحدت وجود کا قائل تھا۔ اس کا نظریہ تھا جس جس چیز کی بھی پرستش کی جائے ٹھیک ہے کیوں کہ اللہ کا حلول اسی چیز میں ہوگا اور وہ درحقیقت اللہ کی ہی عبادت ہوگی۔ عصر حاضر میں حلول کے قائلین میں بہائی ہیں۔ حسین مازندرانی جو بعد میں بہا اللہ کے نام سے معروف ہوا ان کے قائدین کا عقیدہ ہے بہا مظہر جمال اللہ ہے ان کا کہنا ہے حسین علی اپنے چہرے کو ہمیشہ چھپائے رکھتے تھے ان کا عقیدہ تھا کہ ان کا نور سے مجسم چہرہ عام بندہ دیکھنے کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔

ان میں سبعیہ، بیانیہ، جناحیہ، خطابیہ، نمیریہ فرقے ہیں ان کے بعد مقنعیہ وجود میں آئے ہیں ان کے بعد رضامیہ جنہیں کوکیہ بھی کہتے ہیں ان کے بعد حلمانیہ وجود میں آئے جنہیں حلاجیہ بھی کہتے ہیں جو منسوب بہ حسین بن منصور معروف بہ حلاج سے ہیں۔ ان کی پیروی کرنے والوں میں سے ایک خرمیہ ہے۔ محرمات شریعت کو مباح گردانتے اور واجبات کو ساقط گردانتے میں سب مشترک ہیں۔ سبعیہ کو اس لیے حلولیہ میں شامل کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا عقیدہ ہے اللہ نے علی میں حلول کیا ہے۔ بیانیہ کا کہنا ہے روح اللہ انبیاء ائمہ میں گردش کرتے ہوئے علی تک پہنچی ہے علی کے بعد محمد حنفیہ میں اور ان کے بعد ان کے بیٹے ابی ہاشم میں ان کے بعد بیان بن سمعان میں آئی ہے اور اب وہ اللہ ہے۔ جناحیہ کو اس لیے

حلولیہ میں شامل کرتے ہیں کیونکہ ان کا کہنا ہے روح اللہ علی او راولا دعلی میں گردش کرتی رہی یہاں تک عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر میں حلول کیا۔اس کے ساتھ وہ قیامت جنت نار کے بھی منکر ہیں ۔خطابیہ کے تمام فرقے حلولیہ ہیں ان کا عقیدہ ہے روح اللہ نے جعفر صادقؑ میں حلول کیا ہے اس کے بعد ابی الخطاب اسدی میں ان کا کہنا ہے حسن وحسین اوران کی اولاد اللہ کے بیٹے ہیں اس کے بعد شریعیہ او رنمیریہ ہے یہ لوگ حلولیہ ہیں کیونکہ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اللہ نے ان ۵ پانچ لوگوں میں حلول کیا ہے محمد علی فاطمہ حسن حسین میں حلول کیا ہے ۔ان کا دعویٰ ہے یہ خمسہ اللہ ہیں ۔رزمیہ ابی مسلم خراسانی کے پیروکار ہیں انہوں نے امامت کو ابی ہاشم سے ابی مسلم میں منتقل کیا ہے ان کے بعد محمد ابن علی ان کے بعد ان کے بھائی عبداللہ بن علی سفاح میں ان کے بعد ان کے بھائی عبداللہ بن علی سفاح میں ان کے بعد ابی مسلم میں منتقل ہوا ہے پھر لوگوں کو ابی مسلم کی موت پر یقین ہوا لیکن ایک فرقے نے کہا ابی مسلم خود اللہ ہے روح اللہ اس میں حلول ہوئی ہے اور ابی مسلم جبرائیل، میکائیل اور دیگر ملائکہ سے افضل ہے اور وہ ابھی مرا نہیں ہے ہمیں ان کا انتظار کرنا ہے انھیں برکویہ بھی کہتے ہیں ان کا کہنا ہے منصور نے انھیں قتل نہیں کیا لیکن ایک شیطان جو ابی مسلم کی صورت میں تھا اس نے اسے قتل کیا ہے۔

روح کا ایک قالب سے دوسرے قالب میں منتقل ہونا ہنود مجوس کے بنیادی عقائد میں بھی شمار ہوتا ہے ۔ان کے عقیدے میں ہر ذرہ ذرات الٰہی میں موجود ہے ۔ظہور روحانی حق صورت جسمانی پاکان وبزرگان میں گردش کرنا ہے اسی لیے انہیں مظہر بہ مظہر کہتے ہیں ان کی کتاب میں آیا ہے کہ موت سے نہ ڈریں موت سے ڈر نہیں موت شبیہ ہے مرغی کی جس کا عکس پانی میں ہے ۔یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا ہے یعنی تناسخ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا ایک بدن سے دوسرے بدن میں منتقل ہونا ہے ۔ان کا کہنا ہے اللہ صورت بشر میں ظاہر ہوتا ہے جس طرح الہ سات صورت میں تجلی کرتا ہے ملائکہ بھی سات صورت میں تجلی کرتے ہیں ۔

غلات مخرب توازن اسلامی:

نظام اسلام کی مثال ایک انسان کامل جیسی ہے جس کے چند ین اعضاء و جوارح ہیں ۔

۱۔بعض اعضاء انسان کا کمال جمال ہیں جن کے فقدان سے اس کے کمال و جمال کا خاتمہ ہوتا ہے ۔

۲۔بعض اعضاء انسان کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں ۔

۳۔بعض اعضائے رئیسہ ہیں جن کے خاتمے سے انسان ختم ہوجاتا ہے پھر زندہ نہیں رہ سکتا ہے جیسے: دل، گردن وغیرہ۔ لیکن ان کے نا پید ہونے سے خود انسان ختم ہو جاتا ہے ۔جیسے رگ گردن کاٹنے سے دل پر گولی لگنے سے تمام خون نکلنے سے ۔کمر کی ہڈی ٹوٹنے وغیرہ انسانی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے ۔نظام اسلام بھی ایسا ہی ہے اس نظام کے ستون عمودی ہیں غلات نے آکر اسلامی نظام کو تہہ وبالا کیا ان کے توازن کو ختم کیا بطور مثال دین اسلام کی عمارت توحید پر قائم ہے اللہ کی وحدانیت پر قائم ہے باقی ایمان بہ رسالت ایمان بہ آخرت اس کے بعد فروعات شروع ہوتے ہیں اس میں نماز روزے حج سیاسیات جہادیات یہ سب توحید پر قائم ہیں جبکہ غلات کہتے ہیں دین کی اساس امامت ہے امام سے توحید نے فروغ پایا۔

غلات معاشرے میں کبھی روحانیت کی بات کرکے بعض انسانوں کو دیوانہ اور مجنوں بناتے ہیں اور جسمانی تقاضوں سے

قطع نظر کر کے اسے درویش اور گداگر بتاتے ہیں۔

رہبران دینی کے حق میں غلو:

رہبرانِ دینی کو حضرت محمدؐ سے بالاتر یا ان کے برابر یا اللہ کے برابر یا شریک وفرزند یا پھر اللہ سے مقام ومرتبے میں بلند سمجھنا۔امت اس وقت اس غلو کی غلاضت میں غلطاں ہے ۔بعض نے اصحاب کی شان میں غلو کرنے کی مہم شروع کی ہے جبکہ بعض نے اہل بیتؑ کی شان میں غلو کیا ہے جبکہ بعض نے گذشتہ مجتہدین ومراجع اور بعض دیگر نے اپنے مقامی، گدی نشینوں کیلئے یہ سلسلہ شروع کر رکھا ہے،غرض کہیں بھی یہ سلسلہ رکتا نظر نہیں آتا ۔ہماری بدقسمتی ہے ملک میں مو جود دانشور علوم اسلامی کا مطالعہ کئے بغیر اسلام شناس اور فقیہ بنتے ہیں، اسی طرح بعض حوزات اور مدارس کے فارغ تحصیلات ہیں جنھوں نے علوم عربی میں مہارت حاصل کی ہے وہ از خود عقائد اور فروعات اسلام میں عالم وعارف بن جا تے ہیں، جبکہ یہ حضرات مصادر اولیہ عقائد اسلامیہ سے نا آشنا ہیں اس کا واضح ثبوت ان کا فتویٰ ہے کہ ''علی شرف الدین'' امامت کے منصوص من اللہ ہونے سے انکار کرنے کے بعد شیعت سے خارج ہو گیا ہے جبکہ عقیدہ منصوص من اللہ عقائد غلاۃ میں سے ہے۔

۱۔غالی ائمہ طاہرینؑ کے بارے میں تثلیثِ مسیح جیسا عقیدہ رکھتے ہیں یعنی خدا نے ان میں حلول کیا ہے یا انہوں نے خدا میں حلول کیا ہے، ان کا کہنا ہے خدا کھل جاتا ہے تو پنجتن بنتے ہیں اور پنجتن جب سمٹتے ہیں تو خدا بنتا ہے ۔اسی طرح کہتے ہیں خدا علی ہے یا علی خدا ہے۔

۲۔ غالی ان ذوات کو خلقتِ کائنات سے پہلے قرار دیتے ہیں،قدیم ذات وصفات کا حامل بتاتے ہیں علم وقدرت دونوں میں یکساں بتاتے ہیں ان کا عقیدہ ہے یہ بعض کلمات کے تحت مثل یا مظہر اللہ بن جاتے ہیں یہ کان وما یکون کا علم جانتے ہیں۔

۳۔خدا نے انھیں کو خلق کیا، اور پھر انہوں نے کائنات کو خلق کیا ہے، بعض تخلیقی امور انھیں تفویض کئے گئے ہیں جو چیز ان سے مانگی جائے عطا کرتے ہیں

۴۔ دین وشریعت اور حلال وحرام، ان سے محبت اور ان کے دشمنان یعنی خلفائے ثلاثہ سے نفرت کا نام ہے۔

۵۔ حضرت محمدؐ ان ذوات کے فضائل بتانے کیلئے تشریف لائے ہیں۔

۶۔ موجودہ قرآن ناقص اور نا قابل عمل قرآن ہے، اصل قرآن حضرت علیؑ نے جمع کیا تھا جو آئمہ طاہرینؑ کے پاس مخفی وپوشیدہ ہے۔

۷۔ خلفائے راشدینؓ پر برملا سبّ وشتم کرنا۔

۸۔تبرا یعنی سبّ وشتم جو ان کے برگزیدہ عقائد میں شامل ہے۔

یہ کہنا درست نہیں کہ غلات صرف شیعوں میں پائے جاتے ہیں اگر کوئی ہستی یہ کہتی ہے تو اس کی مثال ایسی ہے کوئی چور دوسرے آدمی کو یہ کہے وہ چور ہے یا کوئی رشوت خور کسی دوسرے سے کہتا ہے وہ رشوت خور ہے ۔کتاب فرق شناسی میں ایسے بہت سے غالیوں کا ذکر ہے جو اہلسنت والجماعت سے تعلق رکھتے ہیں سب سے بڑے غالی صوفی ہیں جن کی اکثریت صوفی اہل سنت سے تعلق رکھتی ہے اسی طرح بریلوی سب سے بڑے غالی ہیں اس لیے پاکستان کے خالق

خرافات اور فی زمانہ سر پرستان این جی اوز دین و مذہب سے بالاتر ہو کر خدمت انسانیت کرنے والے نمائندہ رہبر معظم کا اصرار ہے ہم اور بریلوی ایک ہیں کیونکہ دونوں غالی ہیں اسی طرح دین کے توازن کو ختم کرنے والے اہل حدیث واخباری حدیث کو گرا کر قرآن کی بات کرنے والے قادیانی پرویزی سنی سب غالی ہیں۔

یہ صرف ایمان ایمان کہتے ہیں اور علم معرفت سے دور رکھتے ہیں اور علم او رمعرفت کی مذمت کرتے ہیں۔کبھی علم علم کہہ کر ایمان سے عاری بناتے ہیں اور کبھی ترقی تمدن مال و دولت کو محور مرکز اقدار گردانتے ہیں۔کبھی مستحبات کو بڑھا کر دعاؤں میں مصروف کرتے ہیں کبھی ایمان کے بعد تمام محرمات کو حلال گردانتے ہیں۔غرض کسی بھی وقت انسان مسلم کو دین اسلام کے ہمہ جانب متوجہ رہنے سے باز رکھتے ہیں اور خوارج اس کا نمایاں چہرہ ہے۔ان کی خصوصیات ملاحظہ کریں۔

۱۔خوارج عاشق مجادلہ مناظرہ ہیں ہر شخص سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

۲۔خوارج اپنے نظریات سے اندھے بہرے تھے اور اپنے تعصب مذہبی کیلئے جھوٹ بولتے تھے۔

۳۔خوارج ظاہر نصوص پر اکڑ جاتے اور دقت غور کرنے کے خلاف تھے۔

۴۔عبادت میں مبالغہ کرتے تھے۔

۵۔لڑاکو جنگجو اور ہر وقت خون کے پیاسے رہتے تھے۔

۶۔ہرج مرج بد نظامی ان پر غالب تھی دینداری میں غلو گرائی دکھاتے تھے۔

۷۔دین میں جاہل و نادان تھے۔

۸۔اطاعت ائمہ مسلمین میں باغی و سرکش تھے۔

۹۔عام مسلمانوں پر تشدد برتتے تھے۔

غلات کے دو چہرے ہیں:

۱۔چہرہ باطنی:

چہرہ منقوط جس کے حامل دین و شریعت سے آزاد ہوتے ہیں۔دین کو منہدم کرنے کیلئے منصوب پابندیاں کرتے ہیں ان کے پیروکاروں کے نزدیک یہ معصوم ہوتے ہیں یعنی ان کی برائی غیر اسلامی حرکتوں کے بارے میں باز پرس پابندی نہیں کی جاتی اس میں اسماعیلی سرفہرست ہیں خاص کر کے اسماعیلی نظاریہ نے منسوخیت شریعت کا اعلان کیا اور ابھی بھی صوم و صلاۃ تمام ضروریات اسلام کے منکر ہیں لہٰذا برجستہ علا فقہا اثنا عشری نے امثال شیخ محمد حسین کاشف الغطاء وغیرہ نے انھیں ملحد قرار دیا ہے اور انھیں فرق اسلامی سے خارج گردانا ہے۔لیکن علماء اور رقاعدین بلتستان کا عقیدہ ہے یہ فرق اسلامی میں سے ہیں ظاہری ضروریات اسلام سے انکار کرنے سے وہ اسلام سے خارج نہیں ہوتے کیونکہ ان کے اندرونی تصورات درست ہیں چنانچہ اس وقت معاشرے میں شیعوں کا ایک بڑا گروہ صوم و صلاۃ تمام ضروریات اسلام کا منکر ہے اور اس کا مذاق اڑاتا ہے۔

۲۔چہرہ مکشوف:

کشادہ چہرہ جو اثنا عشریوں کی صورت میں موجود ہے اثنا عشری ظاہری طور پر ضروریات اسلام کے معتقد ہیں لیکن عقائد میں وہی عقائد غلات رکھتے ہیں وہی عقائد تناسخ حلول ائمہ طاہرین کی خلقت نوری و عصمت و منصوصیت قدرت لا انتہی

کے قائل ہیں۔ جو عقائد امامت کے بارے میں اسماعیلیہ رکھتے ہیں وہی ان کا عقیدہ ہے لیکن اس حقیقت سے انکار کرنا بھی نا انصافی ہے کہ ان میں ایک قلیل مجدد و علماء نکلے ہیں جو منصوصیت اور عصمت کے علاوہ بہت سے عقائد غلات کے منکر ہیں۔ دوسرا یہ لوگ مسلمان دوستی رکھتے ہیں کفر کے مقابلہ میں مسلمانوں سے وحدت کے داعی رہے ہیں چنانچہ اس گروہ میں مرحوم مرزا شیرازی، مرزا محمد تقی شیرازی، مرزا فضل اللہ نوری، فضل اللہ شاہی اصفہانی، آیت اللہ مہدی خالصی، شیخ محمد حسین کاشف الغطاء شہید آیت اللہ محمد باقر الصدر رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ شامل ہیں لیکن اگر یہ کبھی اپنی آزادی سے استفادہ کرتے ہوئے دنیا کفر و شرک کے مقابلہ میں مسلمانوں کو ترجیح دیں تو دوسرا گروہ آ کر انھیں تھپڑ مارتا ہے اور انھیں ذلیل و خوار کرتا ہے اور گھر میں محصور کرتا ہے چنانچہ خالصی، عبد الکریم زنجانی، شہید صدر اور آخر میں محمد فضل اللہ کے ساتھ یہ حشر ہوا کہ ان کے خلاف مراجع عزام نے پابرہنہ جلوس نکالا۔ ان کے بیان کردہ مقاصد و اہداف کی روشنی میں چلنے والے افراد نے ہمیشہ مسلمانوں کے مقابلہ میں کفر کو ترجیح دی ہے اس میں سید کاظم یزدی، ابوالحسن اصفہانی اور موجودہ دور میں آقائے سیستانی اور وحید خراسانی وغیرہ ہیں یہ لوگ اپنے گرد و نواح میں دقت اور باریک بینی سے نظارت کرتے ہیں اور یہی صورتحال دیگر علاقوں میں موجود علماء کی ہے جو انہی کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔

دشمن اہل بیت:

عربی میں دشمن کو "عدو" کہتے ہیں جیسا کہ مفردات راغب نے کہا ہے تجاوز کرنے کو کہتے ہیں۔ التیام اور انسجام کی زد میں آنا ہے یہ عداوت اپنے مظاہر میں مختلف مراتب اور درجات کے تحت مختلف احکامات رکھتی ہے:

۱۔ دل میں عداوت کا ہونا۔

قرآن کریم ﴿ يَـاأَيُّهَا الَّـذِينَ آمَـنُوا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ ﴾ ﴿ ایمان والو۔ تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں لہٰذا ان سے ہوشیار رہو اور اگر انہیں معاف کر دو اور ان سے درگزر کرو اور انہیں بخش دو تو اللہ بھی بہت بخشنے والا اور مہربان ہے ﴾ (تغابن ۱۴)

۲۔ حدود شریعت سے تجاوز کرنے والا۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے تعین کردہ حدود سے تجاوز کرتا ہے وہ دشمن خدا ہے: ﴿ وَمَـنْ يَـعْصِ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ ﴾ ﴿ اور جو خدا و رسول کی نافرمانی کرے گا اور اسکے حدود سے تجاوز کر جائے گا خدا اسے جہنم میں داخل کر دے گا اور وہ وہیں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسوا کن عذاب ہے ﴾ (نساء ۱۴)

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے عدوات پیشہ والوں کی معاونت کرنے سے منع کیا ہے: ﴿ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا ﴾ ﴿ اور خبردار کسی قوم کی عداوت فقط اس بات پر کہ اس نے تمہیں مسجد الحرام سے روک دیا ہے تمہیں ظلم پر آمادہ نہ کر دے ﴾ (مائدہ ۲) ﴿ وَقَـاتِـلُـوهُـمْ حَتَّى لَاتَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَاعُـدْوَانَ إِلَّا عَلَـى الظَّـالِمِينَ ﴾ ﴿ اور ان سے اس وقت تک جنگ جاری رکھو جب تک سارا فتنہ ختم نہ ہو جائے اور دین صرف اللہ کا نہ رہ جائے پھر اگر وہ لوگ باز آ جائیں تو ظالمین کے علاوہ کسی پر زیادتی جائز نہیں ہے ﴾ (بقرہ ۱۹۳) ﴿ وَمَـنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ عُدْوَانًا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللهِ يَسِيرًا ﴾ ﴿ اور جو ایسا اقدام حدود سے تجاوز اور ظلم کے عنوان سے کرے گا ہم عنقریب اسے جہنم میں ڈال دیں گے اور اللہ کے

لئے یہ کام بہت آسان ہے ﴾(نساء۳۰)

۱۔ جوحدو داللہ کی تعدی کرے وہ دشمن خدا ہے:

﴿تِلْکَ حُدُودُ اللهِ فَلاتَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللهِ فَأُوْلَئِکَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴾ ﴿لیکن یہ حدود الٰہیہ ہیں ان سے تجاوز نہ کرنا اور جوحدود الٰہی سے تجاوز کرے گا وہ ظالمین میں شمار ہوگا﴾(بقرہ۲۲۹) ﴿لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَلِکَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴾ ﴿بنی اسرائیل میں سے کفر اختیار کرنے والوں پر جناب داؤدؑ اور جناب عیسٰیؑ کی زبان سے لعنت کی جاچکی ہے کہ ان لوگوں نے نافرمانی کی اور ہمیشہ حد سے تجاوز کیا کرتے تھے﴾(مائدہ۷۸) ﴿مَنَّاعٍ لِلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُرِيبٍ ﴾ ﴿جو خیر سے روکنے والا حد سے تجاوز کرنے والا اور شبہات پیدا کرنے والا تھا﴾(ق۲۵)

۲۔ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے:

﴿إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴾ ﴿شیطانی اقدامات کا اتباع نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے﴾(بقرہ۱۶۸) ﴿إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴾ ﴿ایمان والو! تم سب مکمل طریقہ سے اسلام میں داخل ہوجاؤ اور شیطانی اقدامات کا اتباع نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے﴾(بقرہ۲۰۸) ﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوًّا مُبِينًا ﴾ ﴿اور میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ صرف اچھی باتیں کیا کریں ورنہ شیطان یقیناً ان کے درمیان فساد پیدا کرنا چاہے گا کہ شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے﴾(اسراء۵۳) ﴿وَلاتَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴾ ﴿شیطانی قدموں کی پیروی نہ کرو کہ شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے﴾(انعام۱۴۲)

۳۔ ملائکہ کے دشمن اللہ کے دشمن ہیں:

﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ ﴾ ﴿جو بھی اللہ ملائکہ مرسلین اور جبریل و میکائیل کا دشمن ہوگا اسے معلوم رہے کہ اللہ بھی تمام کافروں کا دشمن ہے﴾(بقرہ۹۸)

۴۔ کافرین مسلمانوں کے دشمن ہیں: ﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُبِينًا ﴾ ﴿اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تمہارے لئے کوئی حرج نہیں ہے کہ اپنی نمازیں قصر کردو اگر تمہیں کفار کے حملہ کردینے کا خوف ہے کہ کفار تمہارے لئے کھلے ہوئے دشمن ہیں﴾(نساء۱۰۱)

انبیاء کے دشمن ہیں: ﴿فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَى عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ﴾ ﴿لیکن پھر بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لے آیا اور ایک گروہ کافر ہوگیا تو ہم نے صاحبان ایمان کی دشمن کے مقابلہ میں مدد کردی تو وہ غالب آکر رہے﴾(صف۱۴) ﴿وَكَذَلِکَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا وَلَوْ شَاءَ رَبُّکَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ﴾ ﴿اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے جنات و انسان کے شیاطین کو ان کا دشمن قرار دے دیا ہے یہ آپس میں ایک دوسرے کی طرف دھوکہ دینے کے لئے مہمل باتوں کے اشارے کرتے ہیں اور اگر خدا چاہ لیتا تو یہ ایسا نہ کرسکتے لہٰذا اب آپ انہیں ان کے افترا کے حال پر چھوڑ دیں﴾(نعام۱۱۲) ﴿وَكَذَلِکَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ وَكَفَى بِرَبِّکَ هَادِيًا وَنَصِيرًا

﴿ اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے مجرمین میں سے کچھ دشمن قرار دیدیئے ہیں اور ہدایت اور امداد کے لئے تمہارا پروردگار بہت کافی ہے ﴾ (فرقان ۳۱)

دشمنان اللہ جہنم میں داخل ہونگے:

﴿وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴾ ﴿اور جب سارے لوگ قیامت میں محشور ہوں گے تو یہ معبود ان کے دشمن ہوجائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کرنے لگیں گے ﴾ (احقاف ۶) ﴿وَاللهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَائِكُمْ وَكَفَى بِاللهِ وَلِيًّا وَكَفَى بِاللهِ نَصِيرًا ﴾ ﴿اور اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور وہ تمہاری سرپرستی اور مدد کے لئے کافی ہے ﴾ (نساء ۴۵)

مسلمانوں کے دشمن یہود ہیں:

﴿ لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَى ذَلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَايَسْتَكْبِرُونَ ﴾ ﴿ آپ دیکھیں گے کہ صاحبانِ ایمان سے سب سے زیادہ عداوت رکھنے والے یہودی اور مشرک ہیں اور ان کی محبت سے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نصرانی ہیں یہ اس لئے ہے کہ ان میں بہت سے قسیس اور راہب پائے جاتے ہیں اور یہ متکبر اور برائی کرنے والے نہیں ہیں ﴾ (مائدہ ۸۲)

کلمات قصار: ﴿**وان عدو محمد من عصى الله وان قربت قرابته**﴾ ۹۶ ۔ ﴿**اذا قدرت على عدوك فاجعل العفو عنه شكراً**﴾ ۱۱ ۔ ﴿**اعداوك عدوك و عدو صديقك و صديق عدوك**﴾ ۲۹۵ ۔ ﴿**اعداء الله فما همك و شغلك باعداء الله**﴾ ۳۵۲ ۔ ﴿**ان الدنيا و الاخرة عدوان متفاوتان**﴾ ۱۰۳ ۔ ﴿**الناس اعداء ما جهلوا**﴾ ۱۷۲ ۔ ۴۳۸ ۔ ﴿**اعداء ما سالم الناس**﴾ ۴۳۲

غریب کلام: (نہج البلاغہ کلمات قصار ۹۶) ﴿فلم يكن احد منا اقرب الى العدو منه ﴾ ۹ ۔ ﴿﴾ ۳۱ ۔ ﴿﴾ ۳۴ ﴿﴾ ۵۳ ۔

کسی کو دشمن دین کہنے سے وہ دشمن نہیں بنتا ورنہ جسے آپ نے دشمن کہا ہے وہ پلٹ کر آپ کو دشمن دین کہہ سکتا ہے چور کہنے والا خود چور ہوسکتا ہے گالی کا جواب گالی اور تہمت کا جواب تہمت سے دیا جاتا ہے لیکن اگر آپ اسے حقیقی معنوں میں سمجھنا چاہیں تو دیکھنا ہوگا یہ صفات کس پر صادق آتی ہیں اس کیلئے پہلے مرحلہ میں دوست یا دشمن سمجھنے کی کسوٹی کو جاننا ضروری ہے:

اہل بیتؑ کے دو قسم کے دشمن تصور کئے جاسکتے ہیں:

۱۔ دین کے دشمن خدا کے دشمن ہیں چنانچہ مولا امیر المومنینؑ نے فرمایا جو معصیت خدا کرے وہ ہمارا دشمن ہے۔

۲۔ جو اہل بیتؑ کے مقابلہ میں آئے اور جبر و تشدد، طاقت و قدرت کے ذریعہ اہل بیتؑ سے نبرد آزما ہو کر انہیں کنارے پر لگایا، انہیں قتل کیا وہ ان کے دشمن ہیں ۔لیکن حقیقت میں دونوں کا ایک ہی مصداق ہے جو اطاعت خدا کرتا ہو وہ اہل بیتؑ سے حق نہیں چھینے گا اہل بیتؑ سے نبرد آزما نہیں ہوگا اسے اہل بیتؑ اپنا دشمن ہونے کا الزام نہیں لگائیں گے اور اپنا دشمن قرار نہیں دیں گے ۔یقیناً وہ مطیع خدا اور رسول اور دوستدار اہل بیتؑ ہونگے ۔

۳۔ نبی کریمؐ کے بعد دین اسلام سے روگردانی کرنے والے مرتدین ومنحرفین اہل بیتؑ کے دشمن تھے۔ علیؑ اولاد علی، دوستداران علی نے خلیفہ وقت کے دوش بدوش ان کے پرچم کے سایہ میں مرتدین سے جنگ لڑی اور مرتدین کو شکست دی اور اسلام و مسلمین کو فتح و کامیابی سے ہمکنار کیا یہاں دشمن اہل بیتؑ مرتدین ومنحرفین ہیں۔

۴۔ جو لوگ امیر المومنینؑ کے خلیفہ بننے کے بعد علیؑ کی خلافت کو ختم کر کے ان سے بزور طاقت خلافت چھیننے پر کمر بستہ ہوئے جس میں اہل جمل اور اصحاب معاویہ ہیں یہ دشمن اسلام ہیں کیونکہ یہ خلیفۃ المسلمین شرعی سے نبرد آزما ہوئے ہیں۔

۵۔ وہ افراد جنھوں نے ہر لحہ میں علیؑ، حضرات حسنینؑ کی عزت و تکریم کی، تعریف و مدح کی ان کی عزت واحترام کا پاس رکھا انہیں کو دشمن اہل بیتؑ قرار نہیں دیا جا سکتا جبکہ حقیقت میں اصحاب پیغمبرؐ پر سب وشتم کرنے والے ہی دشمن اہل بیتؑ ہیں۔

غلات دشمن صحابہ خاص کر دشمن شیخین ہیں:

غلات کے عقائد میں سرفہرست سب صحابہ شامل ہے اور خلفائے راشدین میں سے خلیفہ دومؓ سے یہ سخت عداوت رکھتے ہیں جس کی وجہ ان کا ان کے بتوں کو مسمار کرنا ہے چونکہ یہ عمل نبی کریم کے بعد سب سے زیادہ خلیفہ دوم کے ذریعے ہوا اس لئے یہ انھیں سب سے زیادہ سب کرتے ہیں۔

انہوں نے ان کے ملکوں پر لشکر کشی کی ہے ان کی خلفاء سے نفرت اس وجہ سے نہیں کہ انہوں نے اہل بیت اطہار کے ساتھ کچھ زیادتی ناروا سلوک کیا بلکہ انہیں اپنے ساتھ ہونے والی زیادتیوں پر غصہ ہے انھیں اہل بیت کا کوئی درد نہیں لہذا کوئی مسلمان اگر یہ تصور کرے کہ ان کی خلفاء سے دشمنی اہل بیت کی خاطر ہے تو یہ ایک کھلا جھوٹ ہے بلکہ ایک بہانہ ہے۔ بقول بعض اہل بیت کے کندھے پر بندوق رکھ کر مارنے کی مانند ہے۔ اس کی واضح و روشن مثال قصہ غصب فدک از زھراء سلام اللہ علیہم ہے۔ حضرت ابوبکر کی خلافت پر وارد ہونے یا پڑنے والے مواخذات میں سے ایک اہم مواخذہ حضرت زہرا کی آپ سے با حالت ناراضگی دنیا سے رخصت ہونا ہے۔ ایک مرجع عالی قدر جو مسائل کو بحث و تحقیق کے بنیادوں پر استوار کرنے کے داعی تھے کو اس مسئلہ پر اظہار نظر کرنے پر ابھی تک حوزہ علمیہ قم میں مراجع کی طرف سے نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ ان کے خلاف مراجع پا برہنہ جلوس نکالتے ہیں۔ آپ ایک مرجع تھے اس کے باوجود ان کیلئے یہ مسائل پیش آئے یقیناً ان کے مقابلہ میں ہماری کوئی حیثیت نہیں۔ ہم نے آخرت کی طرف جانا ہے ہمارے پیچھے جانے کے بعد اوپر جتنے بھی پا برہنہ یا سر برہنہ یا چارپائی سے مظاہرہ کریں ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے لہذا یہاں ہم مسائل کو از روئے تحلیل کھولتے ہیں:

۱۔ پہلے زہرا اور ابوبکر کے درمیان مسائل کے مصادر و ماخذ سے چودہ سو سال پیچھے جا کر اس واقعہ کو دیکھتے ہیں لہذا ہمارے مصادر کا محکم و معتبر ہونا ضروری ہے اس سلسلہ میں انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے ہمارے مصادر انتہائی کسمپرسی کا شکار ہیں۔

۱۔ احتجاج طبرسی ہے جس کے مصنف کے بارے میں صاحب ریاض العلماء میرزا افندی کہتے ہیں اس میں اختلاف ہے جو ابھی تک حل نہیں ہوسکا۔ اس کے علاوہ اس کتاب کے تمام مندرجات مرسلات ہیں یعنی کسی کی بھی سند نہیں ملتی۔

۲۔ کتاب سلیم بن قیس ہلالی ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا کہ سلیم بن قیس کون ہے یہ کس قسم کا انسان تھا جبکہ اس سے نقل

کرنے والے ابان بن عیاش کو علمائے رجال مخدوش مشکوک اور ضعیف گردانتے ہیں۔

۳۔الامامہ و سیاسیہ ہے جو ابن قتیبہ دینوری سے منسوب ہے جو بنی عباس کے دور میں قاضی تھے صاحب کثیر تالیفات انسان تھے لیکن کتاب شناس علماء خاص کر کے صاحب کشف الظنون کہتے ہیں یہ کتاب ان کی کتاب نہیں ہے۔ان کتابوں کی فہرست میں یہ شامل نہیں لہٰذا یہاں مصادر اولیہ اپنی جگہ مخدوش و مشکوک ہیں۔

حضرت زہرا اور ابا بکر کے درمیان بنیادی نکتہ فدک ہے۔ہم فدک کو دو مرحلہ میں موضوع قرار دیتے ہیں ایک مرحلہ یہ ہے کہ اس مسئلہ کو ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں اٹھایا ہے وہاں سے کتاب اثنا عشر تالیف ہاشم معروف نے اپنی کتاب کے جلد اول میں وہاں سے نقل کیا ہے ابا بکر نے حضرت زہرا سے سوال کیا کہ آپ فدک کے درآمدات کو کہاں خرچ کرتی ہیں تو حضرت زہرا نے فرمایا کہ ہم اپنی ضروریات کی حد تک رکھتے تھے اور باقی کو رسول اللہ پر چھوڑتے تھے وہ جہاں چاہیں خرچ کریں تو ابا بکر نے کہا کہ وہی کام ہم کریں گے ہم آپ کی ضرورت آپ کو دیں گے اور باقی ہم محتاجوں تک پہنچائیں گے یہاں سے حضرت زہرا اور ابو بکر میں مصالحت ہوئی۔

فدک کی پیغمبر کی بیٹی زوجہ امیر المومنین علی بن ابی طالب کیلئے اتنی اہمیت نہیں کہ اس کو مسئلہ بنا کر پورے اسلام و مسلمین کو داو پر لگائیں زہرا کے پاس اس کی اہمیت نہیں چنانچہ امیر المومنین نے عثمان بن حنیف کے نام لکھے گئے خط میں فرمایا۔مکتوب ۴۵۔

فدک کے چھینے کی تہمت زیادہ تر خلیفہ دوم عمر پر عائد کرتے ہیں ان کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔فدک ابا بکر کی وفات کے بعد عمر نے فدک کو واپس بنی ہاشم کو دیا بنی ہاشم نے اس کی درآمدات کو آپس میں تقسیم کیا اگر یہ خاص حقِ زہرا ہوتا تو یہ صرف حضرات حسنین کا حق بنتا لیکن ایسا نہیں ہوا۔

فدک اپنی تاریخ تدریج میں ہمیشہ بنی ہاشم کے ہاتھ میں رہا۔بعد میں بنی امیہ اور عباس کے ہاتھ میں آیا لیکن جب بھی بنی ہاشم کے ہاتھ میں آیا تو حکومت کی طرف سے امور ہاشمین کے جو سرپرست تھے ان کے قبضہ میں دیا۔

غلات درحقیقت اہل بیت کے دو حوالوں سے دشمن ہیں۔ایک زاویہ یہ ہے کہ اہل بیت اطہار حافظ قرآن و سنت و سیرت محمدؐ ہیں جبکہ یہ کسی بھی حوالے سے قرآن و محمد کو زندہ دیکھنا نہیں چاہتے۔دوسرا یہ اس حوالہ سے بھی اہل بیت سے دشمنی کرتے تھے کہ یہ انھیں یکے بعد دیگر مصیبت میں مبتلا کر کے محمدؐ سے انتقام لینا چاہتے تھے کیونکہ ان کا وجود محمدؐ کی یادگار تھا یہ تینوں انتقام انہوں نے لباس نفاق اور دوست نمائی اہل بیت پہن کر لئے ہیں۔تاریخی تجزیہ و تحلیل سے گزرنے کے بعد ہی اس حقیقت کا انکشاف ہوگا کہ انہوں نے اسلام یعنی قرآن و محمدؐ دونوں سے انتقام لیا تھا جو کہ اس لباس نفاق کی صورت میں ان کیلئے ممکن تھا کیونکہ امت اسلام کے جاہل و ان پڑھ فاسق و فاجر بھی قرآن اور نام محمدؐ کے ساتھ کسی قسم کی جسارت اہانت کو سننا دیکھنا برداشت نہیں کرتے۔

دوسرا زاویہ یہ غلات خلفاء یا بنی امیہ سے بھی انتقام نہیں لے سکتے تھے کیونکہ وہ ان کے گروہ پناہ دہندہ تھے اسی طرح یہ اپنے آپ کو اکثریت کے حوالہ بھی نہیں کرسکتے چونکہ اکثریت کے حوالے کرنے سے یہ گم ہوجاتے اور اکثریت میں ضم ہوجاتے لہٰذا اپنی بقا کی خاطر انہوں نے اپنے آپ کو تقسیم کیا ایک گروہ اکثریت کے ساتھ جبکہ دوسرا گروہ اقلیت کے ساتھ رہا۔ انہوں نے جہاں جہاں جس کا بھی پلہ بھاری دیکھا اس کے ساتھ ہوئے انہوں نے ابتداء میں محبت اسلام اور اصلاح طلبی

کے بہانے سے عثمان کے خلاف تحریک چلائی جس میں یہ کئی زاویوں سے کامیاب ہوئے ان کی کامیابی کی چند وجوہات ہیں:

۱۔خود خلیفہ سوم کے آخری دور خلافت میں کچھ انحرافات عمل میں لائے گئے اور سنت پیغمبر اور شیخین سے الگ سنت و سیرت قائم کی گئی جو عام مسلمانوں کے دلوں میں ناراضگی اور رنجش کا سبب بنی:

۲۔عام صحابہ ناراضگی کی وجہ سے کنارہ کش ہوئے بلکہ مدینہ سے باہر سکونت اختیار کئے ہوئے تھے لہٰذا مدینہ میں ان کا کوئی مزاحم نہ تھا۔

۳۔مروان کی غلط حرکتیں بے جا تصرفات، غیر ذمہ دارانہ حرکات نے ان کیلئے فضا اور ماحول کو ساز گار کیا اور یہ کامیاب ہوئے چنانچہ انھوں نے پہلے مرحلے میں حضرت عثمان سے انتقام لیا۔

۲۔غلات دشمن علی ہیں جنہوں نے علی کے وجود کو عنقاء بنایا ہے:

علی جو نفس رسول تھے اس وقت خلافت کیلئے ان سے برجستہ برتر کوئی ہستی نہیں تھی لہٰذا انہوں نے شور و غوغا بلند کیا او رافراط وتفریط پر مبنی ماحول پیدا کر کے علی کو خلافت کو قبول کرنے پر مجبور کیا۔ آپ اس خلافت کے قبول کرنے سے کراہت رکھتے تھے چنانچہ نہج البلاغہ میں موجود ہے ۔جب علی خلیفہ بنے تو خود کو منظم کرنے اور کوئی موقع محل آنے تک یہ حضرت علی کے ساتھ رہے۔

جب مخالفین علی طاقت پکڑ گئے تو بیٹھے بیٹھے انہوں نے علی ہی کے لشکر میں علی کو شکست دی یہ لوگ کون تھے؟ علی کو جنگ صفین میں شکست کس گروہ نے دی جنگ صفین میں انھوں نے تشدد سے علی کو تحکیم کو قبول کرنے پر مجبور کیا اور ابھی چند دن نہیں گزرے، چند میل طے نہیں کئے اور اپنے خانہ و آشیانہ میں نہیں پہنچے انھوں نے راستہ میں علی سے بغاوت کی بدتہذیبی میں بات کی یہ وہی غلات ہیں جو موالی کے نام سے کوفہ میں رہتے تھے جو بادل نخواستہ اسلام لائے تھے۔اسلام نے ان کے دلوں میں استقرار نہیں پایا تھا انہوں نے علی سے انتقام لیتے ہوئے ان کی خلافت کا خاتمہ کیا اور بعد میں خود علی کا خاتمہ کیا۔یہاں تک حضرت علیؑ پر پروار کر کے محراب مسجد کو آپ کے خون مطہر سے رنگین کیا انہوں نے اس پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ آپ کے جائے مدفن کو بھی قیل و قال قصہ کہانی میں تبدیل کیا۔یہ انتہائی مجرمانہ کردار ہے جو غالیوں نے محبت علی کے نام سے علی سے لیا انہوں نے علی کی حیات میں علی کی اطاعت سے سرپیچی کر کے علی کو شریعت اسلام کی تطبیق اور عمل سے روک کر جنگوں میں مصروف رکھا چنانچہ اس سلسلے میں کتاب اعیان الشیعہ تالیف سید محسن امین نے ج ا ص ۵۳۴ سیرت امیر المومنین کے اختتام پر موضوع قبر امیر المومنین کے نیچے کتنے اقوال لکھے ہیں کہ آپ کے جسد پاک کو کہاں لے گئے کدھر دفنایا پھر مزید کہانیاں بنائی گئیں آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ خلیفہ مسلمین جنایت سے شہید ہو جائیں اور ان کے جنازے سے لوگ کھیلیں اور مسلمان خاموش چپ چاپ بیٹھے رہیں آیا علی سے پہلے یا علی کے بعد آنے والی کسی برجستہ شخصیت محبوب القلوب شخصیت یا لوگوں کی نظروں میں ظالم جابر شخصیت کے جسد خاکی کے ساتھ ایسا قیل و قال ہوا ہے جو علی کے ساتھ کیا گیا ہے۔یہ بھی غلات کی علی سے انتقام کی ایک مثال ہے۔

حضرت علی جو نبی کریم کے پروردہ تھے داماد بھی تھے جنگوں میں وہ زخم کھائے اپنی بے یاری و مددگاری پر شکایت کرتے تھے آخر میں عبداللہ ابن ملجم مرادی کے ہاتھوں مسجد کوفہ میں شہید ہوئے ہے چار سال خلافت اسلامی پر رہنے کے بعد ۴۰ھ کو

رمضان کے مہینے میں شہید ہوئے لیکن غالیوں نے ابھی تک اس خبر کو چھپا کر رکھا ہے۔اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کو عنقاء بنا کر پیش کیا۔

یہاں یہ وضاحت کرنا ضروری ہے جہاں کوئی اسم اپنی جگہ دو مسمٰی رکھتا ہو تو اس اسم کو نکرہ کہا جاتا ہے یعنی ان کی تشخیص نہیں ہو پاتی کہ اس اسم سے مراد کون سے مسمٰی مراد ہے لہٰذا سامع مخاطب کو واضح کرنے کیلئے ایک امتیاز اس کے ساتھ ملانا ضروری ہے۔اسی طرح ہمارے پاس علی کے دو نام ہیں جن دونوں کا ایک دوسرے سے ممتاز و مشخص ہونا ضروری ہے ایک علیؑ کا ذکر کتب تاریخ اسلام میں بیان کیا گیا ہے اب ہم آپ کی خدمت میں دوسرے علی کا ذکر کرتے ہیں:

دوسرا علی فرزند عمران ہے یعنی علی کا باپ عمران ہے اسی وجہ سے بہت سے لوگ اپنے اور اپنے ادارے کا نام عمران رکھتے ہیں۔ان کے نزدیک سورہ آل عمران کی ایک آیت ﴿ان اللہ اصطفیٰ آدم و آل ابراھیم و آل عمران ﴾ آل عمران سے مراد حضرت علی کے باپ ہیں۔دونوں باپوں کی کنیت ابو طالب ہے لیکن حقیقی تشخیص کے موقعہ پر یہ ابو طالب بھی دو ہیں پہلے علی کے باپ کی کنیت ابو طالب تھی جو نبی کریم کے باپ عبداللہ کے بھائی تھے عبداللہ اور دادا عبدالمطلب کی وفات کے بعد عبد المناف کنیت ابو طالب نے نبی کریم کی پرورش اور سرپرستی کی جب آپ نے اپنی دعوت کا آغاز کیا تو ابو طالب نے اپنے تن من سے نبی کریم سے دفاع کیا ان کیلئے پشت پناہ بنے لیکن وہ آپ کی رسالت پر ایمان لائے یا نہیں لائے یا ایمان کو چھپا کر رکھا اس بارے میں امت میں اختلاف ہے۔اکثر و بیشتر امت مسلمہ کا کہنا ہے ابو طالب ایمان نہیں لائے لیکن شواہد قرائن کلمات سے محسوس ہوتا ہے کہ آپ اپنے ایمان کو چھپا کر رکھے ہوئے تھے تا کہ غیر جانبدار رہ کر محمدؐ سے دفاع کریں چنانچہ عباس جو ابو طالب کے دوسرے بھائی ہیں جو فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے ان کے بارے میں بھی یہی کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ایمان کو چھپا کر رکھا تھا لیکن عمران کنیت ابو طالب یہ ابو طالب ان کی نظر میں تنہا مومن و مسلمان نہیں بلکہ ان کے خیال میں وہ نبی تھے چنانچہ علامہ شیخ غدیری صاحب کے والد مرحوم نے ان کی نبوت پر نبوت ابو طالب کے نام سے کتاب لکھی ہے یہ لوگ ابو طالب کو نبی کے برابر یا نبی سے اونچا دیکھاتے ہیں علی کا انتساب تعارف کرتے وقت ابو طالب سے کرتے ہیں ایمان ابو طالب پر جنگ وجدال چلتی ہے اگر آباؤ واجداد انبیاء ائمہ مسلمان ہی ہوتے ہیں تو پیغمبر کے باپ عبداللہ کے بارے میں بھی اس نزاع کو جاری رکھنا چاہیے تھا لیکن وہاں ان کا پرسان حال نہیں غرض پہلے علیؑ کے باپ اور دوسرے علی عنقائی کے باپ دو ہیں۔

۲۔علی عنقائی نے پیغمبر کی بعثت سے دس سال پہلے کعبے میں ظہور کیا اور وہیں پیدا ہوتے ہی سجدے میں گرے اور محمدؐ پر قرآن نازل ہونے سے پہلے آپ نے سورہ قد افلح المومنون کی تلاوت کی۔

۳۔علی عنقائی آدم سے پہلے تھے آدم کے ساتھ رہے اور اس طرح گذشتہ انبیاء کے ساتھ بھی رہے لیکن ظاہری طور پر پیغمبر کی نبوت سے پہلے کعبے میں ظہور رہوا تا کہ دنیا کو یہ بتائیں اللہ کے گھر میں وہی پیدا ہوتے ہیں جو اللہ کا بیٹا ہو علی پیدا نہیں ہوئے بلکہ اللہ کا ظہور رہوا۔

۴۔علی عنقائی جیسا کہ دعائے عدیلہ میں آیا ہے مظہر عجائب و غرائب ہے کوئی عجیب و غریب کوئی چیز کائنات میں نہیں ہوگی جو علی سے ظاہر نہیں ہوتی و مذکر کو مونث اور مونث کو مذکر انسان کو کتا سنگ ریزے کو سونا اور سونے کو پتھر بنا سکتے ہیں۔

۵۔علی عنقائی ڈوبے ہوئے سورج کو واپس لا سکتے ہیں۔

۶۔وہ ایک سیکنڈ میں مشرق اور دوسرے سیکنڈ میں مغرب جا سکتے ہیں۔
۷۔وہ زمین کے نیچے جا کر جنات سے جنگ لڑ کر انھیں مسلمان کرتے ہیں۔
۸۔علی پیغمبر سے پہلے یا ساتھ ساتھ وحی سنتے ہیں اور علی پیغمبر کی وحی اور نبوت میں برابر کے شریک ہیں۔
۹۔نبی کریم کے بعد آپ کے جانشین کیلئے انصار و مہاجر نے ابوبکر کو خلیفہ منتخب کرنے پر اتفاق کیا۔۳۵ھ کو جب عثمان قتل ہوئے تو علی ابن ابی طالب نے مسلمانوں کے اصرار پر خلافت کو قبول کیا اور خلیفہ چہارم منتخب ہوئے۔
علی عنقائی پہلے سے خلیفہ بلا فصل تھے یہی وجہ ہے کہ ان کی ماننے والے ان کو اذان میں خلیفہ بلا فصل کہتے ہیں اور انہیں خلیفہ چہارم کہنے والوں سے بہت چڑ کھاتے ہیں ان کا کہنا ہے لوگوں کا علی کی بیعت کرنے نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا علی باطن سے ہی خلیفہ ہیں ان کی خلافت ان کی بیعت یا رضایت سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔
۱۰۔علی عنقائی آج بھی بادلوں کے پیچھے ہیں آواز گر رعد و برق ان کی نشانی ہے لہٰذا اس دوسری قسم کے علی کو ہم نے شناخت کی خاطر ان کا نام علی عنقائی رکھا ہے۔عنقائی اس پرندے کو کہتے ہیں جس کی صفات تو بیان کی جاتی ہیں لیکن اس کا وجود کسی نے نہیں دیکھا ہوتا جس علی کے مدح و مناقب فضائل جو یہاں منابر پر اشعار میں بیان ہوتے ہیں وہ علی عنقائی ہیں۔

غلات دشمن اماماں شیعہ ہیں:

اماماں اہل بیت حقیقی کے صفحات تاریخ میں روشن ہیں گرچہ منافقین اور غلات نے ان صفحات کو سیاہ کرنے کی انتھک کوشش کی ہے مسلسل تین اماموں کے ساتھ بے وفائی کارشکنی غداری سامنے آنے کے بعد امام زین العابدین نے ان مفاد پرستوں کے جال میں آنے سے انتہائی حد تک احتیاط کی یہاں تک کہ اس وقت کے مفاد پرستوں نے انہیں منصب امامت کیلئے نااہل قرار دیا جبکہ عصر حاضر کے مفاد پرستوں نے ان کا ایک نیا چہرہ متعارف کرایا کہ آپ نے رو کر مطالب حاصل کرنے کا نیا طریقہ ایجاد کیا ہے۔اسی طرح امام محمد باقر اور امام صادق نے درس و تدریس کی امامت کی مثال قائم کی۔شیعہ غلات کے نزدیک تعلیم ہی سب کچھ ہوتی ہے۔
تاریخ عوام شیعہ کے صفحات میں بھی زیادہ ابہام نہیں بلکہ یہ واضح و روشن صفحات ہیں۔سب سے پہلے انہوں نے اپنے پہلے مقتدا پیشوا حضرت علی کو رلایا دوسرے مرحلے میں امام حسن کو تنہا چھوڑا جسکی وجہ سے انہیں خلافت سے معزول ہونا پڑا تیسرے مرحلے میں امام حسین کے نمائندے کو دعوت دیکر تنہا دشمنوں کے ہاتھوں اسیر ہونے دیا چوتھے مرحلے میں امام حسین کو تنہا چھوڑا پانچویں مرحلے میں زید بن علی کو تنہا چھوڑا یہ تھا وہ سلوک جو انہوں نے اپنے بزعم پیشواؤں کے ساتھ کیا پھر انہوں نے کس کا ساتھ دیا۔عبداللہ بن معاویہ مدعی الوہیت کا ساتھ دیا، بنی عباس کو پانچ سو سال تک اقتدار پر رکھا، فاطمیین کو اقتدار پر رکھا آل بویہ کو اقتدار پر رکھا آل صفوی کو اقتدار پر رکھا۔
انہوں نے امام جعفر صادق کے فرزند اسماعیل کو اپنے قابو میں لیا اور معاشرہ میں افواہ اڑائی یا امام جعفر صادق کو مجبور کیا کہ آپ انہی کو جانشین بنائیں اور آپ کو اپنی حیات میں امامت سے معزول گردانا لیکن اللہ نے نور اسلام کو روشن کرنے کا وعدہ دیا ہے چنانچہ انھیں اپنے عزائم میں کامیاب نہیں ہونے دیا۔اور انہوں نے آپ کی حیات میں وفات پائی۔ان غلات نے جس قدر امام صادقؑ پر مظالم ڈھائے ہیں اس کی دیگر اہل بیت اطہار میں مثال نہیں ملتی انہوں نے جھوٹ غلو کی غلاظتوں سے امام صادقؑ کے چار طرف دیوار کھینچی ہم ذیل میں ان کی امام صادقؑ پر ڈھائے جانے والے مظالم کی

مثالیں پیش کرتے ہیں:

اوران کے مذموم عزائم کودرک کرتے ہوئے امام صادقؑ نے اسماعیل کی وفات پرلوگوں سے کہا اسماعیل نے وفات پائی ہے تم اس پر شاہد رہنا گواہ رہنا تاکہ یہ دعویٰ نہ کریں یہ مہدی موعود ہے لیکن انہوں نے جو کرنا تھا کر بیٹھے اسی طرح امام نے اپنی وفات سے پہلے پانچ افراد کو وصیت کرکے ان سے یہ موقعہ چھین لیا تھا تا ہم یہ لوگ اپنے مقاصد کیلئے ایڑھی چوٹی کازور لگا رہے تھے چنانچہ اس گروہ نے اسماعیل کے بیٹے کو اغواء کیا جبکہ دوسرے گروہ نے عبداللہ افطح کو پکڑا تیسرے گروہ نے موسیٰ ابن جعفر کو پکڑا چوتھے گروہ نے خود امام صادقؑ کو امام مہدی قرار دیا۔ نبی کریم کی سنت کے مقابلے میں امام صادقؑ کولائے اور کہا ہم آپ سے احادیث لیتے ہیں اوراس کیلئے از خود جھوٹ جعل کئے:

علم پرستی: جب ائمہ ان کے قابو میں نہیں آئے تو انہوں نے علم کا ڈھونڈورا پیٹا لیکن دنیا میں تنہا علم سے کوئی چیز نہیں بنی علم کا عمل کے ساتھ ہم آہنگ ہونا ضروری ہے۔ اسلام ایمان سے شروع ہوتا ہے اور عمل پرختم ہوتا ہے۔ امام کی شناخت میں سے ہے کہ وہ علم میں سب سے برتر اور قدرت میں سب سے قوی شجاعت مند ہو اور قرآن وسنت کو نفاذ کرنے میں پُر عزم ہو ایک سوصدی تک صرف علم پھیلانے پر اکتفاء کرنے والی دانشگاہوں حوزوں کے استاد کہہ سکتے ہیں وہ امام نہیں کیونکہ امام کیلئے ضروری ہے کہ وہ اجتماع میں قیادت کرے ایسے لوگوں کو جدید اصطلاح میں اسٹیبلشمنٹ کہہ سکتے ہیں یعنی دیر یا منصوبہ بندی کرنے والے لیکن یہ امام نہیں ہو سکتے۔

۱۔ شیعہ کا علم: دعویٰ ہے کہ یہ مذہب علم پر قائم ہے یعنی حقائق کی بنیادوں پر قائم ہے وہ اس سلسلے میں کوئی خوف وہراس نہیں رکھتے اس سلسلے میں یہ تین اماموں کا ذکر کرتے ہیں:

۱۔ مولاامیر المومنینؑ ۲۔ امام محمد باقرؑ ۳۔ امام جعفر صادقؑ

اگر اس دعویٰ کا تجزیہ وتحلیل کیا جائے تو یہ دعویٰ اپنے مدعیٰ کو ثابت کرنے سے تنہا عاجز نہیں بلکہ یہ خود اس سے خائف نظر آتے ہیں۔ جہاں تک امیر المومنینؑ کے علم کی بات ہے تو امیر المومنین سے متروکہ علمی وارثت کا نمونہ نہج البلاغہ ہے لیکن نہج البلاغہ کے خطبات سے یہ لوگ ہراسان وپریشان خائف ہیں۔ اس لیے انہوں نے حضرت علیؑ سے منسوب مستدرک نہج البلاغہ بلکہ اس سے صرف نظر کرتے ہیں کیونکہ علیؑ نے اس کتاب میں اپنی خلافت کی اساس کو نہ منصوص من اللہ اور نہ منصوص من النبی بلکہ اپنی اہلیت وصلاحیت اور لوگوں کی طرف سے رضا ورغبت سے بیعت کرنے کو گردانا ہے جو کہ ان کیلئے قابل قبول نہیں ہے۔ خطبہ البیان جیسی معمہ اور لغز گوغلو پر مبنی کتاب پیش کی جس کی تبلیغ وبیان کیلئے بدنصیب قائد پاکستان آقائے فاضل موسوی کو انتخاب کیا اور انہیں اس کتاب کی ترویج کی پاداش میں باطنیوں سے شہریت ملی۔

۲۔ امام صادق کیلئے ایک کرسی درس کی بات کرتے ہیں لیکن انھیں یہ موقع کب میسر ہوا اسے ثابت کرنے سے عاجز ہیں۔ کیونکہ امام صادقؑ اور منصور دوانقی دونوں کی حیات میں اس حلقہ درس کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔

۳۔ ان تمام کے باوجود اگر یہ ثابت بھی ہو جائے تو یہ امامت نہیں بلکہ یہ ایک علمی اور تحقیقاتی مرکز یا مختلف علوم کی دانش گاہ ہوگی جو آئمہ مجتہدین سے ایک درجہ اوپر ہوگی کیونکہ مجتہد بننے کے بعد مجتہدین عوامی مسائل حل کرنے کا خود کو ذمہ دار سمجھتے ہیں اور عصائے ارتداد استعمال کر سکتے ہیں۔ لوگوں کا روزہ افطار کروا سکتے ہیں، جس قدر مال حرام ہو اسے پاک کر سکتے ہیں بلکہ یہ مصلحت کی بنیاد پر محرمات کو مباح اور مباحات کو محرمات میں یہ تبدیل کر سکتے ہیں۔

۴۔چوتھا تصور یہ ہے کہ ان کے ماننے والوں کی تعداد اس حد تک بڑھ گئی کہ حکمران ان سے خائف ہو کر انہیں زندان کے تہہ خانوں میں یا اپنے گھروں میں محصور کر دیتے تھے یہ ان کی عوامی پذیرائی مقبولیت کی روشن دلیل ہے۔

غلات دشمن امام حسین وقیام امام حسین ہیں:

غلاۃ نے قیام امام حسین کے اعلیٰ و رافع مقاصد عالیہ کو چھپانے اور دبانے کیلئے مرحلہ وار منصوبہ بندیاں قائم کیں جو مندرجہ ذیل نکات پر مشتمل ہیں:

۱۔یہ قیام غیر شرعی تھا کہ آپ نے خلیفہ وقت کے خلاف قیام کیا چنانچہ کوفہ والوں نے آپ کی بیعت پر آمدگی ظاہر کی اور بعد میں سب خلیفہ یزید کے والی عبیداللہ ابن زیاد سے مل گئے۔

۲۔یہ قیام اسلام کیلئے نہیں بلکہ ایک خاندانی جھگڑا تھا۔

۳۔یہ ان کا مسئلہ تھا آپ کی شان کے منافی تھا کہ آپ یزید کی بیعت کریں۔

۴۔عالم ذر میں آپ نے شہادت کو انتخاب کیا تھا۔

۵۔اہداف عالیہ امام حسین کو عملی جامہ پہنانے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی بجائے ان کا نام سن کر رونے سر پیٹنے سینہ کوبی کرنے خون بہانے اور لہولہان ہونے آتش پرستوں کی سنت کو احیاء کر کے آگ کے انگاروں کے اوپر چلنے اور جلوس نکالنے جیسی بدعت کو رواج دیا تاکہ نام حسین سے کراہت پیدا ہو اور ظالم و جابر حکومتوں کو تحفظ ملے اور وہ آزاد رہیں انہوں نے تاریخ کے یزید پر لعنت بھیج کر حاضر یزید کو مسخ و نسخ دین کرنے کیلئے آزاد چھوڑا ہے۔کمیونسٹ مارکسیوں اور سیکولروں کو تحفظ دیا پھر انہیں سے تحفظ مانگتے ہیں پھر ان کے نام سے املاک مسلمین کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

غلات نے حسین دوستی کے نام سے شخصیت امام حسینؑ اور اہداف عالیہ کو مسخ کیا جس سے صرف یہودی مسیح اور یزیدان عصر خوش ہیں۔ان کے علاوہ کوئی کلمہ پڑھنے والا مسلمان جو ختم نبوت محمدؐ کا قائل ہے اہل بیت اطہار کا شیداء ہے خوش نہیں یہ میدان کربلاء سے زیادہ اپنے علاقے اور اپنے زمانے کے لشکر ابرہہ کی مانند مجرمانہ مجوسانہ حرکتوں کے بارے میں محو و غرق ہیں کہ دین اسلام پر کیا گزر رہی ہے۔ہم یہاں اس کی کچھ مثالیں پیش کرتے ہیں:

۱۔امام حسینؑ کو مسیحیوں کی صورت میں پیش کیا گیا جیسے نصاری کہتے ہیں مسیح امت کیلئے فداء ہوئے اسی طرح عزادار کہتے ہیں حسینؑ امت کیلئے فداء ہوئے۔

۲۔امام حسین کے قیام و نہضت کو ایک قسم کا جبر تاریخی متعارف کروایا کہ اللہ نے عالم ذر میں آپ سے امضاء لیا تھا تسلیم کروایا تھا لہٰذا آپ کیلئے یہ راستہ انتخاب کرنا ضروری تھا۔

۳۔امام حسینؑ خوارج کی مانند ہر قسم کی مصیبت جھیل سکتے ہیں جان دے سکتے ہیں لیکن بیعت نہیں کر سکتے۔

۴۔یاد امام حسین کے نام سے محافل مجامع میں غلو کے الف سے ی تک مسائل سکھائے جاتے ہیں۔

۵۔یاد امام حسینؑ اصل ہے باقی سب فروع ہے ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

۶۔مصائب امام حسینؑ سازی کے کارخانے جگہ جگہ قائم ہیں جنہیں چلانے والے ذاکر و خطیب ہیں۔

۷۔امام حسین کے نام پر یزیدان وقت کو تحفظ فراہم کرتے ہیں جبکہ یزید کی حفاظت یزیدانِ وقت نے کی ہے۔

۸۔مجالس امام حسینؑ فرقہ باطنیہ کو اس کے اہداف تک پہنچاتی ہیں۔

۹۔اپنی غلوگرائی کو بامعنی بنانے کیلئے ایام عزاء کے موقعہ پر ذکر حیات قیام امام حسینؑ کے بدل میں سب صحابہ سب شیخین سب مسلمین وغیرہ کوفروغ دیتے ہیں ہمیں شاعر کے اس شعر کے دھوکہ میں نہیں آنا چاہیے کہ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد یا اس شعر کے اسلام کے دامن میں بس اس کے سواء کیا ہے ایک ضرب ید اللہ اک سجدہ شبیری۔اس کا مطلب یہی ہے کہ جو اکابر علماء فرماتے ہیں کہ خرافات سے دین زندہ ہوتا ہے۔یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ علماء یہ فرماتے ہیں کہ ارتکاب محرمات اور خرافات کی انجام دہی سے دین زندہ ہوتا ہے۔

آخر میں غلو مافیا کی حمایت میں بے چین اور ہاتھ پیر مارنے والوں کیلئے ایک خوشخبری ہے۔

غلات دشمن امام زین العابدینؑ:

دوسری صدی کے منافقین (جنھیں غلات کہا جاتا ہے) نے امام سجاد کی ذات کو بھی مسخ کر کے ایک سوالیہ نشان بنایا۔مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی امام حسین کے خون کے بہانے اپنی انتقامی تحریک کو شرعی بنانے کیلئے امام سجاد سے متوسل ہوا۔لیکن امام نے اپنی حیات میں اپنے جد بزرگوار اپنے والد عزیز اور چچا کے ساتھ ان دھوکہ بازوں کی بے وفائی کو مدنظر رکھتے ہوئے مختار کے جال میں نہیں پھنسے۔اس نے محمد بن حنفیہ کو ساتھ ملانے کی کوشش کی لیکن وہ بھی آسانی سے تسلیم نہیں ہوئے تھے تاہم ان کا نام استعمال کر کے اپنی تحریک کا شرعی جواز بنانے کا کچھ نسخہ مل گیا تھا۔غرض امام سجادؑ عبداللہ بن زبیر اور مختار بن ابی عبیدہ ثقفی دونوں سے دور ایک خاموش غیر جانبدار زندگی گزارنے پر اصرار کرتے تھے۔لیکن غالیوں نے ان کے قابو آنے سے مایوس ہونے کے بعد ان کو عورتوں کی صفت سے نوازا اور یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ مردوں پر رونا ان کا کام ہے۔انہوں نے کہا امام سجاد چالیس سال تک مسلسل اپنے باپ جوانان بنی ہاشم انصار کی شہادت پر روتے رہے یہاں تک آپ تاریخ انسانیت کے پانچ رونے والوں میں سے ایک قرار پائے غالیوں کی یہ نئی تحریک یا گمراہ کرنے کا طریقہ بہت موثر ہے اگر چہ رونا کسی قسم کے درد کی نہ دوا ہے نہ کسی مشکل کا یہ حل ہے بلکہ یہ مشکلات میں مزید اضافہ کا سبب بنتی ہے رونے والوں کو ساتھ لے کر کسی بھی وقت کامیابی سے ہم کنار نہیں ہو سکتے۔یہی وجہ ہے جب جنگ بدر میں مسلمان لشکر کے ہاتھوں مشرکین نے کاری ضربت کھائی تو واپسی پر اکابر قریش نے اپنی عورتوں کو اپنے مقتولین پر رونے سے منع کیا تا کہ جذبات ٹھنڈے نہ ہو جائیں رونے والا جب روتا ہے تو اس کو سکون ملتا ہے کبھی اپنے رونے سے خوش ہوتا ہے اس لحاظ سے مجالس میں زیادہ رلانے والے کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں اور اس کو داد دیتے ہیں۔غالیوں نے تنہا امام سجاد کو رونے والا قرار نہیں دیا بلکہ آپ کے نام سے پوری امت کو ہمیشہ کیلئے رونے پر ہی گامزن کیا بلکہ آج تو بڑے بڑے علماء حضرات اس کا فلسفہ بیان کرتے ہیں۔کہتے ہیں رونا ایک سیاسی عمل ہے اور کامیابی کے حصول کا بڑا وسیلہ ہے۔دنیا میں بڑی سے بڑی جنگیں لڑی گئی ہیں وسائل جنگ افراد جنگ دقیق نقشہ بندی سے جنگ میں کامیابی حاصل کی جاتی ہے۔یہ رونے والے چودہ سو سال سے رو رہے ہیں لیکن ابھی تک نہ کوئی جنگ جیتی ہے نہ دشمنان پر غلبہ حاصل کیا ہے۔اسی رلانے کیلئے ان پڑھ جھوٹے افسانہ ساز کہانی ساز، شبیہ سازوں کے محتاج ہیں جہاں رونا ہوگا وہاں شجاعت شہامت ناپید ا ہوتی ہے اس حوالہ سے اگر دیکھیں تو غلات دشمنان امام سجاد کے ساتھ دشمنان ملت شیعہ ہیں کہ انہوں نے انھیں صرف رونے کا تحفہ دیا ہے۔

فضائل اہل بیت کے بہانے غالیوں نے ایسی احادیث گھڑیں کہ ان کی جب اہل بیت کو خبر ملتی تو وہ اس کی مذمت کرتے

۔اس وقت کسی بھی قسم کے ذرائع وابلاغ نہیں تھے نہ برقی اور نہ ہی تحریری اس دور میں مدینہ سے کوفہ کوئی خبر پہنچنا اور پھر اس کا جواب پہنچنے میں کتنی دیر لگتی یہ واضح ہے ۔اس سے یہ لوگ استفادہ کرتے ۔یہ لوگ امام محمد باقر کے نام سے امام جعفر صادق کے نام سے احادیث جعل کرتے تھے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق تک پہنچتے پہنچتے مہینوں گزر جاتے جس پر وہ ان کی رد فرماتے ۔انہوں نے ایک اور حربہ استعمال کیا اور کہا امام نے تم سے تقیہ کیا ہے پھر انہوں نے تقیہ کو جزء دین گردانے کیلئے خود امام سے ضرورت اور فضیلت تقیہ کے بارے میں احادیث جعل کیں تقیہ کی حقیقت معلوم ہونے کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ غلات نے اپنے جھوٹ کو چھپانے کیلئے تقیہ وضع کیا ہے آئمہ کا اس سے کوئی سرو کار نہیں تھا انہوں نے تنہا اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ خاندان اہل بیت میں سے کسی فرد کو اپنے مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی کوشش کی چنانچہ اس سلسلہ میں انہوں نے امام زین العابدین کے فرزند رشید زید بن علی کو قابو کیا کہ وہ قیام کریں ۔۱۶ ہزار افراد نے ان کی بیعت کی لیکن آخر وقت میں یہ ان سے پوچھنے لگے کہ آپ خلفاء کے بارے میں کیا تصورات اعتقادات رکھتے ہیں جب زید نے خلفاء کے بارے میں حسن نیت ،حسن عقیدت مندی کا مظاہرہ کیا تو ۱۲ ہزار لشکر نے چھوڑ کر انھیں لشکر ہشام کے سپرد تنہا چھوڑا یہ چوتھا انتقام ہے جو انہوں نے خاندان اہل بیت سے لیا ۔

غلات دشمن مساجد ہیں:

۱۔غلات دشمن مساجد ہیں چنانچہ ان کا کہنا ہے مساجد میں مت جاؤ کیونکہ یہاں حضرت علیؑ شہید ہوئے ہیں ۔مساجد کے بالمقابل میں امام بارگاہیں بنا کر مساجد سے لوگوں کو روکنے باز رکھنے کی کامیابیاں حاصل کیں ۔

۲۔عالمی ادارے این جی اوز سے رقم لے کر انہوں نے چند گز کے فاصلہ پر مساجد ضرار قائم کر کے اجتماعات مسلمین میں تفریق وانتشار پیدا کیا ہے ۔

۳۔مساجد کی انتظامیہ بے دین بے نمازیوں کے قبضے میں دے کر آئمہ جمعہ و جماعت کو ذلیل وخوار کیا ہے ۔

۴۔غلات مسجد الحرام کے بھی دشمن رہے ہیں جہاں شیعہ بنام حج بیت اللہ یا عمرہ کیلئے پہنچتے ہیں انہیں مسجد الحرام میں بطور انفرادی نماز پڑھنے کی بجائے یا ہوٹل میں جماعت کے ساتھ پڑھنے کی ترغیب دیتے ہیں اور مسجد الحرام میں جماعت کو چند یں بہانے سے باطل قرار دیتے ہیں غرض کئی توجیہات کے تحت لوگوں کو وہاں جانے سے روکتے ہیں ۔

۵۔مسجد حرام میں اوقات نماز میں جماعت سے روکنے کی پیش بندی کے طور پر کہا جاتا ہے جب آپ وہاں پہنچیں گے تو نماز کے اوقات میں شرکت کرنے سے گریز کریں کیونکہ امام جماعت فاسق ہے ،نماز وقت سے پہلے پڑھتے ہیں، ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہیں، مکمل سورہ نہیں پڑھتے' ہاتھ باندھ کر اور آمین پڑھتے ہیں اور سب سے اہم بات کہ دشمن اہل بیت ہیں اس کیلئے بعض فقہا کے فتویٰ علماء کی کہانیاں اور مصلحت تراشیاں بیان کرتے ہیں ۔

قرامطہ غلات دشمن مسجد حرام وحج وحجاج ہیں ۔غلات زمانے کے قرامطی ہیں جو ہمیشہ کعبہ کی توہین مسجد الحرام سے روکنے حجاج کو لوٹ مار کرنے حج کو مسخ کرنے پر تلے ہوئے ہیں لیکن قرمطیان عصر قدیم خنجر تلوار وغیرہ سے مسلح ہوتے تھے جبکہ قرامطیانِ عصر جدید احرام پوش کی شکل میں آتے ہیں یہ بات کسی دلیل و برھان کی نیاز مند نہیں کیونکہ مقولہ ہے چیز کہ ''عیان است محتاج بیان نیست'' مسلمانوں کو حج بیت اللہ مسجد الحرام سے روکنے اور لوٹنے کیلئے انہوں نے مرحلہ وار منصوبندیاں کی ہیں ۔ہم ذیل میں ان منصوبہ بندیوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں تا کہ قارئین خود اس حقیقت کا ادراک

کریں:

۱۔کعبہ پر کربلاء کو برتری حج پر زیارت کی برتری یہاں تک کہ نام نہاد اولیاء صوفیاء کی زیارت گاہوں پر اصرار کرنا ایک حج کے بعد حج پر جانے کی بجائے رفاہی کاموں اور این جی اوز کے کاموں میں حصہ لینا اور زیارات مکرر غیر وقفہ انجام دینے پر بھی ان کا اصرار ہے۔

۲۔سرزمین مکہ ومنیٰ کو جائے شعراء اور مشاعرہ کی محفل قرار دینا جہاں قرآن کریم کے مذمت شدہ غلو سے بھرے ہوئے اشعار سرہائے جاتے ہیں۔امام حسین علیہ الصلاۃ والسلام کی مفروضہ مطلقات واولاد وغیرہ کی کہانیاں اور مسلمانوں کے درمیان میں تفرقہ ڈالنے کیلئے خلفائے اسلام جنہوں نے تنگی اور فراغی میں نبی کریم کا ساتھ دیا ان پر نقد وطنز کیا جاتا ہے اور کعبہ کی طنز یہ انداز میں توہین واہانت کرتے ہوئے کہتے ہیں کعبہ درحقیقت زچہ خانہ علی ہے۔یہ دونوں نزول قرآن نفاذ قرآن اور سنت وسیرت درخشان محمدؐ کے خلاف ہیں۔یہاں عظمت فضائل مناقب کعبہ فضائل مناقب رسول اللہ کی جگہ ہے۔

۳۔عرفات کے دن کو قرآن نے حج اکبر کہا ہے اس دن انتہائی خاموشی سکوت سے ہر شخص اپنے ضمیر سے مخاطب ہو کر اپنے ماضی کی غلط حرکات کردار کو یاد کر کے گریہ کرنے کا دن ہے لیکن یہاں قرمطیوں نے بے سند جعلی اشعار گوئی اور قصہ کہانی اور تصنع نمائی کی تلقین کے علاوہ سرزمین عرفات کو غالیوں کی غلاضت سے پُر کرنا قرمطی سازشوں میں سے ایک ہے۔

۴۔سابق زمانے میں جس وقت حجاج کعبہ منیٰ کیلئے نذورات ذبیحات لے کر جاتے تھے تو اس کی گردن میں کوئی چیز لٹکا کر لے کر جاتے تھے تا کہ گم ہو کر کسی کے ہاتھ میں آجائے تو اسے دوبارہ راستے پر لگا دیں یا مکہ پہنچا دے لیکن آج کے قرمطیان یہ باور کرواتے ہیں کہ قربانی خود نہ کریں بلکہ کاروانوں کو دے دیں اس طریقے سے قربانیوں پر قبضے اور قربانی کی رقومات جمع کر کے قربانی مرجع سے کرنے کی مساعی وغیرہ کی لوٹ مار میں انہوں نے قدیم قرمطیوں کو پیچھے چھوڑا ہے۔سہولیات کے نام سے رقم دوزی اور سہولیات کے بجائے صعبتوں کا روز افزون اضافہ ہو رہا ہے یہ نکات مشت از خروار مظالم قرمطیان سرکاری اور نیم سرکاریان ہیں۔

۵۔قرآن کریم اور سنت نبی کریم کے خلاف گھر سے ہوائی اڈوں فٹ پاتھوں سے احرام باندھ کر میقاتوں کی اہمیت کو گراتے ہیں۔

۶۔حج سے متعلق فتاویٰ قرآن وسنت کے خلاف رواج دینے میں روز افزون اضافہ کیا جا رہا ہے۔

ایک طویل عرصے سے حرمین شریفین حرم سے نزدیک کے بہانے سے زیادہ وصول کی جانی والی رقوم کہاں سے کہاں پہنچائی گئی ہے جس سے حج کو جانا دشوار بنایا گیا ہے۔اب یہ شکایت کس سے کریں ان مسائل کو کس کے ذریعے سمجھائیں جن علمائے اعلام سے توقع کی جا سکتی تھی انہوں نے خود حج سے اپنا کمیشن لے کر کاروانوں کو ٹھیکے میں دیا اور خود کو اور دیگر حاجیوں کو ان کا بکرا بنایا ہے۔

۷۔حجاج کو لوٹنے کیلئے سرکاری اسکیم اور پرائیوٹ سکیم کی نورہ کشتی کرتے ہوئے ہر سال دور سے دور رہائش دے کر ممکنہ کوشش کی جاتی ہے کہ حاجی حرم اللہ میں کم سے کم آسکیں۔

۸۔یہ دین اسلام کے دشمن ہیں کیونکہ اسلام ایک دین عالمی تمام کرہ ارض کے رہنے والے عرب وعجم سیاہ وسفید کیلئے ہے

اس دین کی خصوصیات وامتیازت ایسی ہیں اگر بندگان خدا کو آزادو خودمختار چھوڑا جائے تو وہ دل وجان سے اس کی پذیرائی کریں گے یہ لوگ حساب کرتے ہیں کہ اس دین نے ہمارے قصر وقصور، اقتدار وسلطنت کو برباد کیا اور ہمارے جمع شدہ ذخائر کو غنیمت میں لیا لہٰذا یہ سب سے پہلے دین اسلام کے دشمن ہیں اس لئے قرآن اور سنت محمدؐ سے انتقام لینے کے لیے پُرعزم و کمر بستہ ہوئے ہیں۔

غلات دشمن زہراؑ ہیں:

یہ حضرت محمدؐ کے دشمن ہیں نبی کریم سے انتقام لینے کیلئے آپ کی عزیزہ لخت جگر زہراء مرضیہ عقیلہ قریش حضرت فاطمہ زہراء مرضیہ سلام اللہ علیہا کو انتخاب کیا۔انھوں نے سیرت معاویہ بن ابوسفیان کو اپنایا جہاں اس نے حضرت علی سے خلافت چھیننے کیلئے قمیص عثمان کو اپنا جھنڈا بنایا۔یہاں غلاۃ نے نبی کریم سے انتقام لینے کیلئے حضرت زہرا کے نام گرامی کو استعمال کیا۔زہرا مرضیہ اپنے کردار سیرت وجاہت میں اپنے باپ حضرت محمدؐ کی مثال اور نمونہ کامل تھیں۔شجاعت شہامت صبر استقامت میں اپنے شوہر دلاور علی سے مطابقت رکھتی تھیں آپ کسی بھی حوالے سے علی سے اختلاف فکری نظری نہیں رکھتی تھیں۔امت مسلمہ آپ کی تعظیم وتوقیر تکریم میں ثانی اتفاق واجماع رکھتی ہے۔لیکن غلاۃ نے انہیں ایک دیہاتی عورت اور بیوہ بنا کر پیش کیا جو اپنے باپ کی وفات شوہر کی بے بسی اور بچوں کی کفالت کیلئے دن رات روتی رہتیں کیونکہ ابتدائی دور میں زہرا کو ان برے عزائم کیلئے نہیں اٹھا سکتے تھے۔

غلات چیخ وچاخ سر کوبی وسینہ کوبی کرتے ہیں کہ زہراء روتی روتی نحیف ہوگئی تھیں فدک اور خلافت چھیننے کے درد والم میں جبکہ علی نے فرمایا فدک میرے لیے کوئی قیمت وارزش نہیں رکھتا۔خلافت میرے لیے گندے پانی کی مانند ہے۔کیونکہ اہل بیت سے وابستہ افراد ان کو یہ اجازت نہیں دیتے تھے کہ زہراء کو اپنے مذموم عزائم کیلئے استعمال کریں لہٰذا انھوں نے پہلے مرحلہ میں اس مقصد کیلئے مصادر جعل کئے یعنی خود ساختہ کتابیں گھڑیں جن میں گمنام سلیم بن قیس ہلالی ہے جس کا کوئی ذکر امیر المومنین کی حیات میں نہیں ملتا۔اسے آپ کا صحابی بنایا پھر اس کے نام سے کتاب بنا کر ابان بن عیاش مجہول الحال والدین کو راوی بنا کر کتاب سلیم بن قیس ترتیب دی پھر قاضی اسمٰعیل کے ذریعہ اسے اساس و اصول شیعہ بنایا۔دوسری کتاب ابن قتیبہ مورخ مشہور عباسی کے نام سے الامۃ والسیاسۃ ترتیب دی ہے بعد میں کتاب شناسوں نے اس انتخاب کو تیسری کتاب احتجاج طبری میں داخل کیا ہے۔مؤلف طبری مشکوک ہے کونسا طبری ہے انہوں نے کتاب بے سند تشکیل دے کر اپنے تمام عزائم مذموم کو روایت بنا کر اس میں بغیر سند بطور مرسلات نقل کیا پھر اپنے تربیت کردہ افراد کو جمع کر کے واویلہ کیا۔جس زھراء کو نبی کریم نے اپنا پارہ تن بتایا ہے یعنی میرے وجود کا حصہ۔ہر اولاد چاہے لڑکا ہو یا لڑکی اپنے باپ کے جسم کا حصہ ہوتے ہیں کہیں نہ کہیں اگر عاق بھی کریں تو بھی اس کا حصہ ہوتے ہیں لیکن نبی جیسی عظیم ہستی اپنی ایک بیٹی کی شان میں اس طرح فرماتے ہیں تو اس کا مطلب جسم نہیں ہوتا بلکہ روح ہے نبی بحیثیت خلق عظیم کا حصہ ہے تو زھراء نبی کے تن کا حصہ ہیں لیکن ان غالیوں نے حضرت زھراء کو نبی کریم کے خلق عظیم سے مختلف۔علی شجاع وبہادر صاحب شہامت شوہر کے اقتدار سے بے پرواء اپنے بچوں کے لقمہ زندگی کیلئے رونے والی دیہاتی عورت بنا کر پیش کیا ہے۔لہٰذا ان کو دشمن زھراء کہنا بھی غلط نہیں ہوگا۔غلات کے یہ تمام مذموم عزائم سب عراق کی سرزمین مملکت اسلامی کے دوسرے دار الخلافۃ کوفہ غالیوں کی کالونی میں ترتیب پائے ہیں۔

رجالات فرقہ غلات:

فرقہ غلات کی اساس بنیاد رکھنے والے یا بنیاد گزاروں کی شناخت بھی ضروری ہے کہ یہ لوگ کہاں سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے کیسے اسلام قبول کیا اور یہ کس قسم کے افکار نظریات کے حامل تھے انہوں نے کون سے فرقے ایجاد کئے اور ان کا آخر میں کیا انجام کیا ہوا ہم اس سلسلے میں کتب فرق اور رجال سے مدد لیں گے:

[معجم فرق اسلامی ص ۱۸۷]

ا۔ عبداللہ ابن سباء:

سب سے پہلے غلو کا اعلان کرنے والا عبداللہ ابن سباء ہے۔

عبداللہ ابن سباء یہودی صنعائی ہے یہ اصل میں یمن کے شہر صنعاء کے یہودیوں میں سے تھا۔ جو مدینہ میں لباس اسلام پہن کر آیا لیکن اس کے اندر کفر چھپا تھا۔ یہ اسلام و مسلمین کیلئے عداوت و بغض کے ساتھ سرگرم ہوا اس نے اسلام و مسلمین میں تفرقہ ڈالا اور یہود عقائد کو یہاں رواج دیا۔ اس کی اصل یمن سے تھی یہ یہودی تھا لیکن اسلام کا اظہار کیا۔ مسلمانوں کے درمیان حضرت علیؑ کی اطاعت کی تلقین کے نام سے اس نے شرک پھیلایا کہا: انت انت۔ نوبختی شیعی لکھتے ہیں عبد اللہ پہلے یہودی تھا۔ اس نے اسلام قبول کیا اور غلوگرائی شروع کی۔ جب یہ یہودی تھا تو یہی باتیں یوشع بن نون جانشین موسیٰ کے بارے میں کہتا اور جب مسلمان ہوا تو یہی باتیں علی کے بارے میں کرنے لگا۔ پہلا شخص ہے جس نے امامت علی کا اعلان کیا اور علی کے دشمنوں سے بیزاری کی۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ مخالفین نے کہا کہ رافضیوں کی بنیاد رکھنے والے یہودی ہیں۔

حضرت عثمان کے زمانہ میں یہ دمشق گیا لیکن اہل دمشق نے اسے وہاں سے نکال دیا پھر یہ مصر گیا اور جب مصریوں نے عثمان کے خلاف انقلاب برپا کیا تو نقلاب برپا کرنے والے گرہوں میں یہ بھی شامل تھا۔

حضرت علی کے اصحاب میں سے عبداللہ ابن عباس نے عبداللہ ابن سباء کی سفارش کی اور کہا: یا علی! اس نے توبہ کی ہے اسے معاف کریں۔ عبداللہ بن سباء کو اپنے باپ کی نسبت سے عبداللہ بن سباء کہا جاتا ہے اور ماں کی وجہ سے عبداللہ بن سودا کہتے ہیں۔ شعبی نے کہا ہے عبداللہ بن سودا یہودی تھا اور اہل حیرہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے اسلام کا اظہار کیا تا کہ کوفہ میں اپنے لیے اعوان و انصار اکھٹے کر سکے۔ اس نے کہا تو ریت میں آیا ہے کہ ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے اور علی وصی محمد ہیں وہ بہترین اوصیاء میں سے ہیں جس طرح محمد بہترین انبیاء میں سے ہیں۔ جب یہ بات شیعوں نے سنی تو انہوں نے علی کے پاس اس کی تعریف کی اور کہا یہ آپ کے چاہنے والوں میں سے ہے لیکن جب آپ نے سنا وہ ان کے حق میں غلو کرتا ہے تو اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ابن عباس نے انھیں منع کیا اور کہا اگر آپ اسے قتل کریں گے تو آپ کے اصحاب آپ کے خلاف ہو جائیں گے آپ ابھی شام جا رہے ہیں حالات خراب ہو جائیں گے۔

حضرت نے اسے اس شرط کے ساتھ چھوڑا کہ وہ کوفہ میں قیام نہ کرے۔ چنانچہ اسے مدائن تبعید کیا گیا۔ جب امیر المومنین قتل ہوئے تو اس نے کہا اگر تم علی کا مغز طبق میں ڈال کر میرے پاس لاؤ اور ۷۰ آدمی گواہی بھی دیں تو میں نہیں مانوں گا۔ جب تک پورے عرب کو اپنے عصا سے نہ چلائے۔ مدائین میں ایک گروہ عبداللہ ابن سباء سے ملا اور انہوں نے اس کے عقیدہ کے ساتھ اتفاق کیا۔ ان میں عبداللہ ابن سبرہ ہمدانی ہے عبداللہ ابن عمر ابن حرب کندی ہے ان سب

نے اتفاق کیا اور لوگوں کے درمیان پروپیگنڈا کیا کہ عبداللہ ابن سبا ءغیب جانتا ہے یہ خود اللہ ہے یا اللہ کا اس میں حلول ہوا ہے۔

۲۔ مغیرہ:

مغیرہ لحن سازی وغیرہ میں مستغرق رہتا تھا اسی لیے کہتے ہیں ہم ذکر خدا میں رقص کرتے ہیں۔ایک دن یہ امام محمد باقرؑ کے پاس آیا ان سے کہا آپ لوگوں سے کہہ دیں کہ میں علم غیب جانتا ہوں تو میں عراق میں آپ کی حکومت قائم کروں گا۔امام نے غصے سے اسے بھگا دیا۔اس کے بعد یہ عبداللہ بن محمد حنفیہ کے پاس آیا اور ان سے یہی بات کہی انہوں نے بھی اسے مارا یہاں تک یہ موت کے نزدیک ہوا۔پھر یہ علاج کے بعد صحت یاب ہوا تو محمد بن عبداللہ بن حسن ابن حسن یعنی نفس ذکیہ کے پاس آیا۔آپ ایک خاموش طبع انسان تھے یہی بات اس نے نفس ذکیہ سے کہی جس پر انہوں نے کچھ نہیں کہا یہ وہاں سے نکل گیا اور سمجھ گیا کہ انہوں نے اس کا مطالبہ قبول کیا ہے کہ وہ عراق کی حکومت کے خواہاں ہیں۔پھر اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں یہی مہدی ہیں جس کی رسول اللہ نے بشارت دی ہے۔یہی قائم اہل بیت ہیں مغیرہ نے سحر و جادو وغیرہ یہودیوں سے سیکھا تھا جس سے اس نے بہت سے لوگوں کو دھوکہ دیا اور بہت سے لوگ اس کے پیروکار بنے۔اس نے دعویٰ کیا کہ محمد ابن عبداللہ نے اسے اذن دیا ہے کہ لوگوں کو قتل کروں اس کیلئے اس نے اپنے پیروکاروں کو حکم دیا لیکن کچھ نے اس کا حکم ماننے سے انکار کیا اور کہا ہم جس شخص کو نہیں جانتے اسے کیوں ماریں اس نے کہا کوئی بات نہیں اگر وہ تمہارے ماننے والے ہیں تو جنت میں جائیں گے اور اگر تمہارے دشمن ہیں تو تم نے ان کو جلدی جہنم میں بھیجا ہے۔مغیرہ تناسخ کا قائل تھا اور کہتا تھا اللہ ایک انسان کی صورت میں آجاتا ہے۔اس کے سر پر نور کا تاج ہے اس کے دل میں حکمت کے چشمے ہیں اللہ کیلئے حروف ہجا کے برابر اعضاء ہیں الف ان کے قدموں کی مثال ہے آنکھ ان کی عین کی مثال ہے مغیرہ نے کہا جب اللہ نے چاہا کہ خلائق کو خلق کرے تو اسم اعظم سے شروع کیا تو پہلے اس کے سر پر تاج آیا یہاں سے یہ آیت ہے ﴿سبح اسم ربک اعلیٰ﴾ پھر اپنے ہاتھ سے اعمال کا نامہ لکھا معصیت سے غصہ آیا جس سے عرق نکلا اور اس کے عرق سے دریا بنے ایک دریا شور (نمکین) تاریک ہے دوسرا میٹھا ہے تو خلائق کو دونوں دریا سے بنایا کفار کو گندے اور نمکین پانی سے بنایا مومنین کو میٹھے پانی سے بنایا پھر لوگوں کا مجسمہ خلق کیا ان میں سب سے پہلے محمد کا پتلا بنایا پھر علی کا مجسمہ بنایا جب اس کی یہ خبریں خالد ابن عبداللہ قسری کو پہنچیں تو انہوں نے اسے آگ میں ڈال کر ختم کیا جب مغیرہ قتل ہوا تو بعض گروہ اس کا انتظار کرتے رہے کہ وہ واپس آئے گا۔ان میں سے بعض محمد ابن عبداللہ کی امامت کے قائل ہوئے کہ وہ واپس آئے گا جب منصور دوانقی نے محمد ابن عبداللہ کو قتل کیا تو مغیرہ کے انصار نے اعتراف کیا محمد امام مہدی نہیں لیکن انہوں نے کہا جو شخص قتل ہوا وہ محمد کی صورت میں شیطان تھا اس گروہ کو محمدیہ کہتے ہیں۔

۳۔ محمد بن زینب اسدی اجدع :

کتاب ''امام صادقؑ اور مذاہب اربعہ'' ج ۴، ص ۱۴۳ کے مطابق غالیوں کی مشہور شخصیات میں سے ایک ''مقلاص اسدی'' کوفی ہے یہ فارس نژاد تھا اور اپنے نام کی بجائے کنیت ابی الخطاب سے مشہور تھا، شہرستانی نے اس کا نام محمد اور اس کے والد کا نام ''زینب اسدی اجدع'' بتایا ہے جبکہ بعض نے اس کا نام ''ابنا ابی ثور'' بتایا ہے، یہ شخص کوفے میں سیاسی شخصیات کے ساتھ سرگرم رہتا اور بنی عباس کی طرف دعوت دینے والوں میں پیش پیش رہتا اس نے انہی مواقع

اور حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی مجوسی فکر کو پھیلانے کی مہم بھی جاری کر رکھی تھی بعد ازاں اس کے ماننے والے خطابیہ کے نام سے معروف ہوئے۔اس نے اپنے لئے ایک حلقہ احباب بنایا اور انھیں لوگوں کو جمع کر کے دعوت دینے کے طور وطریقے سکھائے۔یہ لوگ اپنی فکر پھیلانے کیلئے انتہائی مخفی اور پوشیدہ طریقے سے سرگرم رہتے اور بنی عباس کے اقتدار کو مستحکم کرنے کیلئے کام کرتے ،اس گروہ کے بارے میں علمائے شیعہ کا اتفاق ہے کہ یہ لعن وتکفیر کے مستحق ہیں لہٰذا اس گروہ سے برأت کا اظہار ضروری ہے جیسا کہ علمائے رجال نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے ابن ابی ثور ایک ملعون ،مردود اور غالی تھا۔

کتاب ''تصوف تشیع '' کے ص ۲۴۲ میں آیا ہے یہ شخص اہل بیتؑ کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا جبکہ اس کا اہل بیتؑ سے کوئی رشتہ نہیں تھا جب امام صادقؑ کو اس کی حرکتوں کی خبر ملی تو آپؑ نے اسی لمحہ لوگوں کو اس کے خطرات سے آگاہ کیا اور ساتھ ہی لوگوں کو کلمۂ اسلام پر متحد اور مسلمانوں کے ساتھ صف اوّل میں رہنے کی تلقین کی تا کہ ممکنہ خطرے کا مقابلہ کیا جاسکے،امام نے اس سے برأت کا اعلان کیا اور اس کے بارے میں فرمایا یہ جھوٹ بولتا ہے کیونکہ یہ میرے بارے میں کہتا ہے میں(امام)علم غیب جانتا ہوں حالانکہ میں علم غیب نہیں جانتا اس کا کہنا ہے کہ وہ خود ہمارے علم کا صندوق ہے اور ہمارے اسرار کی جگہ ہے،یہ سب اس نے ہم پر جھوٹ گھڑا ہے۔

۴۔خطابیہ:

محمد ابن ابی زینب مقلاص ،الجداع یا محمد ابن ابی سور کنیت ابی الظبیان ،ابی اسماعیل ابی الخطاب۔سب سے پہلے اسماعیلی فرقے کی بنیاد رکھنے والا ہے۔اس نے اس فرقہ کے عقائد کی بنیاد ڈالی ہے۔اسماعیلیوں نے اپنے عقائد اس سے اخذ کئے ہیں سب سے پہلے خطاب اور اس کے عقائد کے بارے میں لکھنے والے سعد ابن عبداللہ قمی شیعی ہیں جنہوں نے ۲۹۹ یا ۳۰۱ میں وفات پائی ہے۔اس کے بعد ان کے عقائد کے بارے میں لکھنے والے دوسرے شخص ان کے معاصر نوبختی ہیں جنہوں نے ۳۰۱ میں وفات پائی قمی نے ان کے افکار کا ذکر کیا ہے تا کہ فرقہ اسماعیلیہ کے عقائد پر روشنی ڈالیں ان کے عقائد فرقہ اسماعیلیہ کی اساس وبنیاد ہیں۔سعد ابن عبداللہ قمی نے ابا الخطاب کا دو جگہ ذکر کیا ہے۔اسی طرح نوبختی نے جب کیسانیوں اور شیعہ غلات کا ذکر کیا ہے تو ان میں سے اصحاب ابی الخطاب کا نام آیا ہے۔کہتے ہیں اسماعیلیہ ان فرقوں میں سے ہے جو امام جعفر صادق کے بعد وجود میں آئے ہیں۔قمی اور نوبختی دونوں خطابیہ اور اسماعیلیہ کے درمیان فرق نہیں رکھتے بلکہ دونوں کو ایک فرقہ سمجھتے ہیں۔یہ لکھتے ہیں ابا الخطاب امام جعفر صادق کے اصحاب اور راویوں میں شمار ہوتے تھے۔اس نے دعویٰ کیا ہے کہ امام نے اپنے بعد شیعوں پر انہی کو قیم اور وصی قرار دیا ہے اور اسی بہانے سے وہ اپنے افکار وعقائد کو امام کے اصحاب میں رواج دے رہا تھا اس کے افکار وعقائد یہ ہیں:

۱۔ہر دور میں دو رسول ہوئے ہیں:

ایک ناطق دوسرا صامت

محمد ناطق تھے اور علی صامت تھے۔

۲۔امام مختلف صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور اپنی شکل کو ہر صورت میں بدل سکتا ہے۔

۳۔جس نے امام کو حقیقی معنی میں شناخت کیا اس سے تکالیف ساقط ہو جاتی ہیں۔

۴۔امام انبیاءرسل کے بدن میں حلول کرتا ہے یہ نور ابتداء میں نور رسالت عبد المطلب میں حلول ہوا اور ان کے بعد ابی طالب میں ان کے بعد محمد میں محمد کے بعد علی پھر امام جعفر صادق میں امام جعفر صادق کے بعد ابی الخطاب میں حلول ہوا ہے۔

۵۔ارواح اجسام نہ مرتے ہیں نہ فناء ہوتے ہیں بلکہ وہ ملائکہ بن کر پرواز کرتے ہیں۔

۶۔حلال وحرام کے جتنے بھی مصادیق ہیں جیسے شراب، جوا، خنزیر، نکاح محرمات صلاۃ صوم حج وغیرہ یہ سب مفہوم عملی نہیں رکھتے بلکہ شخصیات کے نام ہیں لہذا ہمیں نماز روزہ حج کی ضرورت نہیں ہے۔

۷۔اسماعیلی مذہب ابی الخطاب کے افکار ونظریات کا نام ہے یہ افکار بعد میں کئی گروہوں میں تقسیم ہوئے ہیں۔

لکھتے ہیں محمد ابن مقلاص ابن رائد المقری ابی زینب اسی کوفی زرارہ بزاز کنیت ابو الخطاب یا ابو طیان یا ابو اسماعیل تین کنیت کا حامل تھا اسے عیسیٰ ابن موسیٰ صاحب منصور دوانقی نے ۱۳۸ھ کو اس وقت قتل کیا جب اس کے گروہ نے اس کی نبوت کا اعلان کیا محمد ابن مقلاص اپنے آپ کو امام جعفر صادقؑ سے منسوب کرتا تھا یہ شخص امام صادقؑ کی الوہیت کا قائل تھا۔جب امام صادقؑ کو اس کے غلو کا علم ہوا تو آپ نے اس سے برأت کا اعلان کیا اور اپنے اصحاب کو بھی اس سے برأت کرنے کا کہا اور ان پر لعنت بھیجی۔ابو الخطاب لوگوں سے کہتا جعفر اللہ ہیں اور وہ انکی کی طرف سے رسول ہے پھر اس نے امام جعفر صادقؑ کی وفات کے بعد خود اپنی الوہیت کا دعویٰ کیا اور کہا امام جعفر صادقؑ کی روح اس میں حلول ہوئی ہے وہ کہتا تھا پہلے آئمہ انبیاء اور پھر اللہ کہتا حسن وحسین اور ان کی اولادیں ابن اللہ ہیں ابو الخطاب اپنے پیروکاروں کو اپنے مخالفین کے خلاف جھوٹی گواہی دینے کا حکم دیتا تھا ابو الخطاب کے بعد ان کے تابعین نے کہا جعفر اللہ ہے لیکن ابا الخطاب جعفر سے افضل ہے۔یہ جنت وجہنم کا منکر تھا اور کہتا تھا کہ جنت دنیا کی نعمتوں کا نام ہے جبکہ جہنم دنیا کی مصیبتوں کا نام ہے اس نے زنا کو حلال قرار دیا ترک واجبات کا حکم دیا اس کے بعد اس کی جماعت چند گروہ میں تقسیم ہوئی۔

مفضلیہ اجلیہ عمریہ معمریہ بذیعیہ وغیرہ شامل ہیں۔

۱۔معمریہ: [معجم فرق اسلامی ص ۲۳۱]

ابی الخطاب کے قتل کے بعد یہ مختلف گروہوں میں تقسیم ہوئے ایک گروہ نے معمر نامی شخص کو اپنا امام منتخب کیا اس نے کہا دنیا نا قابل فنا ہے۔جنت خیر ونعمت خوشی عاقبت صحت کا نام ہے جبکہ جہنم مصیبتیں پریشانی مشقت ہے انہوں نے شراب گناہ کبیرہ تمام محرمات کو حلال قرار دیا اور فرائض واجبات سے آزاد کیا۔

رجال کشی میں ایک روایت نقل کرتے ہیں امام جعفر صادقؑ سے جسے بشر دھانے نقل کیا ہے امام نے ابی الخطاب کو لکھا کہ میں نے سنا ہے تم دعویٰ کرتے ہو کہ یہ واجبات کوئی مفہوم نہیں رکھتے بلکہ شخصیات کے نام ہیں شراب انسان کا نام، نماز انسان کا نام ہے صوم انسان کا نام ہے برائیاں مرد کا نام ہے حالانکہ ایسا نہیں اللہ لوگوں سے اس طرح خطاب نہیں کرتا کہ بندوں کی سمجھ میں نہ آئے۔عنبسہ ابن مصعب کہتے ہیں امام صادقؑ نے مجھ سے کہا تم نے ابی الخطاب سے کیا سنا ہے انہوں نے کہا میں نے سنا ہے کہ ابی الخطاب نے اپنا ہاتھ اس کے سینہ پر رکھا اور کہا اللہ ان کو سمجھائیں ان سے بھول نسیان کو دور کریں پھر فرمایا تم علم غیب جانتے ہو آپ نے فرمایا یہ ہمارے علم کا صندوق ہے یہ ہمارے اسرار کی جگہ ہے یہ ہمارے مردوں زندوں کا امین ہے۔اس کے جواب میں امام جعفر صادقؑ نے فرمایا اللہ کی قسم میرے جسد سے کوئی چیز

اس کے جسد سے نہیں ملی سوائے اس کے ہاتھ کے جو اس نے مجھ سے ملایا تھا۔اللہ کی قسم اس کے علاوہ کوئی الہ نہیں میں علم غیب نہیں جانتا نہ زندوں ومردوں پر مجھے اختیار ہے۔میں نے اور عبداللہ ابن حسن نے اپنے درمیان جائیداد کی تقسیم کی دیوار کھینچی زرخیز زمین ان کے حصہ میں آئی جبکہ پہاڑ میرے حصے میں آئے اگر میں علم غیب جانتا تو آباد حصے میرے پاس آتے اور پہاڑ ان کے حصے میں جاتے۔

۲۔مفضلیہ:[معجم فرق اسلامی ص ۲۳۴]

مفضل بن عمر کے پیروکاروں کو کہتے ہیں یہ لوگ کہتے ہیں امام جعفر کے بعد امامت ان کے بیٹے موسیٰ کیلئے اور ان کے مرنے کے بعد ان کے بیٹے محمد ابن موسیٰ میں منتقل ہوئی ہے مفضل ابن عمر اور زرارۃ ابن اعین عمار ساباطی امامت موسیٰ ابن جعفر کے قائل ہوئے لہٰذا انہیں مفضلیہ کہتے ہیں۔

۳۔مفضلیہ:

خطابیہ کی ایک شاخ کو بھی کہتے ہیں جو ابی الخطاب کے مرنے کے بعد مفضل صیرفی کی امامت کے قائل تھے یہ لوگ جعفر صادق کو رب کہتے تھے جبکہ انہوں نے ابی الخطاب سے برأت کا اعلان کیا تھا۔

۴۔مفوضہ:

ایک فرقہ غلات ہے ان کا کہنا ہے اللہ نے محمد کو خلق کیا پھر پورے عالم کی خلق تدبیر کو محمد پر چھوڑا عالم کو محمد نے خلق کیا اور تدبیر عالم کو علی پر چھوڑا ان کا عقیدہ ہے اللہ نے روح علی اور ان کی اولادوں کو خلق کرنے کے بعد عالم ان کے سپرد کیا ہے ۔انہوں نے آسمان وزمین خلق کئے ہیں لہٰذا رکوع میں کہتے ہیں سبحان ربی العظیم سجدے میں سبحان ربی اعلیٰ علی واولادہ کہتے ہیں اما الہ اعظم وہ ہے جو تمام عالم ان کے سپرد ہوا ہے مفوضہ میں ابوالمصور عجلی ہے جو ۱۲۱ ھجری کو قتل ہوا ان کا دعویٰ ہے کہ امام باقر نے امامت ان کو سونپی ہے اور اسی کو اپنا وصی معین کیا ہے۔

۵۔بزیعیہ:[فرہنگ فرق اسلامی ص ۱۰۰]

فرقہ غلات خطابیہ میں سے ہیں یہ پیروان بذیع بن موسیٰ حائک ہیں اہل کوفہ ان کو بذیعیہ کہتے ہیں یہ لوگ امام جعفر صادق کو مظہر اللہ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں امام جعفر صادقؑ اللہ کا مظہر ہیں بذیعیہ ابی الخطاب جعفر صادقؑ کا رسول ہے امام صادقؑ کی طرف سے مرسل ہے جس طرح نبوت موسیٰ وہارون میں مشترک ہے اسی طرح رسالت ابی الخطاب اور بذیعیہ میں مشترک ہے ان کا کہنا ہے ہر مومن کا کوئی وصی ہوتا ہے وہ اس بارے میں سورہ یونس ۱۰۰ سے تاویل کرتے تھے کہ ان پر وحی ہوتی ہے وہ کہتے تھے انسان جب کمال کے درجے پر پہنچتا ہے تو اس کے بارے میں نہیں کہہ سکتے ہیں کہ وہ مر گیا ہے بلکہ وہ ملکوت اعلیٰ سے پیوست ہو گیا ہے ۔بذیعیہ کہتے تھے انبیاء آئمہ سب اللہ ہیں یہ مرتے نہیں بلکہ آسمان پر جاتے ہیں ۔بذیعیہ خود آسمان پر گیا ہے اللہ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا ہے حکمت کو اس کے سینے میں رکھا ہے صاحب بیان ادیان نے اس کا نام بذیع بن یونس اور اشعری نے مقالات میں ان کا نام بذیع بن موسیٰ لکھا ہے صاحب فرق نے ان کا نام بذیقہ لکھا ہے وہ صحیح نہیں۔

خطابیہ کے ایک گروہ کا نام ہے یہ بذیع ابن یونس یا موسیٰ کے پیروکار ہیں یہ کہتے تھے کہ امام خطاب کے بعد بزیع ابن موسیٰ

حائک میں حلول ہوا ہے یہ کہتے تھے جعفر الہ ہے جو بشر کی صورت میں نمودار ہوا یہ دعویٰ کرتا تھا اللہ کی طرف سے اس پر وحی ہوتی ہے اس کا کہنا تھا وحی صرف انبیاء کیلئے مختص نہیں بلکہ غیر انبیاء پر بھی وحی ہوتی ہے یہ کہتے تھے اس کے اصحاب میں ایسے افراد ہیں جو جبرائیل و میکائیل سے بھی افضل ہیں بزیع کبھی دعویٰ نبوت کرتا اور اپنی جماعت سے اپنی نبوت کا اقرار کرواتا بزیع کا اعتقاد تھا انسان جب درجہ کمال تک پہنچتا ہے تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ وہ مرا ہے بلکہ وہ نہایت پر پہنچا اس نے ملکوت کی طرف سے رجوع کیا ہے یہ لوگ دعویٰ کرتے تھے کہ ہم اپنے مردوں کو صبح و شام دیکھتے ہیں بزیع آسمان کی طرف گیا تو اللہ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور اس کے منہ میں لعاب دھن ڈالا اس کے سینے سے حکمت نکلتی تھی ۔جس طرح زمین سے کمات نکلتے ہیں یہ کہتا تھا ہم نے علی کو اللہ کے دائیں طرف بیٹھے دیکھا تھا۔

۶۔معمریہ:[فرہنگ فرق اسلامی ص ۴۲۰]

فرقہ معتزلیہ اور پیروان معمر بن عباد سلمی ہے یہ ہارون رشید کے دور میں تھے ۲۲۰ھ میں مرگیا کتاب منیہ والامل میں اسے معمر ابن عباد سلمی ۔ابی عمر یا ابو معمر کے نام سے یاد کیا ہے یہ معتزلیہ کے چھٹے طبقات میں سے ہے کہتا تھا اللہ نے صرف جسم کو خلق کیا ہے باقی حیات رنگ ساعت بصارت موت حیات خلق نہیں کیں بلکہ یہ از خود وجود میں آتے ہیں ۔بعض معمریہ غلات شیعہ میں سے ہیں معمر ابن خثیم کے پیروکاروں کو کہتے ہیں یہ معمر یہ خود کو ابی الخطاب کا جانشین کہتا تھا اس نے دعویٰ نبوت کیا یہ کہتا تھا جعفر ابن محمد اللہ ہے اللہ اپنے برگزیدہ بندوں کے جسم میں نمودار ہوتا ہے اور جعفر ابن محمد کے جسم سے نقل کر ابا الخطاب کے جسم میں داخل ہوا ہے جعفر فرشتہ بن گیا پھر ابا الخطاب کے جسم سے معمر کے جسم میں داخل ہوا اور اب معمر اللہ ہے اس نے حلال حرام سب کو ختم کیا اور محرمات کو جائز قرار دیا۔

۷۔عجلیہ:[فرہنگ فرق اسلامی ص ۳۳۳]

عجلیہ فرقہ غلات میں سے ہے انہیں عمیر بھی کہتے ہیں یہ عمر ابن بیان العجلی کے پیروکار ہیں یہ امام جعفر صادقؑ کو اللہ کہتے ہیں یہ کوفہ کے محلّہ کناسہ میں امام کی پرستش کیلئے جمع ہوئے چنانچہ یزید ابن عمر ابن جبریہ نے انہیں گرفتار کیا اور کوفہ میں انہیں سولی پر چڑھایا۔

۵۔ بزیع بن موسیٰ: بزیعیہ:[معجم فرق الاسلامیہ ص ۵۵]

اس نے بھی غلو کے نام سے الحاد پھیلایا، اس نے کہا آئمہؑ انبیاءؑ جیسے ہیں یہ لوگ مرتے نہیں بلکہ انہیں خدا آسمان پر اٹھاتا ہے امام صادقؑ آسمان پر گئے ہیں ۔امامؑ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا ہے اور اس کے منہ میں زبان رکھی ہے۔

۶۔بشار شعیری:

یہ کوفہ میں مقیم تھا اس نے حضرت علیؑ کی ربوبیت کا اعلان کیا۔

۷۔راوندیہ:

[معجم فرق اسلامی ص ۱۲۰] یہ فرقہ بھی غالیوں کا ایک فرقہ ہے یہ تناسخ اور حلول کے معتقد تھے ۔راوندیہ منسوب بہ راوند ہے ۔جو اصفہان کا ایک گاؤں ہے یہ دعوت وہاں سے شروع ہوئی ۔وہاں ابلق نامی ایک آدمی تھا ۔جو برص میں مبتلا تھا یہ غلو کرتا اس نے راوندی کی طرف دعوت دینا شروع کی ۔اور حرام کو حلال قرار دیا ۔تو ابن عبداللہ قسری امویین کے والی

نے ان سے جنگ لڑی اور ابلق کو قتل کیا۔ بعض نے کہا ہے یہ نسبت عبداللہ راوندی سے ہے۔ اس نے کہا وہ روح جو عیسی ابن مریمؑ میں تھی وہ آئمہؑ میں حلول ہونے کے بعد مسلم خراسانی میں حلول ہوئی ہے۔ اس نے حضرت علیؑ کے بعد عباس کی اولاد کی امامت کا اعلان کیا۔ اس نے یہ فکر منصور دوانقی کے زمانے میں شروع کی۔ یہ جماعت منصور کے زمانے میں بغداد میں ظاہر ہوئی۔ انہوں نے منصور دوانقی کے خدا ہونے کا دعویٰ کیا یہ اس کے قصر کے گرد طواف کرتے تھے۔ اور انت انت کہتے تھے یعنی تو خدا ہے۔ منصور اور ان کے درمیان جنگ ہوئی۔ منصور کے لشکر کی قیادت معن بن زائد شیبانی نے کی تھی راوندیہ تناسخ کے قائل تھے۔ ان کا کہنا تھا وہ جانتے ہیں وہ کس جسد میں حلول کرنے والے ہیں۔ ان کا کہنا ہے روح عیسیٰ نے ائمہ میں حلول کیا ہے پھر ابو مسلم خراسانی میں، پھر ابو جعفر منصور دوانیقی اور مہدی میں۔ چنانچہ انھوں نے منصور کے زمانہ میں قیام کیا اور منصور کے لشکر نے ان سے جنگ لڑی اور ان کو قتل کیا۔

۸۔ رزامیہ:

غالیوں کا ایک فرقہ ہے جو رزام ابن رزم کی پیروی کرتے ہیں اور علیؑ کے بعد امامت کو محمد بن حنفیہ کی طرف منتقل کرتے ہیں اور ان کے بعد ان کے بیٹے ہاشم پھر علی ابن عبداللہ ابن عباس پھر محمد ابن علی پھر محمد ابن ابراھیم میں منتقل کرتے ہیں۔ ابی مسلم خراسانی کو امام تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں روح الٰہی نے ابی مسلم خراسانی میں حلول کیا یہ فرقہ محرم سے شادی جائز سمجھتا تھا۔

۹۔ ذمیہ: [معجم الفرق الاسلامی ص ۱۱۶]

ایک غالی فرقہ ہے۔ ان کا کہنا ہے حضرت علیؑ خدا ہیں اور علیؑ نے محمد کو اپنی طرف دعوت دینے کیلئے بھیجا تھا لیکن محمدؐ نے لوگوں کو اپنی طرف دعوت دینا شروع کی۔ بعد میں یہ فرقہ تقسیم ہوا بعض نے علیؑ و محمدؐ دونوں کو خدا کے برابر قرار دیا بعض نے علیؑ کو پیغمبرؐ پر مقدم رکھا بعض نے پیغمبرؐ کی مذمت کی یہ علیدین کے گروہ سے ہیں یہاں سے واضح ہوتا ہے علیؑ کو محمدؐ کے برابر قرار دینا اور علیؑ کو محمدؐ پر ترجیح دینا اسی فرقے سے شروع ہوا ہے۔

۱۰۔ حربیہ:

عبداللہ ابن عمرو بن حرب کندی کو ھاشم کا جانشین سمجھتے ہیں لیکن جب عبداللہ نے خیانت کی تو عبداللہ ابن معاویہ کی امامت کے قائل ہوئے یہ لوگ تناسخ اور الوہیت پیغمبرؐ و آئمہؑ کے قائل ہوئے۔ انہی سے فرقہ خرمیہ ومزدکیہ وجود میں آئے۔

۱۱۔ بابکیہ:

یہ بابک خرمی کے پیروکار تھے، اور اسے خُرمۃ کے لقب سے جانتے ہیں۔ یہ شخص بابک آذربایجان کے ایک پہاڑ میں پیدا ہوا، اس کے مریدین کی تعداد بہت زیادہ تھی اس نے بہت سے محرمات کو جائز قرار دیا اور بہت سے مسلمانوں کو قتل کیا، خلفائے بنی عباس نے اس کی طرف ایک لشکر بھیجا جو اس سے بیس سال تک لڑتا رہا یہاں تک انھوں نے بابک اور اس کے بھائی اسحاق بن ابراہیم کو گرفتار کرلیا اور انھیں سولی پر چڑھایا۔ یہ فرقہ اس پہاڑ میں ایک رات عید مناتا ہے جس میں مرد اور عورت مخلوط اجتماع میں شراب پیتے اور رقص کرتے ہیں اور ہر قسم کی فحاشی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اپنے دین کو اپنے

امام شروین کی طرف منسوب کرتے ہیں شروین کا باپ زنجی تھا اور ماں فارس کے بادشاہ کی بیٹی تھی ان کے نزدیک شروین محمد اور انبیاء سے افضل ہے انہوں نے اس پہاڑ میں ایک مسجد بنائی اور اس میں اذان دیتے اور اپنے بچوں کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے لیکن نماز نہیں پڑھتے اور نہ روزہ رکھتے تھے اور نہ ہی کافرین کے ساتھ جنگ کرتے تھے اسلام کو خود سے منسوب کرتے لیکن اسلام سے نہیں تھے۔

۱۲۔ بابائیہ

صوفیوں کا ایک فرقہ ہے جو بابا اسحاق کفرسودی ترکمانی سے منسوب ہے یہ فرقہ ساتویں ہجری میں وجود میں آیا۔ اس نے اپنے مریدین کے سامنے یہ دعویٰ کیا وہ رسول اللہ ہے۔ اس کے مریدین اسے بابا رسول پکارتے تھے اور کہتے لا الہ الا اللہ البابا ولی اللہ یہ اپنے آپ کو نفس امیر المؤمنین کہتا تھا۔

۱۳۔ اسحاقیہ [معجم فرق الاسلامیہ ص ۲۸]

اتباع جناحیہ۔ غالیوں کا یہ فرقہ اسحاق بن زید حارث کی طرف منسوب ہے جو عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر ابن ابو طالب کے اصحاب میں سے تھا عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بھی شریعت اسلام کے احکام کے خاتمے کا قائل تھا اور علیؑ کو پیغمبرؐ کے برابر سمجھتا تھا ان کا عقیدہ نصیریوں کے عقیدہ سے مطابقت رکھتا ہے ان کا بھی عقیدہ ہے خدا نے علیؑ میں حلول کیا ہے۔

۱۴۔ اسحاقیہ: [معجم فرق الاسلامیہ ص ۲۹]

اتباع اسحاق بن محمد النخعی ۔غالیوں کا ایک اور فرقہ اسحاقیہ بھی ہے جو اسحاق بن محمد نخعی بن احمد بن ابان بن مرّ ار سے منسوب ہے یہ شخص ۲۸۶ھ کو فوت ہوا اس کا عقیدہ تھا علیؑ خدا ہیں اور کبھی حسن اور کبھی حسین کی صورت میں ظہور کرتے ہیں اور اسی نے محمد کو بھیجا ہے۔

۱۵۔ اسحاقیہ:

یہ بھی غلات میں سے ہیں فرقہ علیائیہ کے پیروکار ہیں ابو یعقوب اسحاق بن محمد بن ابان نخعی کوفی ملقب بہ احمر سے منسوب ہے۔ جو متوفی ۲۸۶ ہجری ہے۔

۱۶۔ غرابیہ:

جیسا کہ معجم فرق اسلامیہ ص ۱۷۹ پر شریف یحییٰ لکھتے ہیں کہ یہ غالیوں کا ایک فرقہ ہے ان کا عقیدہ ہے کہ محمد علی سے اس طرح شباھت رکھتے تھے جس طرح کوا کوے سے مکھی مکھی سے چنانچہ اللہ نے جب جبرائیل کو علی کے پاس بھیجا تو انہیں اشتباہ ہوا اور وہ غلطی سے محمد کے پاس گئے کیونکہ محمد علی سے شباھت رکھتے تھے۔ بعض کا کہنا ہے جبرائیل نے یہ کام عمداً کیا اور خیانت کی ہے چنانچہ ان کا عقیدہ ہے علی اور ان کے بعد ان کی اولاد رسول ہے یہ لوگ کہتے ہیں پروالے پر لعنت بھیجو یعنی جبرائیل پر۔

۱۷۔ علویہ:

ان کا سربراہ بشار شعیری ہے جو ۲ھ میں پیدا ہوا، اس کا کہنا ہے علی رب ہے جو ہاشمی کی صورت میں ظاہر ہوا جس نے خود کو

بندہ ظاہر کیا اور محمد کو مبعوث فاطمہ، حسن وحسین در حقیقت وہی علی ہیں یہ کہتے ہیں محمد عبد ہیں اور علی رب ہیں یہ فرقہ تعطل شریعت اور تناسخ کا قائل ہے۔

۱۸۔البائی:

یہ غالیوں کا ایک فرقہ ہے جو البائی بن زراع دوسی الصدی سے منسوب ہے یہ حضرت علیؑ کو حضرت محمدؐ پر فضلیت دیتے ہیں کہتے ہیں علیؑ نے محمدؐ کو مبعوث کیا اور پیغمبر کی مذمت کرتے ہوئے کہتے ہیں محمدؐ کو بھیجا تھا اس لیے علیؑ کی طرف دعوت دیں لیکن انھوں نے اپنی طرف دعوت دی۔

۱۹۔عجلیہ:

یہ عمیر بن بیان عجلی کی طرف منسوب ہے اس نے کوفہ میں ایک خیمہ نصب کیا اور اس میں یہ امام جعفر صادقؑ کی عبادت کرتا تھا عمیر کو یزید ابن عمر ھبیرہ نے پکڑ کر ۱۳۱ ہجری کو سُولی پر چڑھایا۔

۲۰۔اذکاریہ:

یہ ابی جعفر محمد ابن شرجانی معروف ابی اذکار سے منسوب ہے، اذکار نے عراق کے شہر شرمغان میں ۳۲۲ ہجری کو وفات پائی اس نے تناسخ اور غلو کے بارے میں ایک مذہب پیدا کیا اس نے نبوت کا بھی دعویٰ کیا اس کے علاوہ خود کو امام مہدی کا باپ ظاہر کیا۔

۲۱۔کاملیہ: یہ فرقہ ابی کامل سے منسوب ہے جس نے صحابہ کو علیؑ کی بیعت نہ کرنے پر کافر قرار دیا اور اسی طرح خود علیؑ کو بھی کافر قرار دیا کیونکہ انہوں نے ان سے جنگ نہیں لڑی، یہ تناسخ کی تمام اقسام کے قائل تھے، ان کا کہنا ہے امامت ایک نور ہے جو ایک شخص سے دوسرے شخص میں منتقل ہوتا ہے، ایک شخص ایک وقت میں نبی ہے تو دوسرا امام ہوتا ہے۔

۲۲۔اِباحیہ: ان کے پاس حلال وحرام نامی کوئی چیز نہیں یعنی سب چیزیں حلال ہیں یہ عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر متوفی ۱۳۰ھ کی ایک جماعت ہے، اس نے عبداللہ عمارہ بن حمزہ سے تعلیم حاصل کی عمار تمام حرام کو حلال سمجھتا تھا یہ کہتا تھا جس نے امام کی معرفت حاصل کرلی اسکے بعد وہ جو چاہے کرلے، علیؑ کی بیعت کرو جس کے بعد تمہارے لئے تمام محرمات حلال ہیں اس فرقے کو جُناحیۃ اور دھاشِمیۃ بھی کہتے ہیں۔

انہوں نے ابتداء میں ائمہ کی شان میں غلو کیا جبکہ دوسرے مرحلے میں غلو کو سیاست سے آمیزش کی پہلے ائمہ کو خدا گردانا ۔اور پھر علی کو اصل اور نبی کو ان کا تابع بنایا۔قرآن کریم کو ناقص گردانا ہے۔

۱۔کہتے ہیں اصل قرآن وہ ہے جو حضرت علیؑ نے ترتیب دیا اور وہ اس وقت ہمارے پاس نہیں ہے۔

۲۔مقام امامت کو نبوت سے بالا گردانتے ہیں۔

۳۔ائمہ طاہرینؑ کے بارے میں تثلیثِ مسیح کا عقیدہ رکھتے ہیں خدا نے ان میں حلول کیا ہے یا انہوں نے خدا میں حلول کیا ہے، خدا کھل جاتا ہے تو پنجتن بنتے ہیں اور پنجتن جب سمٹتے ہیں تو خدا بنتا ہے، اسی طرح کہتے ہیں خدا علی ہے یا علی خدا ہے۔اسی کو یہ اعتقاد کی زبان میں منصوص من اللہ کہتے ہیں۔

غالیوں نے شیعوں سے اس قدر قربانیاں ومراعات مفت میں لی ہیں اور ان کے عوض انہیں نقصان، خسارے اور ذلت

کے سوا کچھ نہیں دیا ہے۔

ان کے اس رنگ بدلنے کے رویے کو دیکھ کر اہل بیت ان سے محتاط ہوئے اور کسی بھی مصلحانہ اقدام کا ساتھ نہ دینے کا فیصلہ کیا۔اس کے بعد انہوں نے محمد حنفیہ کو اٹھانے کی کوشش کی پھر انہوں نے امت اسلام سے انتقام لینے کیلئے مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کو اٹھایا جس سے جبین تاریخ عدالت اسلام سیاہ ہے اور اس سے ایسی قبیح حرکات کروائیں۔مختار وہ شخص ہے جس نے دعویٰ نبوت کیا محمد بن حنفیہ کے نام کو استعمال کیا۔جب محمد بن حنفیہ نے ان کے پاس آنے کا اظہار کیا تو انہوں نے انہیں قتل کرنے کا عندیہ دیا۔اس نے خون قیام امام حسین لینے کا نعرہ بلند کیا غرض جب اہل بیت اطہار ان سے محتاط ہوئے تو یہ غلات دوسرے مرحلہ میں داخل ہوئے اور وہ مرحلہ جعل حدیث ہے۔

نُصَیْرِیَّہ: یہ فرقہ خطابی کا ایک گروہ ہے جو ابی شعیب محمد بن نصیر بصری نمیری متوفی ۲۷۰ھ سے منسوب ہے یہ امام حسن عسکریؑ کے اصحاب سے تھا اس نے امام حسن عسکریؑ، امام الھادیؑ اور امام مہدی کا دور پایا اس نے خود کو امام حسن عسکریؑ کا حاجب اور ان کے علم کا وارث بنایا جب امام زمان نے اسے نیابت نہیں دی اور خود پردہ غیب میں چلے گئے تو اس نے امام زمانہ کے معتقدین کے سامنے خود کو انکا وکیل ظاہر کیا تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اس نے غلو کا آغاز کیا اور کہا حقیقت میں رب علی ابن محمد عسکری ہیں اس نے تناسخ ارواح کو اپنا موضوع بنایا پہلے خود نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور پھر کہا میں نے علی الہادی کو بھیجا ہے تا کہ وہ میری ربوبیت کا اعلان کریں، اسکے بعد اس نے تمام محرمات کو حلال قرار دیا اور کہا یہ رب کی تواضع کی علامت ہے اللہ نے اب تمہارے لئے کوئی چیز حرام قرار نہیں دی۔یہ حضرت علیؑ کی الوہیت کا بھی قائل تھا اس کا کہنا تھا روحِ اللہ علیؑ کی شکل میں زمین پر ظاہر ہوئی ہے جس طرح جبرائیل انسانی شکل میں ظہور کرتے تھے نصیری کہتے ہیں۔علی خلقت آسمان و زمین سے پہلے موجود تھے نصیری حضرت علیؑ کے بعد حضرت فاطمہؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ پر سب و شتم کرتے ہیں ابن ملجم کو روئے زمین پر سب سے افضل مانتے ہیں انکا کہنا ہے اس نے روح علی کو جسد کی ظلمت سے جدا کیا آئمہؑ اللہ ہیں نبی ظاہری ہے جبکہ حقیقت علیؑ ہیں ان کی رہائش چاند پر ہے بعض نے کہا سورج پر ہے۔یہ فرقہ پانچویں صدی تک اردن میں رہا بیماری کی حالت میں جب اس سے پوچھا گیا تمہارے بعد تمہارے منصب پر کون ہوگا تو اس نے کہا احمد لیکن یہ معلوم نہ ہوسکا کہ احمد کون ہے اس کے بعد انکے تین فرقے بنے۔بعض نے کہا احمد اس کا بیٹا ہے، بعض نے موسیٰ بن فراط اور بعض نے احمد ابن حسین، یا بشر ابن یزید کو اس کا وصی قرار دیا۔

محمد بن ابی شعیب نے کہا میں امام حسن عسکری کا باب (دروازہ) ہوں اور ان کے علم کا وارث ہوں۔کیوں کہ امام حسن عسکری نے کوئی نائب مشخص نہیں کیا ہے۔اس نے دعویٰ نبوت کیا اور پورے اہل بیت کو اللہ کہا۔اور کہا نبی مختص ظاہر ہے اور علی حکم باطنی جاری کرتے ہیں۔نصیری اس وقت لاذقیہ (فلسطین) میں پائے جاتے ہیں اس طرح ترکیہ، بانیا، لبنان میں بھی ہیں۔

یہ ان سب کی تمجید کرتے ہیں، ان کا شعار (ع،م،س) یعنی (علی، محمد، سلمان فارسی) یہ تین مثلث و مرکب ہیں ان خداؤں کا۔ان کی تفسیر: عقلاء ثلاثہ کی ایک شکل: اللہ کی طرف اشارہ صرف ع سے ہے، سورج اس کا معنی ہے جس کی طرف ہم اشارہ کرتے ہیں اور یہ دروازہ اس تک پہنچنے کا ہے۔یہ شراب کا بہت احترام کرتے ہیں۔شراب کو نور کہتے ہیں اس لیے انگور کے درخت کا احترام کرتے ہیں۔اس کے کاٹنے والے کو بہت برا سمجھتے ہیں ان کی نماز دوسروں سے مختلف

ہے مسجد نہیں بناتے ہیں ۔ حج و زکوٰۃ اور روزہ کو نہیں مانتے ہیں ۔ان کے عقائد کے دو حصے ہیں ایک ظاہری اور دوسرا باطنی ۔باطن ائمہ کے پاس ہے ۔کہتے ہیں ابی بکر وعثمان وعمر یہ تینوں کافر ہیں ۔

نصیری کئی ناموں سے پہنچانے جاتے ہیں جن میں سے بعض کو یہ لوگ قبول کرتے ہیں اور بعض کو قبول نہیں کرتے ۔ان کا سب سے مشہور نام نصیریہ ہے لیکن وہ اپنے آپ کو نصیری کہنے پر راضی نہیں اور اس نام سے کراہت رکھنے کی چند وجوہات بھی بیان کی جاتی ہیں کہ یہ نام ان کی مذہبی عصبیت کی وجہ سے ان پر زیادتی ہے ۔بعض کا کہنا ہے ان کا یہ نام اس وقت رکھا گیا جب ان کے ملک پر ترک مسلط تھے یہ لوگ اس وقت اس پہاڑ پر رہتے تھے جس کا نام نصیری تھا لہٰذا یہ ہمیں تذلیل وتحقیر کرنے کیلئے نصیری کہتے ہیں ۔بعض نے کہا ہے یہ لوگ مستشرق ری سو سے تعلق رکھتے ہیں ان کے اور ان کے درمیان میں رابطہ تھا کیونکہ نصیری بہت سے عقائد وتقلید رسومات میں نصاریٰ سے مماثلت رکھتے ہیں ۔ابھی بھی یہ لوگ لبنان میں نصاریٰ کی سیرت پر چلتے ہیں ۔غرض محمد بن نصیر بصری ان کے بانی کا نام ہے لوگوں نے جب ان کیلئے اسی نام پر اصرار کیا تو انہوں نے اس نام کو خوشی سے پسند کیا اور اس کیلئے توجیہات پیش کیں ۔ان کے ناموں میں سے ایک نام علوی ہے جو انھیں بہت پسند ہے اس لیے کہ یہ لوگ علیؑ کی عبادت کرتے ہیں علی کو اللہ سمجھتے ہیں ۔ہمارے ہاں محافل میلاد میں جہاں شعراء کھلے عام کہتے ہیں نصریوں کی حوصلہ افزائی کیلئے ایک نعرہ لگائیں ایک بندسیں وغیرہ ۔

یہ گاؤ پرست حیوان پرست ہیں جب اسلام میں داخل ہوئے تو انہوں نے حضرت علیؑ کی الوہیت کا اعلان کیا ان کا کہنا ہے وہ ظاہری دنیا میں امام ہیں باطن میں وہ اللہ ہیں نہ وہ کسی سے پیدا ہوئے ہیں اور نہ ان سے کوئی پیدا ہوتا ہے نہ وہ مرتے ہیں نہ انہیں کوئی مارسکتا ہے نہ وہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں ۔

یہ عقائد مجوسی کے حامل ہیں یہاں صرف نام تبدیل ہوا ہے ۔نصیریوں کا کہنا ہے اللہ معبود ہے لیکن وہ جب چاہے کسی بھی جسم میں حلول کرسکتا ہے اسے تصرف کرنے کا حق ہے علیؑ ظاہر میں بشری اور ناسوتی حیثیت سے وہ کھاتے پیتے ہیں عبادت کرتے ہیں جبکہ باطن میں وہ لاہوت سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے کھانے اور پینے کی طرف زیادہ توجہ نہیں دیتے تھے ۔

اللہ علیؑ میں تجلی ہوا ہے علیؑ نے محمدؐ کو خلق کیا اور محمدؐ نے سلمان فارسی کو خلق کیا ہے اور سلمان نے پانچ یتیموں کو اپنے ہاتھوں سے خلق کیا ہے ان کے ہاتھ میں آسمان و زمین کی چابیاں ہیں ۔ان پانچ کے نام یہ ہیں:

۱۔مقداد: وہ خالق ومربی ناس ہے رعد و برق و زلزلہ پر موکل ہیں ۔

۲۔ابوذر: یہ ستاروں کی گردش پر موکل ہیں ۔

۳۔عبداللہ بن رواحہ: یہ ہواؤں پر موکل ہیں ۔

۴۔عثمان بن مضعون: معدہ اور حرارت جسد اور امراض پر موکل ہیں ۔

۵۔قنبر بن کادان: یہ نفق ارواح پر موکل ہیں ۔

یہ سال بھر میں چند یں عید یں مناتے ہیں:

۱۔عید غدیر [۱۸ ذی الحجہ] ۲۔عید الفطر

۳۔عید قربان ۴۔عید فراش [شب ہجرت کی عید]

۵۔عید نوروز

ممکن ہے کوئی کہے کہ ان اعیاد کو منانے میں کیا قباحت ہے۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ان لوگوں کو گمراہ نہیں سمجھتے بلکہ انھیں اپنا ہم مسلک تصور کرتے ہیں۔یہ وہی منطق ہے جو سلیم بن قیس ہلالی سے دفاع کرنے والے بیان کرتے ہیں کہ انکی فضیلت اس سے زیادہ کیا ہوسکتی ہے کہ انھوں نے ان احادیث کو ناگوار و نامساعد حالات میں ہمارے لئے محفوظ کیا ہے اور انھیں ضائع ہونے سے بچایا ہے۔اس بات کو علمی اصطلاح میں مصادرہ بمطلوب کہتے ہیں کہ انہوں نے ان احادیث کو رسول اللہ، اصحابؓ اور آئمہؒ سے محفوظ کیا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے یہ سب کچھ از خود گھڑھ کر اسے تحریر و ضبط کیا ہے۔

ہم نے اپنی کتاب ادب و نقد ادب میں باطنیوں کے کردار میں بیان کیا ہے کہ یہ اعیاد بنی عباس نے فارس کے ان مجوسی جیالوں کو خوش کرنے کیلئے شروع کی ہیں۔انہوں نے انھیں عید نوروز دی تو مسلمانوں کو اس لفافے میں لپیٹ کر یہ اعیاد دی ہیں جنھوں نے انھیں کرسی خلافت پر بٹھایا ہے۔ان اعیاد میں اللہ، محمدؐ کا نام ہے اور نہ قرآن و سنت کا اور نہ ان میں اہل بیت نامی کوئی چیز ہے۔ان اعیاد میں محرمات قرآن و سنت کا ارتکاب ہے جسے ان اعیاد میں کھلے عام انجام دیا جاتا ہے۔ ان اعیاد کے تمام مظاہر الف سے ی تک محرمات و منہیات شرعیہ سے قائم ہیں۔بچوں، عورتوں اور سیکولروں نے انھیں زندہ رکھا ہوا ہے۔آج اگر اسلام کی راہ میں پہاڑ مانند کوئی رکاوٹ حائل ہے تو وہ یہی رسومات ہیں۔ان عیاد میں عیش و نوش، ملبوسات تکبرانہ تبختر انہ مانند فراعنہ اور مثل قارون باہر نکلتے ہیں۔قرآن و سنت سے بے بہرہ علماء ان رسومات کو شعائر اسلامی قرار دیتے ہیں۔اگر کوئی مدعی استنباط احکام شرعیہ از قرآن و سنت موجود ہوتا تو وہ ان رسومات کو نبی کریمؐ، اصحابؓ مخلص اور آئمہ طاہرینؒ کے دور انیہ سے نکال کر ثابت کرتا۔

ا۔نصیری کبھی چاند کی پرستش کرتے ہیں یا ان کے خیال میں چاند ہی علیؓ ہے۔

۲۔سورج کی پرستش کرتے ہیں کہتے ہیں سورج ہی علیؓ ہے ان کا کہنا ہے کوئی مومن جہاں بھی مرے اس کی روح علیؓ کی طرف چلی جاتی ہے علیؓ اسے دیکھتے ہیں اگر امتحان شدہ مومن ہے تو اسے ملائکہ آسمان کی طرف لے جاتے ہیں اور اسے اس چشمہ علی میں لے جاتے ہیں جو دروازہ جنت ہے اس چشمے کا نام عین الحیات ہے۔نصیری اپنے اماموں کے بارے میں کہتے ہیں ہمارے آئمہ اللہ کے اولیاء ہیں اللہ اپنے علم سے کوئی چیز زمین و آسمان میں ان سے مخفی نہیں رکھتا۔ہمارے آئمہ کہتے ہیں ہم اللہ کے ہاتھ ہیں ہم اس کے پہلو ہیں ہم اللہ کے چہرے ہیں ہم اس کی آنکھ ہیں مومن جہاں دیکھیں گے ہمیں دیکھیں گے جو ہم چاہتے ہیں وہی اللہ بھی چاہتا ہے۔اللہ نے ہمیں اپنی قدرت الوہیت سے خلق کیا ہے۔کبھی وہ علیؓ کو اللہ کہتے ہیں کبھی نبی کہتے ہیں کبھی علیؓ کی فضیلت دکھانے کے لئے قرآن میں تحریف کرتے ہیں۔

نصیری نے اپنے عقیدے کے مرکز و محور کو علی ابن علی طالب کی الوہیت قرار دیا یعنی علیؓ اللہ ہے اور ان کا قیام سکونت بادل میں ہے۔گرج ان کی آواز ہے برق ان کے ہنسنے کی مثال ہے یہ ابن ملجم قاتل علیؓ پر لعنت نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں انہوں نے لاہوت کو ناسوت سے نجات دلائی ہے یا جسم مادی سے نجات دلائی ہے یہ شراب کا بہت احترام کرتے ہیں کہتے ہیں شراب نور الٰہی ہے مسیحیوں کی عید کو مناتے ہیں ان کا عقیدہ ہے سلمان علیؓ کے پیغمبر ہیں یہ علیؓ سے ایسے قسم کھاتے ہیں "وحق علی اعلیٰ نور و حق نور و ماتشاء"۔ان کے عقیدے مجوسیوں کے عقیدے سے مخلوط ہیں ان کے عقیدے میں عقیدہ مسیحیت

ہےان کی کتاب کا نام مقدس ہے جسے یہ لوگوں سے چھپا کر رکھتے ہیں اسی طرح یہ اپنے عقیدے کو چھپا کر رکھتے ہیں شہرستانی نے ان سے نقل کیا ہے کہ علیؑ خلقت آسمان وزمین سے پہلے تھے اللہ علیؑ کی صورت میں آیا ہے اور علیؑ نے اللہ کو اپنے ہاتھوں سے خلق کیا ہے۔

ان کی ایک کتاب کا نام ہفت شریف ہے جو ان کے محقق علماؤں کی لکھی ہوئی ہے کہتے ہیں ہم خرافات سے آزاد ہونا چاہتے ہیں ہم اہل انصاف ہیں ان کا کہنا ہے جب امام حسینؑ عراق کیلئے نکلے تو اس وقت اللہ حجاب میں تھا جہاں امام حسینؑ قیام کرتے وہاں جبرائیل آ کر ان سے بات کرتے تھے جس دن عمر سعد وغیرہ جمع ہوئے اور ان کے گرد جنگ کھڑی ہوئی تو امام حسین نے جبرائیل سے پوچھا اے میرے بھائی اللہ کو تلاش کرو اور ان سے پوچھو میں کون ہوں تو جبرائیل نے کہا آپ میں اللہ حی القیوم ہے ممیت اور محیی ہے آپ ہی نے آسمان وزمین کو جنم دیا ہے آپ زمین کو حکم دیں تو آپ کی فرمانبردار ہوگی پہاڑ کو حکم دیں گے تو آپ کو جواب دیں گے سمندر کو حکم دیں گے تو آپ کی اطاعت کیلئے آگے بڑھے گا۔فرقہ نصیریہ علویہ کا تیسری ہجری میں فرقہ اثناعشری سے انشقاق ہوا ہے۔نصیری دشمنان اسلام میں سے تھے جو مسلمانو ں کے خلاف سازش کیلئے وقت اور حالات کے انتظار میں رہتے تھے کہ کب ان پر ضربت لگانے کا موقع ملے اور کب انھیں کامیابی ملے گی۔نصیری مسلمانوں پر ضربت لگانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے بلکہ وہ اسے ایک ثواب کا کام سمجھتے تھے وہ مسلمانوں کے ساتھ سخت عداوت ودشمنی رکھتے تھے۔نصیریوں کی اسلام دشمنی کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ انہوں نے شام ولبنان میں بے قصور مردوں،عورتوں بچوں کو قتل کرنے میں مسیحی مارونیوں کا ساتھ دیا۔نصیری وہ ہیں جو ہمیشہ سے کفروشرک ومسیحی اور نا تاریوں کا ساتھ دینے والے ہیں جو بھی فتنہ مسلمانوں کے خلاف کھیلا گیا اس میں نصیری دشمنان اسلام کے ساتھ تھے کتنی جانیں ان کے ہاتھوں سے تلف ہوئیں اور کتنی ہی ہتک حرمت ہوئی ہے ان کے یہود ونصاریٰ کے ساتھ اچھے تعلقات کی وجہ یہ ہے کہ ان کے بہت سے اعتقادات ان سے ملتے ہیں۔نصیری ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ کے ساتھ سخت عداوت رکھتے ہیں۔

فرقہ نصیری کا تمام تر جھکاؤ مسیحوں کی طرف رہتا ہے۔اپنی فکر اور ثقافت اور تہواروں میں وہ مسیحوں سے بہت شباہت رکھتا ہے بطور مثال زیادہ تر انگریزی بولنے کی کوشش کرنا،اپنی روزمرہ گفتگو میں انگریزی کلمات کو ترتیب دینا،تاریخ انگریزی کو اپنی تاریخ قرار دینا،یکم جنوری کو اپنا سال نو قرار دینا اور اس دن ایک دوسرے کیلئے نیک تمناؤں کا تبادلہ کرنا اور اعداد میں انگریزی استعمال کرنا وغیرہ دلیل ہے کہ یہاں چاہے شیعہ ہو یا سنی سب کا رُخ مسیحت کی طرف ہے یہاں سے یہ کہہ سکتے ہیں یہاں سب سے زیادہ جس فرقہ کو فروغ دیا گیا ہے وہ نصیریت ہے۔

عقائد نصیری قدیم اور جدید ومثلیت سے مرکب عقائد ہیں اس کی واضح اور روشن مثال یہ ہے کہ عورت ان کی نظر میں موجود خسیس اور پست موجود ہے نصیری کی نظر میں عورت وہ ہے جو ان کی تعلیم کے دائرے سے خارج ہو چکی ہے تعالم نصیری میں آیا ہے عورتوں کو کسی بھی اسرار سے واقف کرنا اور تعلیم دینا غلط ہے کیونکہ وہ ضعیف العقل لاارادہ ہیں اور وہ ہے زیادہ حیلہ گر،مکار اور فریب والی ہوتی ہیں تمام برائیوں کی برگشت عورت کی طرف ہے۔ان کے نزدیک عورت کوئی دین ومذہب نہیں رکھتی ہے۔کہتے ہیں ہابیل کے قتل کا سبب عورت تھی وہ نوحؑ ولوطؑ کی عورتوں کی خیانت کو بطور مثال پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں سورہ یوسف ۲۸ میں عورتوں کے کید ومکر کو عظیم کہا گیا ہے۔عقائد واسرار پوشی میں نصیری انتہائی

شدت رکھتے ہیں کیونکہ ان کا مذہب فاسد مذہب تعقیدات اور پیچیدگیوں سے پُر ہے۔

نصیری کہتے ہیں جب امام حسینؓ عمر سعد کے لشکر عموی سے خطاب کر رہے تھے تو جبرائیل نے عمر سعد سے خطاب کر کے کہا افسوس ہے کہ تم رب العالمین کو قتل کرتے ہو، اولین و آخرین کو قتل کرتے ہو، خالق ارض وسما کو قتل کرتے ہو۔ جب یہ آواز عمر سعد نے سنی تو اسے خوف لاحق ہوا یہاں ان کی کتاب ہفت کے مصنف عمر سعد کو گالی دیتے ہوئے کہتا ہے وہ امام حسینؓ کے زمانے میں ایک گوسفند کی شکل میں مسخ ہوا تو اللہ نے اس مسخ شدہ کو امام حسین کے فدیہ میں قرار دیا اور حقیقت میں قتل ہونے والا عمر سعد تھا۔

پھر لکھتے ہیں امام صادق سے مفضل نے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا اے مفضل جو گوسفند امام حسین کے فدیہ میں قتل ہوا ہے وہ دلامہ قریش ہے وہ درحقیقت اس وقت گوسفند کی شکل میں آیا تھا امام نے مفضل سے فرمایا کیا تم نہیں دیکھتے یہ کعبہ پر لٹکے دوسینگ کس کے ہیں کہا یہ اس گوسفند کے ہیں جو امام حسین کے فدیہ میں ذبح ہوا ہے پھر امام صادق ہنسنے لگے تو مفضل نے پوچھا کس چیز نے آپ کو ہنسایا تو امام نے فرمایا اے مفضل جب لوگ حج کے موقع پر مکہ میں جمع ہوتے ہیں تو چاہتے ہیں ان دوسینگوں کو دیکھیں کہ یہ جنت سے آئے ہیں ہم اس کو دیکھ کر تعجب کرتے ہیں یہ دلامہ کے دوسینگ ہیں لوگ اس کو دیکھ کر ایک لحاظ سے تعجب کرتے ہیں لیکن ہم کسی اور لحاظ سے دیکھتے ہیں۔

اسماعیلیہ:

اسماعیلیہ اس گروہ کا نام ہے جن کا عقیدہ ہے کہ امامت امام جعفر صادقؑ کی حیات میں ان کے بڑے بیٹے اسماعیل میں منتقل ہوگئی تھی۔ ان کی ماں فاطمہ بنت حسین اسرم بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہے اسماعیل اعرج بھی کہتے ہیں۔ آپ کی دس اولاد تھیں ان میں سے ایک اسماعیل تھے امام صادق ان سے محبت کرتے تھے اور ان پر شفقت کرتے تھے۔ یہ امام صادق کے بڑے بیٹے تھے۔ تاریخ فرق اسماعیلی میں آیا ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے اپنے بڑے بیٹے اسماعیل کو اپنی ولی عہدی کیلئے منتخب کیا تھا جب ان کو پتہ چلا کہ وہ فسق وفجور کا ارتکاب کرتے ہیں تو انہیں ولی عہدی سے ہٹایا۔ انہوں نے امام صادق کی حیات میں مدینہ سے قریب ایک دیہات میں وفات پائی اور وہاں سے اٹھا کر قبرستان بقیع میں دفن کیا گیا۔ شیخ مفید نے ارشاد میں لکھا ہے۔ شیعوں کا ایک گروہ یہ سمجھتا تھا کہ یہی امام صادق کا قائم مقام اور جانشین ہے کیونکہ یہ عمر میں بڑے تھے اور امام صادق کا بھی ان کی طرف جھکاؤ ہے۔ جب ان کا جنازہ بقیع پہنچا تو امام نے جنازہ کو زمین پر رکھنے کا حکم دیا اور چہرے سے کفن کھولا تا کہ لوگوں کو یقین ہو جائے کہ آپ نے وفات پائی ہے لیکن غالیوں نے آپ کی حیات پر اصرار کیا ہے یہ لوگ اطراف واکناف سے آئے تھے۔

عبداللہ بن میمون قداح نے سلمیہ میں جو شام کے قریب ہے تیسری ہجری کے نصف میں ایک مرکز دعوت اسماعیلی قائم کیا۔ یہاں اس نے امامت کو جعفر صادق کے بعد ان کے بیٹے اسماعیل کی نسل میں قرار دیا جو کہ فرقہ امامیہ اثناعشری کے عقائد کے خلاف تھا۔ امامت اسماعیل کے بعد ائمہ مستور میں منتقل ہوئی یہاں تک مہدی باللہ سلیمہ سے فرار ہو کر تونس چلا گیا وہاں اس نے ایک حکومت فاطمیہ قائم کی جو چوتھی صدی تک چلی یہاں وہ اپنی دعوت میں تیزی لائے اور یہ شام میں سرگرم ہوئے اور لوگوں کو ایسے عقیدے پر دعوت دی جس میں امامت کو حضرت علی اور ان کی اولاد جو فاطمہ زہرا سے تھی تک محدود کیا انہوں نے یہ عقیدہ بھی قائم کیا کہ یہ ذوات معصوم ہیں قرآن کی تاویل کرنے کا حق رکھتے ہیں اور قرآن کے

اسرار کو جانتے ہیں اسی وجہ سے ان کو باطنی کہتے ہیں اس کا عقیدہ تھا ہر دور میں سات آئمہ حکومت کرتے ہیں اور ساتواں امام ناطق ہوتا ہے جو امام کُل کا نمائندہ ہے اور اس پر قدرت اللہ منتقل ہوتی ہے نفوس کلیہ اس سے صادر ہوتے ہیں اسے ذات علیہ اور کل صفات اللہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ اہل شام اسماعیلی عقیدے کے ساتھ عقیدہ اثناعشری کو بھی تسلیم کرتے آئے ہیں اثناعشری نے امامت کو ابی القاسم محمد پر اختتام کیا حالانکہ وہ آٹھ سال کے تھے یعنی ۲۶۰ھ میں ان کے والد نے وفات پائی لیکن ان کے نزدیک وہ ابھی تک زندہ ہیں اور ایک دن واپس آئیں گے اور لوگوں کو رشد و ہدایت کی طرف دعوت دیں گے سنت نبیؐ واپس آئے گے اور جو حق ان سے چھینا گیا ہے اس کو واپس لیں گے دنیا کو حق و عدل سے پُر کریں گے۔ ان کی غیبت کے دور میں انہیں قائم زمان، امام وقت اور اسی طرح مہدی منتظر کہتے ہیں۔ امامیہ اثناعشری کے نزدیک ان کے آئمہ نصوص قرآن کے باطنی معنی جانتے ہیں اگر شام مرکز اسماعیلی رہا تو عراق ایران مرکز اثناعشری رہے ہیں۔

فرق شناسوں کا کہنا ہے کہ اسماعیلی ابتدائی دنوں میں ہی دو فرقوں میں بٹ گئے ہیں: یہ فرقہ مختلف و متعدد ناموں سے پہچانا جاتا ہے انہیں بعض جگہ باطنیہ، بعض جگہ تعلیمہ، بعض جگہ سبائیہ، بعض جگہ ششیہ اور بعض جگہ ملاحدہ قرامطہ سے پکارا جاتا ہے۔ پہلے مرحلے میں اسماعیلیہ کو دو گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

۱۔ اسماعیلیہ خاص کا کہنا ہے اسماعیل امام جعفر صادق کی حیات میں امام تھے وہ غائب ہوئے اور وہی ساتویں امام ہیں اسی لیے ان کو سبعیہ کہتے ہیں۔

۲۔ اسماعیلیہ عام: ان کا کہنا ہے اسماعیل نے امام جعفر صادق کی حیات میں وفات پائی۔ ان کی وفات کے بعد انہوں نے ان کے بیٹے محمد کو اپنا جانشین بنایا تھا اسماعیلیوں کی نظر میں محمد ابن اسماعیل سے دور تستر امامت شروع ہوا ہے۔ اسماعیلیہ اثنا عشری سے اس بات پر امتیاز رکھتے ہیں کہ وہ اسماعیل بن جعفر صادقؑ کی امامت کے معتقد ہیں اور اسماعیل کے بعد ان کے بیٹے محمد کی امامت کے قائل ہیں۔ ان کا کہنا ہے زمین کسی بھی وقت امام حی یا ظاہر یا باطن سے خالی نہیں رہ سکتی۔ اگر ظاہر ہے تو اس کی حجت مخفی ہونی چاہیے اگر وہ مستور ہے تو ضروری ہے اس کے دلائل اور دعوتیں ظاہر ہونی چاہیں۔ ان کا کہنا ہے جو شخص مرتے وقت اپنے امام وقت کی معرفت نہیں رکھتا اور اس کی گردن پر امام وقت کی بیعت نہیں وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔

محمد اسماعیل جسے یہ لوگ محمد مکتوم کہتے ہیں لاپتہ و لاولد مرے ہیں وہ کہاں مرے ہیں کب مرے ہیں ان کی شادی ہوئی یا نہیں اس کی کوئی بھی سند نہیں ہے سوائے ان کے دعویٰ کے گرچہ بعض کا اصرر ہے جیسا کہ قائد عوام وایوان علامہ جعفری صاحب اور علاقہ گھر منگ کے سربراہ سیاسی آغائے محمد علی شاہ اور دیگر سادات کا اصرار ہے اسماعیلی صحیح النسب سادات ہیں جبکہ ان سے پیسہ بٹورنے والوں کی سیادت میں انھیں شک ہے۔ جب کہ علامہ جعفری صاحب کا کہنا ہے رہبر معظم کی طرف سے آغا خانیوں کی طہارت کا حکم آنے کے بعد ان کے مخالفین کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ اسماعیلیوں کے نزدیک محمد بن اسماعیل سے سلسلہ روپوشی امام شروع ہوا ہے صاحب فرہنگ نوبختی سے نقل کرتے ہیں فرقہ مبارکیہ جو پیرو کار مبارک غلام اسماعیل بن جعفر تھے، اس نے کہا ہے امامت اسماعیل کے بعد ان کے بیٹے محمد بن اسماعیل میں منتقل ہوئی ہے چونکہ اسماعیل نے اپنے والد کی حیات میں وفات پائی تو امامت ان کے بھائی موسیٰ بن جعفر میں منتقل نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا امامت محمد میں منتقل ہوئی۔ مورخین اسماعیلی لکھتے ہیں محمد بن اسماعیل شام گئے اور شام کے شہر سلمیہ کے نزدیک حمص میں قیام پذیر

ہوئے جہاں خودکو تاجر کےطور پر پیش کیا اور اپنی طرف سے لوگوں کو دعوت دینے کیلئے آدمی بھیجتے تھے اور لوگوں کو بشارت دیتے کہ مہدی آخر الزمان اسماعیل کی نسل سے آنے والا ہے۔ محمد بن اسماعیل امام موسیٰ کاظم سے سات سال عمر میں بڑے تھے۔ اسماعیل بن محمد کی وفات کے بعد اسماعیلیوں میں اختلاف ہوا تو اس نے ایک چھوٹا بچہ لوگوں کو دکھایا اور کہا اس کا نام حسن کنیت ابو القاسم ہے۔ علماء شیعہ کہتے ہیں میمون اور ان کے بیٹے عبد اللہ امام جعفر صادق کے اصحاب میں شمار ہوتے تھے میمون ابو الخطاب سے دوستی رکھتے تھے ان سے تعلق رکھتے تھے اسی وجہ سے ابو الخطاب کے توسط سے وہ اسماعیل بن جعفر اور محمد بن اسماعیل کے حامی بنے۔ جب ابو الخطاب نے وفات پائی تو میمون محمد بن اسماعیل کے مربی و سرپرست ہو گئے اور انہوں نے محمد کو اپنا مذہب سکھایا۔ ان کے بعد ان کا بیٹا عبد اللہ ان کا جانشین ہوا۔ وہ محمد بن اسماعیل کے مربی بنے۔

میمون قداح اور اس کا بیٹا عبد اللہ میمون کی اصل خوزستان ہے ان کا شغل جراحی تھا یعنی آنکھوں کے طبیب تھے یہ آنکھوں سے موتیا نکالنے کی مہارت کا دعویٰ کرتے تھے اس وجہ سے انہیں قداح کہتے تھے۔ ان کی اصل زردشتی اور یہ اسماعیلی کے داعیوں میں سے تھے محمد ابن اسماعیل کی وفات کے بعد اسماعیلیوں میں اختلاف ہوا۔ انہوں نے ایک چھوٹے بچے کو اٹھایا اور اس کا نام ابو القاسم حسن رکھا۔ اور کہا یہ عبد اللہ بن محمد اسماعیل کا پوتا ہے۔ میمون قداح ابی الخطاب کے ساتھ دوستی اور معاشرت رکھتے تھے اور مذہب میں غلو کرتے تھے اور اسماعیل کے حامی تھے۔ جب ابو الخطاب مر گئے تو محمد ابن اسماعیل کی پرورش تربیت عبد اللہ بن میمون کے ہاتھوں ہونے لگی ان کے مرنے کے بعد ان کے بیٹے عبد اللہ کو ان کا جانشین بنا دیا۔

اسماعیلیہ ان افراد کے افکار و نظریات کا ثمر ہے جنہوں نے اس فرقے کو وجود میں لانے کیلئے بھرپور کردار ادا کیا یہ ظاہری طور پر شیعہ فکر پر قائم تھے لیکن اصل میں اسلام و مسلمین کے خاتمے کیلئے سرگرم ہوئے۔ جس میں خلفائے راشدینؓ ازواج نبی کریمؐ اور ہر وہ شخص جو ان کی نہج پر چلا، انہوں نے ان سے عداوت اور نفرت برتی۔ یہ پہلے مرحلے میں خلافت اسلامیہ جو اس وقت قائم تھی اس کو متزلزل کرنے اور اس کو صفحۂ ہستی سے مٹانے اور شریعت اسلام کو منہدم کرنے اور مسلمانوں کو پاش پاش کرنے کیلئے سرگرم ہوئے۔ ان کی بنیا درکھنے والوں میں سے ہر ایک نے اپنی قدرت و طاقت کو کتابت و خطابت اور فکر و نظریہ میں صرف کیا۔ ضروری ہے ہم اس کی بنیا درکھنے والے کو سامنے لائیں۔

فرید وجدی لکھتے ہیں اس کے اپنے اغراض و مقاصد تھے۔ حقیقت میں یہ مجوسی تھا۔ وہ کسی چیز کا بھی معتقد نہیں تھا اس نے اسماعیلیوں کے درمیان ایک خفیہ تنظیم وجود میں لائی اور اس کیلئے ہر قسم کا مکر و فریب استعمال کیا۔ اس نے اس تنظیم کو نو مراتب پر ترتیب دیا جو ایک درجہ سے اوپر نہیں جاتا اور اس کے لئے اس کے اگلے مرحلے میں جانے کے دلائل نہیں ہوتے جب تک اس کیلئے اہلیت و صلاحیت پیدا نہ کرے۔ ان کے مراتب و مراحل درج ذیل ہیں:

ا۔ عامہ جس میں عموم کو رئیس کی طرف سے دعوت دیتے ہیں لوگوں کو اپنی طرف سے جھوٹا وعدہ دیتے اور انھیں دین شناسی کے جذبات دکھاتے اور پوچھنے پر ان کا اظہار کرتے ہیں۔ لوگوں سے اس قسم کے سوالات کرتے ہیں جیسے حج میں شیطان کو پتھر مارنے کی کیا حکمت ہے، صفا و مروہ کے درمیان سعی کی کیا حکمت ہے، اللہ نے آسمان کو چھ دن میں کیوں خلق کیا؟ ایک دن میں بھی تو خلق کر سکتا تھا جب لوگ ایسے سوالات سنتے ہیں تو ان کے جوابات کے متلاشی ہوتے ہیں تو وہ ان کے جواب دینے میں جلدی نہیں کرتے جب تک وہ ان پر بھروسہ نہ کرنے لگیں۔ پھر ان سے عہد و پیان لیتے اور انہیں

چھوڑ دیتے۔

۲۔پھر اس درجہ سے اوپر استعداد رکھنے والے کو اوپر لاتے ہیں۔پھر تقلید کی مذمت کرتے ہوئے کہتے ہیں درحقیقت تقلید صرف امام کی ہوتی ہے۔

۳۔پھر آئمہ کے عقائد کے بارے میں سمجھاتے ہیں کہ امام سات ہوتے ہیں امام ہفتم ہی حاکم ہے جو تمام اسرار دین اور رموز سے آشنا ہے۔

۴۔جس طرح آئمہ سات ہیں انبیاء و رسل جو شریعت لائے ہیں، وہ بھی سات ہیں۔ان میں سے ہر ایک کے معاون بھی سات ہیں۔یہ انبیاء کی معاونت کرنے والے کو صامت کہتے ہیں اور دین کی بنیاد رکھنے والے کو امام ناطق کہتے ہیں ناطق یہ ہیں آدم، شیز ان کے ساتھ ۶ انبیاء ہیں نوح و سام سامط اسماعیل سامط، موسیٰ، ہارون، عیسیٰ محمد اور علی۔

۵۔ان کا کہنا ہے شریعت محمد جلد ہی منسوخ ہونے والی ہے اگر کوئی ایرانی ملے تو اسے کہتے ہیں عربوں نے تم کو ذلیل کیا ہے تم عربوں کے اقتدار و سلطنت سے خلاصی حاصل کرو، اگر عربی ہو تو اس سے ایرانیوں پر حملہ کراتے ہیں ان کی مذمت کرتے اور ان کی برائیوں کا ذکر کرتے ہیں۔

۶۔یہ اپنے مریدین پر ثابت کرتے ہوئے یہ منواتے ہیں کہ عبادات واجب نہیں صوم و صلوٰۃ واجب نہیں یہ سب امور تقلیدی ہیں۔جو عوام الناس کو خاضع کرنے کیلئے گھڑے گئے ہیں فلاسفہ یونان زیادہ عقلمند ہیں انبیاء سے بہتر ہیں۔

عموی کہتے ہیں امام صادق نے اپنی حیات میں اسماعیل کو اپنا جانشین منتخب کیا تھا لیکن بعد میں وہ غلط افراد جیسے مغیرہ، خطاب کے ہاتھوں خراب و فاسق ہوگیا تو امام صادق نے اسے جانشینی سے معزول کیا اسی دوران اسماعیل نے ۱۴۳ کو وفات پائی۔اسماعیل کو امام بنانے میں محمد ابن ابی زینب ابی الخطاب کا کردار ہے یہ شخص موالی بنی اسد تھا اور خود کو امام محمد باقر اور امام صادق کا خیر خواہ متعارف کرواتا تھا۔اس نے ان کو پہلے جانشین بنانے پر آمادہ کیا بعد میں غلو کرنا شروع کیا نوبختی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے ابوالخطاب امام باقر اور امام جعفر صادق کو درجہ الوہیت پر لے گیا۔

اس کے مریدوں نے اسماعیل کے بیٹے محمد کو اپنی تحویل میں لیا اور اسماعیل کی حیات میں بھی اسے چھپایا۔داعی فاطمی ابو حاتم جو فرقہ اسماعیلی کے بنیاد گزاروں میں سے ہیں اپنی کتاب ازینہ جو چوتھی صدی میں لکھی گئی ہے لکھتے ہیں اسماعیلیوں کی دو کتب ہیں جن میں ابوالخطاب کے عقائد کا ذکر ہے ایک کتاب کا نام ام الکتاب ہے یہ ان کی مقدس اور کتاب سری ہے اس کتاب میں ابوالخطاب نے سلمان فارسی کی عظمت و بزرگی کو بیان کیا ہے لکھتے ہیں مذہب اسماعیلی کی بنیاد ابو الخطاب نے رکھی ہے۔لکھتے ہیں انہوں نے اپنے وجود کو جعفر صادق کے بیٹے اسماعیل پر فدا کیا تاکہ ہمیشہ زندہ رہیں۔

فرقہ نصیری کی کتب میں آیا ہے کہ ابوالخطاب موسسہ فرق اسماعیل ہے اور میمون قداح اس کا پیروکار اور عقب رو ہے اسماعیل کے مرنے کے بعد امامت کا سلسلہ ختم ہوا ان کے نزدیک یہ ہی امام منتظر ہے۔دوسرا گروہ کہتا ہے نہیں اسماعیل کے بعد ان کے بیٹے محمد ان کے جانشین بنے اسماعیل کے بارے میں کوئی بھی معلومات نہیں لہٰذا اسماعیلیوں کی امامت کا دور تستر اور مستوریت محمد ابن اسماعیل سے شروع ہوا لہٰذا ان کو محمد مکتوم کہتے ہیں۔مؤرخین اسماعیلی کا کہنا ہے محمد شام میں گئے اور شہر سلمیہ میں حمص کے نزدیک سکونت اختیار کی اور عباسیوں کے ڈر سے وہاں کاروبار کرتے تھے اور اپنی طرف سے لوگوں کو ادھر ادھر بھیجتے اور آخر میں ظہور مہدی کی بشارت دی۔

دعوت اسماعیلی ۲۶۸ھ میں یمن میں شروع ہوئی یہاں دعوت حسین ابن حوشب کے ذریعے عمل میں لائی گئی جو ایرانی تھا اہل یمن نے اس کی دعوت کو قبول کیا اور امام اسماعیل کے منتظر ہونے کا اظہار کیا اور وہاں کے اطراف کو انہوں نے فتح کیا ۔اس وقت اسماعیلیوں کا امام عبید اللہ مہدی تھا وہ قرامطہ کے ڈر سے سلمیہ سے فلسطین کی طرف فرار کر گیا تھا اور ۲۵۱ کو مصر چلا گیا۔

اسماعیلیوں کے نزدیک امامت اصول دین میں شمار ہوتی ہے جس کی دلیل میں فلسفی ریاضی و کلامی اسماعیلی نصیر الدین طوسی نے اپنی کتاب تجرید الاعتقاد میں لکھا ہے ۔امامت اللہ کی طرف سے بندوں کیلئے لطف ہے ۔لطف کی تعریف میں لکھتے ہیں ہر وہ چیز جو بندے کو اللہ سے قریب کرے وہ لطف ہے امامت بندے کا اللہ سے قریب ہونے کا وسیلہ و ذریعہ ہے یہ بھی ایک لطف ہے اس لطف کا تعین اللہ پر واجب ہے ۔ایک امام یا ایک انسان یا ایک معاشرہ جو بندگان کو اللہ تک پہچانا چاہتا ہے اس کے راستے میں حائل رکاوٹوں کو دور کرے اور اس سلسلے میں مساعد و معاون امور کو فراہم کرے یقیناً اگر مملکت میں سربراہ مملکت اللہ پر ایمان رکھنے والا صوم وصلاۃ کا پابند ہو آئین اسلام کی بالا دستی کا خواہاں ہو تو یقیناً یہ اللہ کی طرف سے اس ملک والوں کیلئے نعمت احسان ہے اس میں جائے شک و تردید نہیں ۔لیکن اسماعیلیوں کے نزدیک امامت اصول دین میں سے ہے اس میں بشر کا کوئی دخل نہیں امام کا تعین اللہ کی طرف سے ہوتا ہے یعنی امام منصوص من اللہ ہے جس طرح نبوت و رسالت اللہ کی طرف سے ہے امام بھی اللہ کی طرف سے ہے ان کا کہنا ہے مقام امامت بالاتر از نبوت و رسالت ہے کیونکہ نبوت کا معنی دریافت وحی ہے اگر کوئی ان سے طلب کرے تو ان تک پہنچاتے ہیں رسالت تبلیغ او نشر وحی ہے جب کہ امام نفاذ اجراء قیام حکومت کا نام ہے اسی لیے وہ کہتے ہیں امامت سے ہی دین مکمل ہوا ہے کہتے ہیں جس طرح نبی کو وحی ہوتی ہے اس طرح امام کو بھی وحی ہوتی ہے وہ اس سلسلے میں ﴿" **انک تسمع ما اسمع وتری ما اری الا انک لست بنبی ولکنک لوازیر وانک لعلی خیر** "تم وہ سب دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں اور وہ سب سن رہے ہو جو میں سن رہا ہوں صرف فرق یہ ہے کہ تم نبی نہیں ہو ۔لیکن تم میرے وزیر بھی ہو اور منزل خیر پر بھی ہو۔﴾ (نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۲) سے استدلال کرتے ہیں کہ جس طرح نبی وحی سنتے تھے ۔علی بھی وحی سنتے تھے کہتے ہیں ان کے نزدیک امامت اساس بنیاد اسلام ہے اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کا امام وقت کے اوپر ایمان نہ ہو تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی جیسا کہ اصول کافی ج اص ۳۷۶ میں آیا ہے ۔[نقش امامت ۷۸] کہتے ہیں اگر کوئی شخص رات بھر عبادت کرتا رہے نماز پڑھتا رہے دن کو روزہ رکھے اور تمام اموال صدقہ میں دے اور تمام عمر حج کرے لیکن ولی خدا کی معرفت نہیں رکھتا تو ان کے تمام اعمال واپس ہونگے وہ اہل ایمان میں شمار نہیں ہوگا۔

امام کا معصوم ہونا ضروری ہے پھر اس پر ایک اور عمارت قائم کی گئی کہ معصوم کا کسی کو پتہ نہیں چل سکتا کہ کون معصوم ہے لہٰذا اسے منصوص من اللہ ہونا چاہیے ۔اللہ کی طرف سے منتخب ہونا چاہیے لیکن اللہ کی طرف سے منتخب ہونے کا کیا ثبوت ہے کہ یہ معصوم ہے جھوٹ نہیں بولتا غلط کوئی نہیں کرتا اس عصمت کی شناخت کیسے کریں گے کیا یہ عصمت کسبی ہے جسے دوسرے بھی کسب کر سکتے ہیں ؟معصوم ہونے کے بعد غلطی نہیں کر سکتے ہیں اس میں کیا فضیلت ہوئی اور یہ فضیلت کس کے فائدے میں ہے؟ اس حوالے سے ہمارے قم کے علمائے اعلام فارغ التحصیل نے ایک دندان اور اعصاب شکن جواب بنایا جو داد و تحسین کے قابل ہے ۔وہ فرماتے ہیں آپ کو کس نے کہا کہ تحقیق کریں آپ کو تحقیق کا حق نہیں آپ مجتہد ہیں یا

مقلد اگر مقلد ہیں تو مجتہدین کا کہنا کافی ہے کہ امام معصوم ہے۔اسی بنیاد پر ہمارے دوست قدیم آغائے سلمان نقوی نے ہماری کتاب امام وامت دیکھ کر فرمایا: آپ تو عصمت آئمہ کے بھی منکر ہیں اب رہا کیا؟ یہ باتیں یہاں نہیں کرنی چاہئیں کیونکہ یہاں لوگوں نے فلسفہ نہیں پڑھا اس وجہ سے یہ چیزیں ان کی سمجھ میں نہیں آتی بلکہ یہ بحث حوزہ میں کرنی چاہیے۔ چنانچہ ہمارے محترم علمائے اعلام قبلہ امداد شجاعی ، ریحان حیدر نقوی ، صالحی ، شہیدی ، باقر زیدی وغیرہ کا بھی یہی نظریہ ہے جبکہ آغائے رئیسی کا کہنا ہے: ہاں ہمارے ہاں خرافات ہیں خرافات کو ختم ہونا چاہیے لیکن اسے برملا عوام الناس میں بیان نہیں کرنا چاہیے۔یہ چیزیں تحریر میں نہیں لانی چاہیں کیونکہ یہ مخالفین کے ہاتھ میں آتی ہیں۔غرض یہ چیزیں قابل ذکر و سمجھ نہیں انھیں اپنے وہم وخیال میں رکھنا چاہیے اور مذاکرہ ومباحثہ میں نہیں لانا چاہیے۔چنانچہ ان کا بھی کہنا ہے کہ ہمارے حوزات ومدارس میں درس تفسیر قرآن نہیں ہے یہ بات درست نہیں یہ اعتراف اپنی جگہ بڑی قربانی ہے یہاں ہمارا سوال یہ ہے آپ اپنی کثیر المنازل اور کثیر الموضوعاتی درسگاہ میں قرآن کو کہاں کہاں رکھتے ہیں اور اس قرآن سے کہاں کہاں استدلال کرتے ہیں واضح ہونا چاہیے ذیل میں ہم عصمت کے بارے میں بات کریں گے:۔

ا۔عصمت:

اعتقاد بہ عصمت مستلزم حلول ہے کہتے ہیں عصمت پیغمبر ائمہ اس وجہ سے ہے کہ روح خدا نے ان میں حلول کیا ہے گرچہ ظاہر میں ہمیں جسم نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں وہ رحمانی ہے۔اسی وجہ سے معصوم لغزش وخطا سے پاک ہے اگر وہ تنہا طبیعت بشری کے حامل ہوتے تو حتماً گناہ ولغزش سے مصؤن نہ ہوتے۔صوفیا اور غلات اسی وجہ سے حلول کے معتقد ہیں اسی لئے جو کہتے ہیں نبی سایہ نہیں رکھتے یعنی جس طرح آفتاب ومہتاب سایہ نہیں رکھتے نور مطلق ہیں یعنی ان کیلئے حاجب نہیں۔غلات خود کو پیغمبر معرفی کرنا چاہتے تھے اس لئے ائمہ کو اللہ پیش کیا ہے چونکہ کسی کو قائل کرنا کہ وہ اللہ ہے آسان نہیں کہ چلتے پھرتے انسانوں کو اللہ کہیں اس لئے انہوں نے پہلے حلول کو ثابت کیا کہ حضرت محمد اللہ اور خود اس کے نبی ہیں اب اللہ نے ان میں حلول کیا ہے۔اس طرح انہوں نے ائمہ کو اللہ ثابت کیا اور بعد میں خود کو ان کا نبی قرار دیا اس کیلئے انہوں نے بہت سی آیات کو اپنے مقصد کیلئے استعمال کیا ہے۔

عصمت اور منصوصیت دونوں ایک دوسرے کے لازم وملزوم ناقابل انفکاک عقائد ہیں یعنی معصوم کی شناخت ممکن نہیں سوائے اللہ کے اللہ ہی جانتا ہے کون معصوم ہے۔منصوصیت کی ضرورت اس لیے ہے کہ معصوم کی شناخت اللہ ہی کر سکتا ہے منصوص من اللہ معصوم ہی ہوتا ہے اور جو معصوم ہوتا ہے وہ منصوص من اللہ ہوتا ہے یہ شرط حسب تصریح نصیر الدین اسماعیلیوں کا عقیدہ ہے۔اسماعیلی بنت باطنیہ ہیں اور باطنیہ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ انسانوں کو گمراہ کرنے کیلئے الفاظ کلمات ذومعنی کا استعمال کر کے ناقابل تحلیل جھگڑوں میں الجھاتے ہیں لہٰذا ابھی تک علمائے اعتقاد علمائے کلام کلمہ عصمت کی واضح تفسیر وتوضیح نہیں کر سکے ہیں۔

وجوب عصمت:

پہلے امام کیلئے ضرورت عصمت کو پیش کیا اور پھر اس ضرورت سے منصوص من اللہ پر استدال کیا جو کہ ایک دھوکہ ہے۔علماء مناطق اس لئے کہتے ہیں امام منصوص من اللہ ہوتا ہے چونکہ منصوص من اللہ کی شناخت ہر شخص کیلئے ممکن نہیں لہٰذا اسے از خود معصوم ہونا چاہیے اور معصوم اس لیے ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے منصوص ہوتا ہے۔

امام معصوم ہونا ہے جسے کوئی انسان درک نہیں کرسکتا لہٰذا امام منصوص من اللہ ہونا چاہئے ،اس دعویٰ کو اصطلاح علماء میں مصادرہ بہ مطلوب کہتے ہیں اگر ہر دور کیلئے امامت جو مثل نبوت یا مافوق نبوت ۔ضروری اور ناگزیر ہے تو پھر ضروری ہے وہ معصوم ہو لیکن اگر ہر دور کیلئے اس کی ضرورت ثابت نہ ہو تو کیسے کہہ سکتے ہیں امام کا معصوم ہونا ضروری ہے اور معصوم ہونے کی شرط فرع ہے جبکہ اصل ضرورت ہے ۔نتیجہ کو دعویٰ سے پہلے نکالنا کس عقل و منطق کے تحت ہے ۔

یہاں شرائط سے مدعی کو ثابت کیا ہے جیسے نماز میں شرط طہارت سے اصل وجوب نماز ثابت کرنا ہے چونکہ طہارت ضروری ہے لہٰذا نماز ضروری ہے ۔

عصمت ائمہ فرقہ باطنی واسماعیلی کی اختراع کی گئی اصطلاح ہے ۔اصطلاحی معانی لغوی معنی سے ایک حوالہ سے اشتراک رکھتا ہے اور ایک اضافے کے ساتھ وہ ممتاز قرار پاتا ہے لیکن کچھ اضافہ کے ساتھ جبکہ جو اصطلاحات فرقہ باطنی اور اسماعیلیوں نے وضع کیں وہ غیر مربوط ہیں بقول نصیر الدین طوسی وہ ایسی اصطلاحات وضع کرنے کا حق رکھتے ہیں انہوں نے مجمل مبہم اور تفسیر تحلیل نہ ہونے والے کلمات وضع کئے ہیں انہی میں سے ایک کلمہ عصمت ہے ۔کلمہ عصمت یعنی گناہوں سے محفوظ رہنے کی طاقت لیکن یہ طاقت کہاں سے آتی ہے کیسے پیدا ہوتی ہے کیسے ممکن ہے کہ ایک انسان عادی غلطیوں سے پاک ومنزہ رہے چنانچہ اس کی تفسیر میں یہ ہر ظاہر و باطن کو آلہ بناتے ہیں اور ان کے بقول وہ افراد کو دیکھ کر جواب دیتے ہیں:

کبھی یہ لوگ معصوم ہونے کی تفسیر یوں کرتے ہیں جس طرح نبی پر وحی ہوتی ہے ان پر بھی وحی ہوتی ہے اس حوالے سے سہو غفلت نسیان ان سے صادر نہیں ہوتا یعنی یہ خود اللہ کی طرف سے مجبور و محصور ہیں ۔اس طرح یہ عقیدہ جبر سے نزدیک اور اختیار وارادہ سے دور قرار پاتے ہیں جبکہ انسان اپنے فعل میں خود مختار ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے نہ جبر ہے نہ تفویض ۔دوسری طرف انہوں نے اس کی تفسیر لطف سے کی ہے جیسے شیخ مفید نے کہا ہے ایک لطف ہے جو اللہ اپنے بندے پر کرتا ہے اس کے ساتھ ان سے معصیت کا ہونا محال ہے اس لطف کے ہوتے ہوئے ترک اطاعت ہونا بھی محال ہے کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے ایک لطف ہے جبکہ شیخ ابن بابویہ نے اپنے اعتقاد میں کہا ہے یہ ذوات معصوم ومطہر ہیں یہ لوگ نہ گناہ صغیرہ بجالاتے ہیں اور نہ کبیرہ جو کچھ انھیں حکم ہوتا ہے اسے کرتے ہیں ۔اگر کسی نے عصمت ائمہ کا انکار کیا تو وہ ائمہ کی ذات سے جاہل ہوگا اور جو ان سے جاہل ہوگا وہ کافر ہوگا ۔جبکہ کتاب من لایحضر الفقیہ میں شیخ صدوق نے کہا ہے جو نبی سے سہو وخطا کو مستر د کرتا ہے وہ مذہب غالی پر ہے انھوں نے عصمت کیلئے ﴿ وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ اور اس وقت کو یاد کرو جب خدا نے چند کلمات کے ذریعے ابراہیمؑ کا امتحان لیا اور انہوں نے پورا کردیا تو اس نے کہا کہ ہم تم کو لوگوں کا امام اور قائد بنارہے ہیں ۔انہوں نے عرض کی کہ میری ذریت ؟ارشاد ہوا کہ یہ عہدۂ امامت ظالمین تک نہیں جائے گا ﴾(بقرہ ۱۲۴) سے استدلال کیا ہے ۔

عصمت ان کلمات مصطلحات میں سے ہے جنہیں مذاہب باطلہ نے اپنے عقائد کو معماء و پیچیدہ اور اعتراض کرنے والوں کو سمجھانے کی بجائے ڈنڈا چلانے کیلئے وضع کیا ہے ۔اس کا مفہوم عقل ،قرآن وسنت ،تینوں سے متصادم ومتعارض ہے اسے عمداً قرآنی مصطلحات پر جا گزیں کیا گیا ہے تا کہ اپنے مذموم عزائم ،جاہل ونادان ،مشکوک نابالغ طفل اماموں

کے عیبوں کو چھپایا جائے۔یا اپنے اماموں کے شریعت اسلام کے خلاف ارتکاب کرنے والے جرائم سے مواخذہ کو روکنے کیلئے جعل کیا ہے اور اس صفت کے حامل ہونے کی ضرورت کو اس دلیل سے مستند کیا ہے کہ امام وقت پر واجب ہے کہ تمام برائیوں اور خرابیوں کو روکے رکھے۔لہٰذا دوسروں کو عام برائیوں سے روکنے والوں کو خود ان گناہوں سے معصوم ہونا چاہیے۔یہ دلیل کسی عقل و منطق اور تجربہ سے نہیں ملتی۔یہ قدرت کسی نبی مرسل کو بھی نصیب نہیں ہوئی کہ لوگوں کو تمام گناہوں سے روک کر رکھے۔پیغمبر کی زوجات غلطیاں کرتی تھیں،اصحاب کوتاہیاں کرتے تھے۔آپ کے جوار میں منافقین رہتے تھے۔امیر المومنین اپنے دور میں اپنی محافل میں شریک اور اپنے پیچھے نماز پڑھنے والوں کو گناہوں سے نہیں روک سکے۔جنگ صفین اور نہروان میں اپنے اصحاب کو نہیں روک سکے لہٰذا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔

۱۔کہتے ہیں عصمت کا معنی ہے اللہ انہیں معصیت لغزش سے باز رکھتے ہیں اس کو عصمت صرفی کہتے ہیں یعنی اللہ ہی اسے باز رکھتا ہے۔

۲۔یہ ایک ایسا سیل ہے جو بعض ذوات میں ودیعت ہوتا ہے۔

۳۔علما اعتقاد نے لکھا ہے معاصی صغیرہ اور کبیرہ سے محفوظ ہونا ہے یعنی ان سے کسی قسم کا گناہ بطور عمدی ونسیان خطاء سے صادر نہیں ہوتا۔یہ عقیدہ قرآن کریم کی کسی آیت اور روایت میں نہیں ملتا۔اس عقیدہ نے کب شہرت پائی اس سلسلہ میں بعض علما کا کہنا ہے یہ عقیدہ ہشام بن حکم نے اختراع کیا ہے۔ہشام نے کہا ہے معصوم وہ ہے جو تمام محرمات سے محفوظ رہے امام گناہوں سے محفوظ رہتے ہیں یعنی حرص وغضب شہوت وغیرہ امام میں نہیں پائی جاتیں۔ہشام بن حکم جسے کبھی مومن طاق اور کبھی مومن آل محمد کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

رجال کشی ص۱۹۵ بعض دیگران کا کہنا ہے یہ عقیدہ ہشام بن حکم کا ہے جو امام جعفر صادق کے زمانہ میں ہوتا تھا۔لیکن بعض نے یہ نسبت امام سجاد سے دی ہے کہ آپ نے فرمایا معصوم وہ ہے جو اللہ کی رسی سے تمسک کرے اللہ کی رسی سے مراد قرآن کریم ہے چاہے یہ کلمہ علی بن حسین سے ہو یا کسی اور سے اعتصام قرآن اور تمسک بہ قرآن کسی مخصوص گروہ کیلئے نہیں ہے چنانچہ خود قرآن میں آیا ہے ﴿ یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ اے ایمان والو یہ دو گنا چوگنا سود نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو کہ شاید نجات پا جاؤ ﴾ (آل عمران ۱۳۰) ﴿ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے واسطے مہیا کی گئی ہے ﴾ (آل عمران ۱۳۱) یہاں یہ ایک عصمت عمومی ہے جو سب کیلئے ہے۔

۴۔ان دونوں عقائد کی برگشت جبر پر منتہی ہوتی ہے اور ان کی کوئی فضیلت نہیں ملتی دوسری طرف یہ انسانی طبیعت فطرت سے تضاد رکھتا ہے چنانچہ ہم نے فصلنامہ عدالت میں بیان کیا ہے تو انہوں نے امام معصوم کی ایک اور تفسیر کی یعنی اس سے مراد یہ نہیں کہ وہ عصیان نافرمانی نہیں کرتا غلطی نہیں کرتا بلکہ وہ غلطی کرتا ہے لیکن ان کی غلطیاں اللہ کے نزدیک قابل بخشش ہیں یا کبھی کہتے ہیں ان سے سوال باز پرس نہیں کی جاتی اس لیے اس آیت سے استدلال کرتے ہیں ﴿ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُوراً رَحِيماً علاوہ اس کے جو اس سے پہلے ہو چکا ہے کہ خدا بہت بخشنے والا اور مہربان ہے ﴾ (نساء ۲۳) ان کے اعمال کے بارے میں سوال نہیں کیا جا سکتا۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ شرط انہوں نے آئمہ کے مقام کو بلند دکھانے کیلئے نہیں بلکہ اپنے جرم و جنایت فرعونی طغیان سرکشی دعویٰ الوہیت تعطیل شریعت کو چھپانے اور اس

کی پردہ پوشی کرنے کیلئے عائد کی ہے۔تا کہ لوگوں سے سوال کا حق چھین لیں ۔یہ تنہا ان تک مخصوص نہیں بلکہ اب بھی ہر قوم میں منتخب ہونے والے نا اہل نا لائق قائدین اپنی قیادت چمکانے اپنے استبدادی آراء ونظریات کو ٹھونسنے کیلئے لوگوں سے حق سوال چھینتے ہوئے کہتے ہیں اگر یہ حق دے دیا تو پھر قائد کا کیا معنی رہ گیا۔ یا کہتے ہیں یہ حق قائد کو دے دو وہ خود فیصلہ کرے گا۔درحقیقت شرط عصمت صفت کمال نہیں بلکہ آمروں اور استبدادگروں کے ہاتھوں میں یہ ایک تازیانہ ہے جسے وہ اپنے مقام عزت کی طرف دیکھنے والوں کے سروں پر مارتے ہیں ۔یہ جاہلوں مجرموں اور گمراہ کن افراد کی پیداوار ہے۔اللہ کا اس بندے میں خود حلول ہوا ہے لہٰذا جب اللہ ہے تو عصیان و نافرمانی کے کیا معنی اللہ کسی قانون کا محتاج بھی نہیں ہے۔

۴۔کہتے ہیں گناہوں سے خود کو باز رکھتے ہیں اس طرح وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ہر دور میں امام کا ہونا ضروری ہے کیونکہ وہ امام کو حلول اللہ جانتے ہیں اسماعیلیوں کے عقائد کسی آیت قرآن اور سنت رسول سے مستنبط و ماخوذ نہیں کیونکہ ان کے نزدیک قرآن وسنت نامی کوئی چیز نہیں ۔وہ ملحد و کافر مجوس ہیں جو بغیر ادائے جزیہ وکلمہ اسلام مسلمانوں کی بلکہ اہل بیت کی چھتری کے اندر پناہ لی ہے۔

۲۔امامت منصوص من اللہ:

اس دعویٰ کے بانی و داعی نصیر الدین طوسی اسماعیلی ہیں ۔انہوں نے اپنی کتاب نقد محصل میں لکھا ہے یہ عقیدہ اسماعیلی اور اہل غلات کے عقائد میں سے ہے آپ لکھتے ہیں اس سے مراد اللہ کبھی نبوت کی شکل میں کبھی امامت کی شکل میں کسی انسان میں حلول کرتا ہے۔لیکن کہاں سے معلوم ہو گا معلوم نہیں ۔

اگر امام کے تعیین نص من اللہ ہوتا ہے تو پھر امام منصوص من اللہ ہونے کا ثبوت کیسے اور کہاں سے حاصل اور کن سے رہنمائی حاصل ہو سکتی ہے، کیونکہ امام معصوم ہے اور عصمت صفت باطنی ہے ۔اس کا خدا کے علاوہ کسی اور کو علم نہیں ہے۔

منصوص من اللہ ہے اس بارے میں دو دلائل پیش کرتے ہیں ۔

ا۔نبی اعلان کرے کہ اللہ نے میرے بعد امام یکے بعد دیگر یہ ہستیاں قرار دی ہیں ۔

۲۔آئمہ طاہرین کے منصوص من اللہ ہونے کے بارے میں جو دلائل بطور عموم دیئے جاتے ہیں یعنی امام کو من عنداللہ منصوص ہونا چاہیے یا امام اپنے بعد کے امام پر نص کرے۔

۳۔معجزہ سے ثابت ہو گا کہ امام منصوص من اللہ ہے۔

یہ دعویٰ اپنی جگہ دلائل طلب ہے کیونکہ اگر امام کی امامت نبی سے ہے تو پھر معجزہ کیلئے کوئی جگہ نہیں رہتی کیونکہ معجزہ کی ضرورت وہاں ہوتی جہاں کوئی اور راستہ ممکن نہ ہو۔اس کے علاوہ یہاں یہ وضاحت نہیں کی گئی کہ معجزہ کیسے ثابت ہو گا بیچاری عوام کو کیسے معلوم ہو گا یہ معجزہ ہے یا سحر و جادو ہے جیسے آج کل صوفیوں نے خارق عادات فعل انجام دیتے ہیں اس کے علاوہ جاسوسی کے ذرائع سے بھی کیا جاتا ہے چنانچہ معلومات چوری یا خرید کر پیش کی جاتی ہیں۔

امامیہ:

امام ہر ہدایت کنندہ ھادی ومقتداء کو کہتے ہیں قرآن میں کتاب ہدایت قرآن وتورات دونوں کو امام کہا ہے۔قرآن امام ہے تورات امام ہے۔﴿وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَى إِمَامًا وَرَحْمَةً أُوْلَئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ﴾(ھود ۱۷)خاتم النبیین

امام آئمہ ہیں خلفاء راشدین اپنی جگہ امام ہیں ۔امام خلیفہ دونوں کا ایک ہی مصداق ہے وہ نبی کی جگہ بیٹھنے کی وجہ سے خلیفہ ہیں لوگوں کی قیادت ورہبری کرتے ہیں سربراہ مملکت امراء بلاد قضاۃ وعادونھا امام ہیں ۔ایمان علم کے علاوہ شجاعت بلاغت فصاحت کا ہونا لازمی ہے جن میں یہ صفات پائی جاتی ہیں ان کا انتخاب کیا جائے ۔ہر فرد مسلمان کی یہ خواہش ہونی چاہیے کہ وہ مومنین کی قیادت وامامت کے قائل ہو جائیں انہیں یہ توفیق نصیب ہو جائیں ۔﴿وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا اور وہ لوگ برابر دعا کرتے رہتے ہیں کہ خدایا ہمیں ہماری ازواج اور اولاد کی طرف سے خنکی چشم عطا فرما اور ہمیں صاحبان تقوٰی کا پیشوا بنا دے﴾ (فرقان ۷۴)یہ مفہوم امامت مسلمانوں کے نزدیک فروع دین میں شمار ہوتا ہے یعنی امت اسلامی پر واجب ہے کہ جب بھی امت میں امام کی جگہ خلاء پائے تو اس کی جگہ ایک نئے امام کا انتخاب کرے ۔جبکہ امامیہ کے نزدیک امامت اصول دین میں ہے ان کے نزدیک امامت کے خاص تصور وشرائط ہیں ۔

ا۔امام منصوص من اللہ ہوتا ہے ۔منصوصیت کے اپنی جگہ تین تصور پائے جاتے ہیں ۔امام معصوم ہوتا ہے ان پر وحی الہام ہوتا ہے یہ عالم ظاہر و باطن سے آگاہ و آشنا ہوتا ہے ۔

لیکن اس کا تعین اللہ کی طرف سے ہو گا یہ فکر اپنی جگہ متصادم متعارض ختم نبوت ہے اللہ کی طرف سے ہدایت کا سلسلہ محمدؐ کے بعد ختم ہو چکا ہے اب احکام کا نفاذ اجراء بندوں کی ذمہ داری ہے تو یہ کہنا کہ اللہ پر فرض ہے یہ بات اپنی جگہ درست نہیں ہے ۔

غمامیہ :

انہیں ربیعہ بھی کہتے ہیں ان کا کہنا ہے خدا گرمیوں میں بادلوں کی پشت پر سوار ہو کر زمین کی سیر کرتا ہے اور آسمان پر ہونے والی گرج و چمک علیؑ کی آواز ہے ۔

خطابیہ :

استاد اسد حیدر اپنی کتاب ''حیات امام صادقؑ اور مذاہب اربعہ'' ج ۲ ص ۳۴ پر غالیوں کے بارے میں لکھتے ہیں ،خطابیہ ابو الخطاب محمد بن مقلاص بن راشد المنقری بزار کے پیروکاروں کو کہتے ہیں ۔ان میں سر فہرست مغیرہ بن سعید ہے جو اہل بیتؑ پر جھوٹ باندھتا اور جعلی احادیث کو امام جعفر صادق ؑ کی طرف نسبت دیتا تھا، امام نے اسے جھوٹا قرار دیا اور اس سے برائت کا اعلان کیا، امام نے مزید فرمایا اس ملعون نے ہمارے والد کے برجستہ اصحاب کی احادیث میں اپنی جعلی احادیث شامل کیں ہیں ۔خدا سے ڈرو اور ہماری طرف سے کوئی ایسی حدیث قبول نہ کرنا جو کتاب خدا اور سنتِ نبیؐ کے خلاف ہو پھر آپؑ نے فرمایا خدا مغیرہ بن سعید پر لعنت کرے اور ہر اس یہودی پر جس کے پاس یہ جایا کرتا تھا ۔مغیرہ پہلے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق کا شاگرد تھا بعد میں اس نے دعویٰ نبوت کیا اور غلو کرنے کی وجہ سے آخر کار قتل ہوا، اس نے اسماعیل بن جعفر صادق کی امامت کی تحریک چلائی، امام جعفر صادقؑ نے اس پر اور اس کے ساتھ قتل ہونے والوں پر لعنت بھیجی، شہرستانی نے لکھا ہے ابو الخطاب پہلے اماموں کو پیغمبر کہتا تھا لیکن بعد میں خدا کہنے لگا یہ امام جعفر صادقؑ کو بھی اپنا خدا سمجھتا تھا کوفہ کے والی عیسٰی بن موسی نے ۱۳۸ ہجری میں اسے قتل کرنے کے بعد اس کے جسد کو سولی پر چڑھایا ۔غالیوں کی مشہور کتاب ''ام الکتاب'' میں اُسے بڑا مقام دیا گیا ہے ۔ان کے نزدیک اس کتاب کو سمجھنے

کے بعد کائنات کو درہم برہم کرنا، سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ، انسان کو مسخ کرنا آسان ہو جاتا ہے، شیعوں کے ہاں بھی علم الکتاب کا زیادہ پرچار کیا جاتا ہے لیکن اگر ان سے پوچھا جائے یہ کتاب کیا ہے اور کہاں ہے تو سینکڑوں قیل وقال اپناتے ہیں۔

حیدریہ:

صاحب فرہنگ فرقِ اسلامی اپنی کتاب کے صفحہ ۱۴۷ پر لکھتے ہیں بعض لوگ شیخ جنید کو اللہ اور ان کے فرزند کو ابن اللہ کہتے ہیں احتمال قوی ہے حیدر سے مراد یہی حیدر ہونگے، کیونکہ ہمارے منابر سے حیدر کو خدا یا فرزند خدا بتانے اور اس سلسلے میں حضرت علیؑ کی کعبہ میں ولادت کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ اسی مخدوش کلمہ حیدر کو مذہب کے تعارف میں پیش کیا جاتا ہے اس عمل کی پشت پناہی شریعت کو معطل کرنے والے گروہ کر رہے ہیں لہٰذا ہم نے قرآن وسنت کے پاسداروں اور شریعت کی تعطیل کے داعیوں کے درمیان تمیز قائم کرنا ضروری سمجھا۔

ایک عمر بزرگان کے ساتھ گزارنے اور محافل ومجالس سے آشنا ہونے کے بعد ہم پر واضح ہوا کہ شیعہ کہلانے والوں کی اکثریت کے ہاں اسلام نامی کوئی چیز نہیں ہے، ان کے پاس نہ خدا کی کوئی حیثیت ہے نہ رسولؐ کی اور نہ ہی بارہ امام کسی حیثیت کے حامل ہیں ان کے پاس قرآن وسنت رسولؐ اور نہ ہی سیرت آئمہ طاہرینؑ کی کسی بات کا ذکر ہے یہاں صرف کلمہ حیدر کا چرچا ہے۔ ہم سمجھتے تھے اس سے مراد فرزند ابو طالبؑ، دامادِ رسولؐ، زوجِ بتولؑ اور پدر حسنینؑ ہیں لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ کلمہ حیدر فرزندِ شیخ جنید حیدر یا بعض دیگر مجہول الحال لوگوں کے نام سے منسوب ہے۔ فرہنگ فرق اسلامی کے صفحہ نمبر ۲۴۳ پر لکھتے ہیں مذہب شیعہ اثناعشری کا صفیوں سے پہلے رواج نہیں تھا ان کے بقول یہ اس وقت اقلیت میں تھے ان کا کہنا ہے سلاطین آل بویا جو چوتھی صدی میں ایران پر حکومت کر رہے تھے۔ جو مذہب شیعہ زیدیہ یا امامیہ پر تھے انھیں اس مذہب کو رسمی مذہب قرار دینے پر خلفاء بغداد کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ کوشش کرنے پر بھی انہیں کامیابی نہیں ہوئی۔ ۶۵۶ کو ہلاکو خان کے ذریعے خلافت کا خاتمہ ہوا ایلخان مغل کے سلطان خدابندہ کو توفیق میسر ہوئی اس نے مذہب شیعہ اپنایا اور اپنے سکہ پر مذہب کا نام لکھا اور خطبہ میں بھی شیعہ کا نام لیا۔ پھر بھی یہ مذہب نافذ نہیں ہو سکا۔ یہاں تک کہ خاندان صفوی نے ۸ صدی ھ کو سبزوار میں شیعہ مذہب کا اعلان کیا۔ جھانشاہ از شاھان قراقویونلو ۹ ھ کو آذربائیجان پہنچا وہ اپنے شیعہ ہونے پر افتخار کرتا تھا۔

۱۔ **باقریہ:** یہ لوگ امامت کو امام محمد باقر پر ختم کرتے ہیں کہتے ہیں وہ فوت نہیں ہوئے بلکہ غائب ہوئے ہیں۔

۲۔ **ناووسیہ:** ان کا کہنا ہے جعفر صادق نے وفات نہیں پائی بلکہ وہ امام غائب ہیں۔

۳۔ **ممطوریہ:** ان کا کہنا ہے موسیٰ بن جعفر نے وفات نہیں پائی بلکہ وہ غائب ہیں ان کو ممطوریہ کہتے ہیں ان کے اس عقیدہ کی وجہ سے انھیں اس کتے سے تشبیہ دیتے تھے جو بارش میں بھیگ جاتا ہے جسے لوگ بہت گندہ سمجھتے ہیں۔ امام موسیٰ ابن جعفر صادق کی شہادت کے بعد امامت کو ان پر روک دیا انہیں امام غائب قرار دیا۔ امام رضا نے جب وفات پائی تو انہوں نے امامت کو امام رضا پر روک دیا۔ اور امام جواد کی امامت کو تسلیم نہیں کیا۔

۴۔ **عماریہ:** ان کا کہنا ہے امام جعفر صادق کے بعد ان کے بیٹے موسیٰ بن جعفر امام ہیں۔

۵۔شمطیہ:ان کا کہنا ہے امام جعفر صادق کے بعد ان کے بیٹے محمد بن جعفر دیباج امام ہیں۔

۶۔اسماعیلیہ:امام جعفر صادق کے بیٹے امام جعفر صادقؑ کی حیات میں امام بنے۔اسماعیل نے امام جعفر صادق کی حیات میں وفات پائی اور امامت ان کے بیٹے محمد بن اسماعیل میں منتقل ہوئی ہے۔اس نظریہ کے تحت امام صادقؑ اپنی وفات سے پہلے منصب امامت سے مستعفی یا معزول ہو گئے۔

۷۔مبارکیہ:ان کا کہنا ہے اسماعیل نے جب وفات پائی تو امامت ان کے بیٹے محمد بن اسماعیل میں منتقل ہوئی۔

۸۔قطعیہ:یہ لوگ موسیٰ بن جعفر پر امامت کو ختم کرتے ہیں۔

۹۔افطحیہ:فرقہ افطحیہ امام جعفر صادق کے بعد ان کے بیٹے عبداللہ بن افطح کی امامت کے قائل ہیں۔

۱۰۔جعفریہ:یہ فرقہ امام حسن عسکری کے بعد ان کے بھائی جعفر کی امامت کے قائل ہیں۔

بعض کا کہنا ہے جعفریہ امام صادق کو ماننے والوں کو کہتے ہیں یہ انتساب چند ین لحاظ سے غلط ہے بلکہ جعفریہ انہیں کہتے ہیں جو امام حسن عسکری کی وفات کے بعد ان کے بھائی جعفر بن علی بن محمد کی امامت کے معتقد ہیں۔نوبختی نے لکھا ہے حسن بن علی عسکری نے جب وفات پائی تو ان کے بعد ان کا بھائی جعفر امام حسن عسکری کی وصیت کے مطابق امام ہے۔لیکن امامت کے لئے حسن عسکری نے جعفر کو کیسے انتخاب کیا جبکہ یہ دونوں ہمیشہ ایک دوسرے کی مخالفت اور دشمنی کرتے رہے۔جعفر نے ان کی وفات کے بعد ان کی جائیدادبھی تقسیم کی تو اس کے جواب میں یہ لوگ کہتے ہیں یہ ایک ظاہری شکل تھی۔جبکہ باطن میں دونوں ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے۔ایک دوسرے سے راضی تھے آپس میں کوئی اختلاف نہیں تھا اور جعفر ہمیشہ امامت کے حوالے سے حسن عسکری کے مطیع اور سامع تھے اگر کہیں کوئی مخالفت سامنے آئی بھی ہے تو وہ بھی امام حسن عسکری کے حکم اور ہدایت کے تحت تھی لہذا جعفر حسن عسکری کے وصی ہیں امامت انہی کی طرف منتقل ہوئی ہے۔

ان کے ایک فرقہ کا کہنا ہے امام حسن عسکری کی وفات کے بعد امام جعفر ہیں اگر چہ ان کی پیروی کرنے میں ہم غلطی پر ہیں ان کو امام سمجھتے ہیں وہ اس وقت امام نہیں تھے لیکن جب عسکری نے وفات پائی اور انھوں نے کوئی وارث نہیں چھوڑا تو ہمیں معلوم ہوا کہ جعفر اپنے دعویٰ امامت میں صحیح تھے اور حسن عسکری اپنی دعوت میں غلطی پر تھے۔

دوسرا جعفر بن علی بن محمد امام علی الھادی کے بیٹے ہیں جو بطور مستقیم امام الھادی کے بعد امام بنے ہیں یا امام حسن عسکری کی وفات کے بعد آپ امام بنے ہیں غرض امام حسن عسکری کے بعد انہوں نے دعویٰ امامت کیا ان سے منسوب ہے اس کیلئے ہمیں دونوں جعفروں کے حالات نفسیات سلوک رویہ اور دونوں کی ذہنیت سے آگاہی رکھنا ضروری ہے تاکہ ہم دیکھ سکیں کہ جعفری ان دونوں میں کس سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں اس بارے میں ہمیں کچھ نہ کچھ صفحات تاریخ کے دیکھنے ہونگے اور دونوں کی صفات اور واقعات کو سامنے لانا ہوگا۔

۱۱۔عسکریہ:ان کا کہنا ہے جب امام حسن عسکری نے وفات پائی تو شیعہ ان کے بعد گیارہ فرقوں میں تقسیم ہوئے ان کے القاب معلوم نہیں نوبختی نے کہا ہے امام حسن عسکری کی وفات کے بعد شیعہ ۱۴ فرقوں میں بعض نے کہا ہے ۱۵ فرقوں میں تقسیم ہوئے ہیں۔

لیکن اس میں شدت امام علی الھادی علیہ السلام کے دور میں آئی جیسا کہ کتاب "علی الھادی" تالیف علامہ محقق

محمد باقر قرشی نجفی میں لکھا ہے کہ غلو کی مہم میں شدت امام الہادیؑ کے دور میں آئی۔

امام علی الہادیؑ کے دور میں جن چار آدمیوں نے غلو کی بنیا در کھی اُن کے نام یہ ہیں:

۱۔ علی ابن حسکہ قمی۔

۲۔ قاسم نوبختی۔

۳۔ حسن بن محمد بابائے قمی۔

۴۔ محمد بن نصیر نمیری۔

اس فرقے کا سب سے مشہور آدمی جسے بعد میں اس فرقے کا بانی سمجھا جانے لگا وہ ابوشعیب محمد بن نصیر نمیری ہے جس کی سنہ ۲۷۰ میں وفات ہوئی اس نے پہلے تو اپنے آپ کو امام علی الہادیؑ کا دروازہ کہا، پھر اُنؑ کے علم کا وارث کہا اور اس کے بعد اپنے آپ کو امام ہادیؑ کے بعد شیعوں کا مرجع و پناہ گاہ قرار دیا اور آخر میں نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا۔ ان چاروں نے اسلام کے خلاف اعلانیہ جنگ کا آغاز کیا اور اسلام کے تمام اصول و فروع کو منہدم کیا، انھوں نے امام علی الہادیؑ کو رب اور خالق و مدبر قرار دیا، تمام فرائض نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ کو ساقط گردانا اور محرم سے نکاح کو جائز قرار دیا، انھوں نے نماز اور فروعات کی تاویل کی اور اس سلسلے میں کہا کہ نماز و روزہ سے مراد یہ دو عبادات نہیں بلکہ ان سے مراد شخصیات آئمہ اطہارؑ ہیں۔ وہ قرآن کریم میں تحریف ہونے کا دعویٰ کرتے تھے اور یہ کہہ کر لوگوں کو قرآن سے دور کرتے تھے کہ یہ حضرت عثمان کا جمع کردہ ہے اور اس میں سے علیؑ کے فضائل پر مبنی آیات نکالی گئی ہیں۔

مندرجہ ذیل فقہا و مجتہدین نے اس گروہ کو شیعیت سے خارج ہونے اور شیعیت کا ان سے برأت کا اعلان کیا ہے

سید مرتضٰی متوفی ۴۳۶ھ، شیخ طوسی متوفی ۴۶۰ھ، محقق حلی متوفی ۶۷۶ھ، علامہ مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، علامہ حلی متوفی ۷۲۶ھ، شہید اوّل متوفی ۷۸۶ھ، علی کرا کی متوفی ۹۴۰ھ شہید ثانی متوفی ۹۹۴ھ محمد استر آبادی متوفی ۱۰۲۴ھ، شیخ محمد حسن جواہری متوفی ۱۲۶۶ھ، شیخ مفیدؒ۔ ان سب نے اس فرقے کو تشیع سے خارج قرار دیا ہے۔

بابیہ:۔ اس فرقے کا بانی علی محمد ہے اس کا لقب باب ہے یہ سنہ ۱۲۳۵ ہجری کو شیراز میں پیدا ہوا اور ۱۲۶۶ کو تبریز میں سولی پر چڑھایا گیا۔ یہ شیر خوار ہی تھا کہ اس کے باپ نے وفات پائی اسے اس کے خالو نے پالا وہ اسے بوشہر لے گیا جہاں اس نے علم نجوم میں مہارت حاصل کی یہ ریاضت کیلئے پہاڑ پر ننگا سورج کے نیچے ظہر سے عصر تک بیٹھا رہتا جس کی وجہ سے بیمار ہو گیا، اسے علاج کی غرض سے کربلا لایا گیا اور وہاں اس نے باطنی اور صوفی لوگوں سے مجہول و مبہم اقوال جمع کئے۔ سید کاظم رشتی کے دروس میں اس پر وحشت طاری ہوجاتی۔ وہاں یہ سادہ عوام کو اپنی پیروی کی دعوت دیتا اپنے تابعین سے کہتا:

﴿وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾ (بقرہ ۱۹۹) اور نبی کے اس قول "انا مدینه العلم وعلی بابها" سے یہ اخذ کرتا تھا خدا تک نہیں پہنچ سکتے جب تک نبوت اور امامت کے راستے سے داخل نہ ہو میں واسطہ ہوں میں باب ہوں جائز نہیں میرے واسطے کے بغیر ان تک پہنچا جائے یہاں سے اس نے اپنا نام باب رکھا اس کے پیروکاروں کو بابیہ کہا گیا۔ سب سے پہلے آٹھ پیروکاروں نے جنھوں نے اس کی دعوت کو قبول کیا۔ انہیں حی کہتے تھے کیوں کہ حی جو ہیں ۸ یا ۱۰ ہیں انہیں دعوت دینے کیلئے ایران بھیجا اور یہ لوگ عدد کو بہت اہمیت دیتے تھے رفتہ رفتہ انھوں نے فرائض اسلام کو نسخ

کرنا شروع کیا اس کا کہنا تھا کہ وہ خود محمد سے افضل ہے اور اس کے پیروکار صحابہ سے افضل ،بشر کیلئے ایک حرف قرآن سے لانا ممکن نہیں ہے وہ خود مہدی ہے اس کی کتاب بیان ہے۔

۱۲۶۰ ہجری میں اعلان کیا کہ میری طرف آ جاؤ اس کو زندان میں گرفتار کر دیا گیا وہاں سے اصفہان بھاگ نکلا منوچہر خان ارمنی ارمنی تھا لیکن اسلام کا اظہار کر چکا تھا اس کا بھائی کرکین خان دونوں نے اس کی دعوت کو قبول کیا اور اس کی مدد کی۔ ایک شخص پیدا ہوا جس کا نام ملاحسین بشروئی اس کا لقب باب الباب اس کی ایک عورت تھی قرۃ العین کے نام سے یہ ان سے زیادہ دعوت دیتی تھی۔اس نے قزوین میں اپنے چاچا کو قتل کرنے کا حکم کیا،نماز فجر کے موقع پر اس کو قتل کر دیا پھر باپ کو گرفتار کیا اور اس کے ساتھیوں کو علماء نے طویل مناظرات کے بعد ان کے قتل کا حکم دیا۔اس کے تابعین کو بابیہ کہتے ہیں ان کی کوئی اصل نہیں ہے پھر ماننے والوں نے عبدالبہاء عباس کی پیروی کی بعد میں لقب بہاء ہوا انہوں نے اپنے نفس پر عبدالبہاء کا لقب دیا اور اپنے باپ کی فکر کو نشر کیا سنہ ۱۸۴۴ میں پیدا ہوا ہے اور ۱۹۲۱ میں وفات پایا انہیں بہائی کہتے ہیں۔

بابیۃ: یہ فرقہ علی محمد ملقب باب،مولود ۱۲۳۶ھ متوفی ۱۲۶۶ ہے اس نے فرائض اسلام کے منسوخ ہونے کا اعلان کیا اور اپنے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔

صفوی:

صفویوں کے جد صفی الدین اردبیلی کا دعویٰ ہے اس کا نسب امام موسیٰ کاظم سے ملتا ہے یہ صوفی تھے ان کے بہت زیادہ مریدین تھے ان کے مریدوں کی تعداد دیکھ کر بادشاہ وقت نے وہاں سے انھیں نکالا انہوں نے حسن اوزون سے پناہ لی۔ان کے بزرگ نے حسن کی بیٹی سے ان کی شادی کی اور ان سے اس کا بیٹا اسماعیل پیدا ہوا اسماعیل نے تبریز کو اپنا مرکز بنایا اس نے اپنے لشکر سے نہر جیحون بصرہ اور افغانستان اور بغداد پر قبضہ کیا اور عراق بھی اس کے تابع ہوا۔

جب انہوں نے حکومت عثمانی کا مقابلہ کیا تو مذہب شیعہ کا اعلان کیا اور فارسی زبان کو سرکاری زبان قرار دیا اس طرح فتح بغداد کے بعد کربلا اور نجف کی زیارت کا سلسلہ شروع کیا اور اہل بیت کی قبروں کو دوبارہ تعمیر کیا اس نے شیعہ وسنی کے اختلافی مسائل کو اچھالا جس کی وجہ سے صفوی اور عثمانی حکومتوں میں جنگ ہوئی جالدیران میں جنگ لڑی گئی فتح عثمانیوں کو ہوئی اسماعیل فرار ہوا جب مسلمانوں نے ۹۲۱ میں شام ومصر کو فتح کیا تو اس نے ایران پر حملہ کیا۔

پھر شاہ طہماسب نے بغداد پر حملہ کیا اور قبضہ کیا یہاں صفویوں اور عثمانی نے جنگ لڑی پھر شاہ سلمان نے ۹۳۰ میں بغداد پر قبضہ کیا۔پھر شاہ عباس اول جو سب سے پہلے صفویوں کا بادشاہ تھا نے اپنا مرکز اصفہان کو بنایا اور اسے آباد کیا شاہ عباس کے بعد اس کی حکومت روبہ زوال ہوئی ۱۱۴۸ کو نادر شاہ نے ان کی حکومت کا خاتمہ کیا صفوی حکومت کے بعد قاچاری آئے پھر پہلوی اور ۱۳۹۹ کو انقلاب اسلامی آیا۔

اثناعشریوں کا کہنا ہے امام حسن کے ایک فرزند کا نام محمد مہدی ہے جو خاتم ائمہ اثناعشر ہیں وہ بغداد میں جمعہ کے دن ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ کو ام ولد سے پیدا ہوئے جس کا نام نرجس تھا بعض نے کہا خم ہے۔اس کے گواہ جس نے خود دیکھا وہ قابلہ حکیمہ بن محمد بن علی بن موسیٰ ہے ان کا کہنا ہے میں نے سنا ہے کہ وہ ماں کے پیٹ سے نکلتے ہی تکلم کرتے تھے قرآن پڑھتے تھے ان کی عمر دو سال تھی ان کی والدہ نے وفات پائی بعض نے کہا پانچ سال کی عمر میں اللہ نے انھیں حکمت دی ہے جس طرح یحیٰی کو حکمت دی تھی لہٰذا یہ محمد روپوش ہو گئے جب ان کی عمر ۸ سال ہوئی بعض نے کہا ۹ سال ہوئی یعنی ۲۶۵ھ کو یہ

روپوش ہوئے۔

ان کا کہنا ہے یہ اپنی ماں کے ساتھ بغداد کے قریب شہر حلہ میں داخل ہوئے پھر گم ہوئے اور واپس نہیں آئے یہ لوگ ان کے انتظار میں سرداب کے دروازہ پر ایک سواری کو لجام لگا کر انتظار میں رہتے اور کہتے تھے اے امام ظلم و جور بڑھ گیا ہے آپ نکل کر آئیں مشہور سیاح ابن بطوطہ شہر حلہ کے بارے میں کہتے ہیں بازار اعظم سے نزدیک ایک مسجد ہے اس مسجد کے دروازہ پر حریر کا پردہ لگا ہوا ہے وہ اسے شہر صاحب زمان کہتے ہیں ان کی عادت ہے کہ سو آدمی مسلح اہل مدینہ سے نکل کر یہاں آتے اور ان کے ہاتھوں میں تلواریں نیام سے نکلی ہوئی ہوتیں ہیں عصر کی نماز کے بعد ایک آدمی گھوڑے کو لجام لگا کر آگے آتا ہے جو دف ڈھول بجاتا ہے پچاس آدمی آگے اور پچاس آدمی پیچھے ہوتے ہیں۔ باقی ان کے دائیں بائیں ہوتے ہیں یہ مشہد صاحب زمان کے دروازہ پر کھڑے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں'' **بسم اللہ یا صاحب زمان باسم اللہ اخرج فقد ظھر الفساد وکثر الظلم وھذا او ان خروجک فیفرق اللہ بک بین الحق والباطل** '' کا نعرہ بلند کرتے ہیں اس طرح مغرب تک ڈھول و دف بجاتے رہتے ہیں پھر مولف کتاب لکھتے ہیں یہ امام کی زیارت اور دعائیں کرتے ہیں۔ مہدی کی آمد کے بارے میں عبد اللہ شبر کہتے ہیں رجعت شیعہ محققین کے نزدیک متفق علیہ ہے بلکہ یہ ضروریات مذہبی میں سے ہے اور اس میں تمام روایات کو انہوں نے بطور قطعی نقل کیا ہے حق الیقین ص ۲۲۵ تک۔

امامیہ میں سے بعض معتزلہ ہیں دو رنوابین امام بعد از خاصہ جنہیں آج کل اصولی کہتے ہیں جہاں انہوں نے استباط احکام میں عقل کو رواج اور مقام دینے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس میں بھی غلو کر کے انہیں نبی اور ائمہ سے بھی زائد اختیارات دیئے ہیں۔ اب یہ حضرات بغیر کتاب وسنت کے بھی حسب تشخیص مصلحت فتویٰ صادر کر سکتے ہیں بہت سے اختیارات کے بھی حامل ہو سکتے ہیں ان کے مقابلے میں بعض اخباری جو عقل کو منجمد و پابند زنجیر کر کے اخبار کی حکمرانی کے خواہاں ہیں کبھی تدوین حدیث میں تاخیر سے احادیث کے ضائع ہونے کے واویلے کی بات کرتے ہیں اور سنت رسول کو ترک کئے ہوئے ہیں اس کے لئے کہتے ہیں سنت اصحاب سے روایت ہوئی ہے جو ہمارے لئے نہیں۔ یہ آئمہ طاہرین کی سنت وسیرت کو حجت گردانتے ہیں۔ جس طرح اہل سنت نے اصحاب کی سنت وسیرت کو حجت گردانا ہے اسی طرح انہوں نے گذشتہ علماء کے قول کو بھی حجت کا مقام دیا ہے۔ اسی طرح بعض سلفیہ ہیں۔

ہر دور میں امام کا ہونا ضروری ہے:

روئے زمین حجت اللہ سے خالی نہیں رہ سکتی۔ حجت صرف امام ہی ہوتا ہے۔ ایک دور میں اگر دو امام ہوں تو ایک کا ساکت رہنا ضروری ہے۔ کیوں کس منطق کے تحت؟ کیا ہدایت وارشاد کرنا سب پر فرض نہیں ہے؟

امامیہ امامت کو اصول دین میں شمار کرنے کی منطق کا استناد اصول کافی میں موجود باب الحجۃ کے چند ابواب سے کرتے ہیں۔ اس بارے میں کتاب اصول کافی ج ا ص ۱۷۱۔۱۷۷ باب الحجۃ میں دو باب آئے ہیں۔

لہٰذا ضروری ہے پہلے ان دو ابواب میں موجود روایات کو سامنے لائیں پھر ان روایات کے ناقل راویوں کو کتب رجال میں دیکھیں ان پر اعتماد کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ ان روایات کے مضامین اپنی جگہ نقاش طلب ہیں یا کسی قسم کے نقاش اعتراضات سے مصون روایات ہیں۔

اس باب میں ۱۲ احادیث ہیں۔ جو درج ذیل افراد سے روایت ہوئیں ہیں۔

ا۔احمد بن محمد بن عیسیٰ ۔ ۲۔محمد بن ابی عمر۔ ۳۔الحسین بن ابی العلاء ازابی عبداللہ۔ ۴۔علی ابن ابراہیم از ابراہیم از محمد بن ابی عمراز منصور بن یونس وسعدان ابن مسلم۔ ۵۔اسحاق بن عمار۔ ۶۔محمد بن یحییٰ ۷۔احمد بن محمد۔

۸۔علی ابن حاکم۔ ۹۔ربیع بن محمد المسنی ۔ ۱۰۔عبداللہ بن سلمان عاصری از امام صادق۔

۱۱۔احمد بن مہران ۔ ۱۲۔علی ابن ابراہیم۔ ۱۳۔محمد بن عیسیٰ ۔ ۱۴۔یونس ۔ ۱۵۔ابن مسکان ۔

۱۶۔محمد بن یحییٰ۔

۱۷۔ابی بصیر از احدھما ان اللہ لم یدع الارض بغیر عالم ولالہ ذلک لم یعرف الحق بالباطل ۱۸۔احمد بن محمد۔

۱۹۔حسین بن سعید۔ ۲۰۔قاسم بن محمد۔ ۲۱۔علی بن حمزہ۔ ۲۲۔ابی بصیر۔

۲۳۔علی بن محمد۔ ۲۴۔سہل بن زیاد۔ ۲۵۔حسن بن محبوب۔ ۲۶۔ابی سامۃ۔

۲۷۔علی ابن ابراہیم۔ ۲۸۔ابراہیم۔ ۲۹۔حسن بن محبوب ۳۰۔ابی اسامہ۔

۳۱۔ھشام بن سالم۔ ۳۲۔ابی حمزہ ۳۳۔ابی اسحاق

۳۴۔محمد بن یحییٰ ۳۵۔محمد بن حسین۔ ۳۶۔محمد بن اسماعیل۔ ۳۷۔صفدر ابن یونس۔

۳۸۔زیاد بن جھم ھلالی ہے۔

اللہ کی طرف سے حجت صرف امام ہی ہے اس بارے میں چار روایت ہیں ان چار روایتوں کو ان راویوں کے توسط سے نقل کیا ہے۔

ا۔محمد بن یحییٰ عطار۔ ۲۔احمد بن محمد بن عیسیٰ۔ ۳۔ابن ابی عمر۔ ۴۔حسن بن محبوب۔

۵۔داؤد الرضی ازعبد الصالح۔ ۶۔حسین بن محمد۔ ۷۔معلی بن محمد۔ ۸۔حسین بن علی الوشاء از امام رضا۔

۹۔احمد بن محمد۔ ۱۰۔محمد بن حسن۔ ۱۱۔عباء بن سلیمان۔ ۱۲۔سعد بن سعد۔

۱۳۔عمار محمد ین از امام رضا۔ ۱۴۔احمد بن یحییٰ۔ ۱۵۔احمد بن محمد۔ ۱۶۔البرقی۔

۱۷۔خلق بن عمار۔ ۱۸۔ابان بن تغلب از امام صادق۔الحجۃ قبل الخلق الخلق بعد الخلق۔

۳۔اگر امام امام نہیں ہوگا تو زمین اہل زمین کو بلع (نگل جائے گی) گویا زمین کو امام نے پکڑ کر رکھا ہے۔جبکہ قرآن کریم میں﴿ وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ وَإِلَى اللهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴾(فاطر۴)﴿ أَلَمْ تَرَى أَنَّ اللهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَيُمْسِكُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ إِنَّ اللهَ بِالنَّاسِ لَرَئُوفٌ رَحِيمٌ ﴾(حج ۶۵)﴿ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ (۱۰) وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَاتُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ (۱۱) أَلَاإِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَايَشْعُرُونَ (۱۲) وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ أَلَاإِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَكِنْ لَايَعْلَمُونَ ﴾(بقرہ۱۰۔۱۱۔۱۲۔۱۳)ان آیات میں اصول عقائد بیان ہوئے ہیں جس میں امام کا ذکر نہیں آیا ہے۔

ہر امام اہل بیت اطہار سے منتخب ہے:

منصوص من اللہ ہونے کیلئے ضرورت عصمت سے استدال کیا ہے اور ضرورت عصمت کیلئے تسلسل وحی سے استدال کیا ہے

جبکہ تسلسل وحی کا مطلب ختم نبوت کا انکار ہے جو کہ نص قرآن اور حدیث دونوں سے باطل ہے۔ محمد وقرآن کے بعد وحی ہر معنی میں منقطع ہے۔﴿ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنزِلُ مِثْلَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ﴾(انعام۹۳)

پیغمبر کے بعد کسی بھی شخص کیلئے کسی قسم کی وحی کا تسلسل جھوٹ وافتراء ہے۔ اس آیت کریمہ کے علاوہ مولا امیر المومنینؑ کے فرمان نہج البلاغہ خطبہ ۲۲۳، اسے رد کرتے ہیں۔﴿بأبي أنت وأمي يا رسول الله لقد انقطع بموتک مالم ينقطع بموت غيرک من النبوة والأنباء وأخبار السماء﴾﴿بعث الله رسله بما خصهم به من وحيه﴾(خطبہ۱۴۲)﴿وقبض نبيه وقد فرغ الى الخلق من أحكام الهدي به﴾(خطبہ۱۸۲)[۳۱]۔" کتاب سفینۃ البحار ص ۶۳۸۔ حجت خدا پیغمبر کے بعد ختم ہے﴿ رُسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴾(نساء۱۶۵)﴿تمت بنبينا محمد حجة﴾(خطبہ۹۰)﴿أرسله بحجة كافية﴾(خطبہ۱۶۰)﴿فالقرآن آمرٌ زاجرٌ، وصامتٌ ناطقٌ، حجة الله على خلقه﴾(خطبہ۱۸۲)﴿فألقى اليكم المعذرة واتخذ عليكم الحجة﴾(خطبہ۱۸۵)

کتاب رجال کشی میں لکھتے ہیں آئمہ کی ایک خاص تعداد ہے جو آل بیت نبی سے مخصوص ہیں یہ فکر مومن طاق نے ایجاد کی ہے۔ چنانچہ زید ابن علی نے مومن طاق سے پوچھا: "بلغني انک تزعم ان في آل محمد اماما مفترض الطاعة؟قال شيطان الطاق :نعم،وكان ابوک علي بن الحسين احدهم،فقال: وكيف وقد كان يوتى بلقمه وهي حارة فيبردها بيده يلقمنيها،افترى انه كان يشفق علي من حر اللقمه،ولا يشفق علي من حر النار؟قال: :قلت له: كره ان يخبرک فتفكر فلايكون له فيک الشفاعة لا والله فيک المشيه كذا. "جب یہ خبر زید بن علی کو ملی تو انہوں نے اس سے پوچھا مجھے خبر ملی ہے کہ تم کہتے ہو آل محمد میں سے ایسے امام ہیں جو واجب اطاعت ہیں۔ مومن طاق نے کہا آپ کے باپ علی بن حسین ان آئمہ میں سے ہیں تو زید بن علی نے کہا وہ مجھے لقمہ ٹھنڈا کر کے کھلاتے تھے لہٰذا وہ باپ جو مجھے گرم لقمہ تک نہیں دیتے تھے مجھ پر اس حد تک مہربان تھے وہ مجھے جہنم کی آگ سے بچانے کیلئے کیا مہربان نہیں تھے انہوں نے یہ بات تم کو بتائی مجھے کیوں نہیں بتائی؟ تو اس نے جواب دیا شاید آپ اسے برداشت نہ کر سکتے اور سننے کے بعد آپ کافر ہو جاتے اور پھر آپ کیلئے نجات کا راستہ نہ ہوتا۔"

اصول کافی میں زید بن علی نے امام محمد باقر سے کہا: اے ابا جعفر! میں اپنے باپ کے ساتھ دسترخوان پر ہوتا میرے باپ مجھے لقمہ کھلاتے میرے اوپر مہربان تھے لیکن وہ جہنم کی آگ سے زیادہ میرے اوپر مہربان نہیں تھے اگر آپ کو خبر دی تو مجھے کیوں نہیں خبر دی تو مومن طاق نے کہا آپ کے باپ آپ پر مشفق و مہربان تھے آپ کو خبر نہیں دی اس ڈر سے کہ اگر آپ قبول نہ کریں تو جہنم میں جائیں گے اور مجھے اس لئے خبر دی کہ اگر میں قبول کروں تو نجات پاؤں گا اگر نہ کروں تو جہنم میں داخل ہو جاؤں گا۔

اگر امامت کا سلسلہ ایسے ہی ہے تو کیوں امام زین العابدین نے اس اساس دین کو اپنے اس بیٹے سے مخفی رکھا۔ کہتے ہیں

امامت کے اس موجودہ تصور کو مومن طاق اور ہشام بن حکم متوفی ۱۷۹ ہجری نے ایجاد کیا تھا انہوں نے امامت کے بارے میں نص کو اس لئے ثابت کیا تا کہ ابوبکر، عمر اور عثمان مہاجرین وانصار کو سبّ وشتم کرنے کا جواز ملے ان سے پہلے کسی نے اس عقیدے کو نقل نہیں کیا تھا۔

مومن طاق کی امامت کے بارے میں تشہیر کی خبر جب ہارون رشید کے وزیر برمکی کو ملی تو اس نے ہارون رشید سے کہا ہشام کہتے ہیں روئے زمین میں آپ کے علاوہ بھی کوئی امام ہے۔ جب ہشام بن حکم سے اس بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا مجھے موسیٰ بن جعفر نے اس تشہیر کا حکم دیا ہے اس کے نتیجہ میں موسیٰ بن جعفر کو مہدی نے زندان میں ڈالا۔ جب مہدی نے امام موسیٰ بن جعفر کو رہا کیا اور ان سے عہد لیا کہ ہمارے خلاف قیام نہیں کریں گے تو امام نے کہا نہ یہ میرا کام ہے اور نہ ہی یہ میرے ذہن میں ہے۔ کہتے ہیں امام موسیٰ بن جعفر کے قید خانے میں جانے کا سبب یہی اقوال تھے جو ہشام نے از خود گھڑے تھے۔ چنانچہ کتاب شیعہ میں بعض روایات میں آیا ہے امام موسیٰ کاظم کا قتل ہشام کی حرکتوں کی وجہ سے ہوا ہے امام نے اسے منع کیا ایسی باتیں نہ کرے۔ یہ کچھ عرصہ اجتناب کرتا لیکن پھر دوبارہ شروع کرتا۔ امام نے اس سے فرمایا کیا تم خوش ہو کہ ایک مسلمان کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کرو تم میرے خون میں کیوں ہاتھ ڈالتے ہو اگر ایسی باتیں کرو گے تو یہ میرے قتل کے برابر ہے۔ امام رضا نے بھی ہشام کے بارے میں کہا اس نے میرے باپ کو قتل کیا۔ بعض کتابوں میں آیا ہے ہشام نے زندیقوں اور اہل حلول میں پرورش پائی کتاب کشی میں آیا ہے ہشام ابی شاکر کے غلاموں میں سے تھا اور ابی شاکر زندیق تھا۔ ہشام بن حکم مومن طاق جس نے اس فکر کی تشہیر کی انہی افراد نے تقیہ کو جعل کیا تقیہ یعنی جھوٹ جب یہ ایسی باتیں پھیلاتے تو اس کے برے نتائج نکلتے اور جب برے نتائج نکلتے تو یہ لوگ اپنی حرکتوں سے انکار کرتے تھے اور تقیہ کو ڈھال بناتے۔

آئمہ کا اپنے بعد امام پر وصیت کے ذریعہ نص کرنا:

قائلین ضرورت نص کا کہنا ہے ہر امام نے اپنے بعد کے امام پر نص کی ہے۔ اس سلسلے میں آئمہ طاہرینؑ کی وفات کے موقع پر کی گئی وصیتوں کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے آیا یہ وصیتیں اپنی سند اور متن کے حوالے سے اس مدعا کو ثابت کرتی ہیں یا نہیں۔

۱۔ ان روایتوں کے ناقلین کو شیخ کلینی سے لے کر جس امام سے نقل ہیں ان تک کے راویوں کے بارے میں تحقیق کرنے کی ضرورت ہے کیا یہ راویان صحیح راوی تھے کہ جن کی روایت پر اس اصل محکم کو استوار کر سکیں؟ یا یہ راویان اپنی جگہ غالی، جھوٹے اور مجہول الحال ہیں۔

۲۔ ان روایات کے متون کے بارے میں بحث کرنے کی ضرورت ہے، کیا روایت کا آغاز و وسط اور اختتام آپس میں ہم آہنگ ہے یا نہیں۔

۳۔ یہ روایت جو نص کے بارے میں نقل ہے وہ اپنی جگہ امامت، قیادت امت، حافظ شریعت کے عنوان پر نص ہے یا یہ نص اپنے گھر اور خاندان کے امورات سے متعلق ہے؟

اثنا عشریہ:

فرق امامیہ میں سے ایک اثنا عشری ہے انہیں اثنا عشریہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ ۱۲ اماموں کے منصوص من اللہ اور معصوم

ہونے کے معتقد ہیں یہ حضرات امام علیؑ کی خلافت بلافصل از پیغمبر سے لے کر ان کے دو فرزند امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور ان کے بعد امام زین العابدینؑ سے تسلسل کے ساتھ امام مہدی کی امامت کے معتقد ہیں۔ اثنا عشری فرقہ امامیہ کا چوتھا فرقہ ہے جو بارہ اماموں کے معتقد ہیں جن کا آغاز حضرت علیؑ سے ہوتے ہوئے امام مہدی پر ختم ہوتا ہے۔

اثناعشریہ کے بنیادی عقائد:

اثناعشریہ فرقے کے معتقدات وہی ہیں جو اسماعیلیوں کے ہیں ان کے نزدیک تمام اعتقادات کا مرکزی نقطہ یا محور امامت ہے۔ امامت ان کے نزدیک اصول دین میں ہے۔ وہ امام کو نبی انبیاء سے افضل اور برتر سمجھتے ہیں جیسا کہ سید ہاشم بحرانی صاحب تفسیر برھان نے اپنی حالت احتضار کے موقع پر اپنے شاگردوں کو اس بارے میں املاء دی جو ایک رسالے کی صورت میں آئی ہے جیسا کہ صاحب ریاض العلماء نے ان کی کتابوں کی فہرست میں ان کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ امامت کو نبوت سے بہتر و برتر گردانے کی توجیہ اور منطق وہی پیش کرتے ہیں جو اسماعیلیوں نے پیش کی ہے۔ امام معصوم ہوتا ہے۔ امام مہدی منتظر کے معتقد ہیں اور تقیہ کے معتقد ہیں۔

اثناعشریہ اپنے فرقے پر ان آیات سے استدلال کرتے ہیں۔

﴿ وَقَطَّعْنَاهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ أَسْبَاطًا أُمَمًا وَأَوْحَيْنَا ﴾ (سورۂ اعراف ۱۶۰) ﴿وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ ﴾ (آل عمران ۸۴) ﴿وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ ﴾ (بقرہ ۱۳۶) ﴿ أَمْ تَقُولُونَ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ ﴾ (بقرہ ۱۴۰) حوارین موسیٰ ابن عمران۔ ﴿ فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللهِ آمَنَّا بِاللهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴾ (آل عمران ۵۲) ﴿ إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يَاعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ ﴾ (مائدہ ۱۱۲) اور امامت نقباء ﴿ وَلَقَدْ أَخَذَ اللهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا ﴾ (مائدہ ۱۲) سے ثابت ہے۔

مائدہ ۱۲۔ اعراف ۱۶۰۔ توبہ ۳۶ کی رو سے شیعوں کے نزدیک امام معصوم ہونا چاہئے بصورت دیگر ان کی ہدایات تبلیغ وارشاد سے دین میں اختلاف پیدا ہوگا۔ یوں وہ نص امام کے ذریعے فتنہ اور اختلاف کے خاتمے پر یقین رکھتے ہیں۔

فرقہ اثناعشریہ کا دیگر فرقہ امامیہ کی تاریخ کے ساتھ مقابلہ اور موازنہ کرنے کے بعد واضح ہوتا ہے کہ یہ فرقہ اپنے امام سے ۲۶۰ ہجری سے منقطع ہونے سے لے کر صفویوں کی حکومت قائم ہونے تک ایک اقلیتی فرقوں میں شمار ہوتا تھا چنانچہ صاحب فرہنگ فرق اسلامی اور دیگر کتب فرق میں آیا ہے کہ ایران میں خدابندہ جو سلاطین تتاری کے آخری یا اہل خانی تک لوگ سنی العقیدہ تھے اور شیعہ امامیہ اسماعیلیہ زیدیہ اقلیت میں تھے اسماعیل خدابندہ نے ایران میں سنی المذہب کے مقابل میں شیعہ مذہب کو بطور رسمی اعلان کیا خدابندہ کے بعد صفوی آئے جو اعتقاداً اسماعیلی اور فقہاً حنفی تھے انہوں نے اثناعشریہ کا اعلان کیا لیکن ان کے اعلان کے بعد شیعہ اثناعشری نے کس حد تک فروغ پایا، یا پھر بھی اقلیت میں رہے یہ اپنی جگہ تحقیق طلب مسئلہ ہے ابھی بھی جو لوگ کہتے ہیں کہ اثناعشری اکثریت میں ہیں اسے آسانی سے تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

امام منصوص من اللہ ہوتا ہے ۔اس کامفہوم معنی یہ کرتے ہیں کہ اللہ ان ذوات میں حلول کرتا ہے یا یہ ذوات صعود وعروج کے ذریعے اپنی تمام خصوصیات بشری کو پیچھے چھوڑ کر ذات الوہیت میں ضم ہو جاتے ہیں اور صورت اتحاد پیدا کرتے ہیں اس لئے کہتے ہیں یہ ذوات مظہر ذات وصفات اللہ ہیں ان میں اور اللہ میں کوئی فاصلہ نہیں رہتا دوئیت نہیں ہوتی علم وقدرت احاطہ بر موجودات میں یگانگت ہوتی ہے چنانچہ امامت کے بارے میں توضیح وتفسیر کرنے والے بعض نوابغ عصر کے بیانات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

امامت از آیت اللہ جواد آملی:

آیت اللہ جواد آملی اپنی تفسیر موضوعی ج٦ ص۴۵۲ پر تحریر فرماتے ہیں: امامت بمعنی نبوت رسالت پیام آور زعامت و فرمانراوئی نہیں کیونکہ یہ منصب حضرت ابراہیم کو پہلے سے حاصل تھا یہاں معنی امام اس کے علاوہ اور چیز ہے ۔امامت یعنی لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنا عقیدہ اخلاق اعمال اس کی پیشوائی کے عقیدہ خلق واعمال سے منظم واستناد کریں۔

امام آشنائے ارادہ حق ہیں اور ارادہ حق امر ملکوتی ہے جو کلمہ کن سے تنظیم ہوتا ہے امامت یعنی ارادہ خدا کا دوسرا چہرہ خدا یعنی اللہ کا دوسرا چہرہ امام یعنی جلوہ ارادہ حق ۔یہ عبارت ہمارے ہاں معمول سے زیادہ رواج پا چکی ہے ۔اس جملے سے مماثل ہے جہاں کہا جاتا ہے پنجتن جب خلاصہ ہوتے ہیں تو اللہ بنتا ہے اور جب اللہ کھل جاتا ہے تو پنجتن بنتے ہیں۔

۴۵۸ پر تحریر فرماتے ہیں امام اللہ کے امر سے ہدایت کرتا ہے ۔امر اللہ سے ہدایت یعنی ہدایت تکوینی ہے یہاں ہدایت سے تعلیم وتزکیہ مراد نہیں ہے۔

امامت کے ابعاد: امام کون ہے اس کا وظیفہ کیا ہے امامت قرآن کی نظر میں چند بُعد رکھتی ہے ۔امام کیسے بنتا ہے۔ اسے کیسے پتہ چلتا ہے کہ وہ امام ہے اور اس کے کیا وظائف ہیں وہ کیسے ہماری ہدایت ورہبری کرسکتا ہے۔

آیت اللہ جواد آملی کے نبوغ فلسفی سے کون انکار کرسکتا ہے ایسے بزرگوں کے کلمات پر لب کشائی کرنے کی جرات صرف ان کی ہم پلہ ہستیوں کو ہی حاصل ہے ۔لیکن ہم اعتراف جہالت کے بعد اپنے ذہنی خلفشار کا اظہار کرنے کی اجازت چاہتے ہیں کیونکہ اس سے چشم پوشی سے عقیدہ دینی کی گرہیں ملنے کا خطرہ ہے ہمارا سوال ہے ہم ہدایت اور مذہب جبریت میں کیسے فرق کریں؟ سنیوں کو ایک طرف رکھیں کیونکہ وہ اس فیض ہدایت امام سے محروم ہیں لیکن خود شیعوں میں فاسقین ،وفاجرین وظالمین ،اور آپ جیسی ہستیوں میں تمیز کرنا بھی مشکل ہے یہاں امام نے کس کی ہدایت کی ہے اور کسے چھوڑا ہے۔

امامت از علامہ حلی:

آپ نے امامت کیلئے مندرجہ ذیل آیات سے استدلال کیا ہے:۔

آیت ولایت ۔مائدہ۵۵، آیت بلغ ۔مائدہ٦٧، آیت تطہیر ۔احزاب، آیت مودت ۔شوریٰ۲۳، آیت یشری نفسہ ۔بقرہ۲۰۷، آیت مباھلہ ۔العمران، آیت فتلقی آدم ۔بقرہ۳۷، آیت انی جاعلک ۔بقرہ۱۲۳، آیت الود ۔مریم۹٦، آیت الھادی ۔رعد۸، آیت السوال ۔صافات۲۴، آیت لحن القول محمد۳۰، آیت السابقة ۔واقعہ۱۰، آیت سقایة الحاج ۔توبہ۱۹، آیت مناجاة ۔نجم، آیت علی ماذا بعث الانبیاء ۔زخرف۴۵، آیت الا ذن للواعیة ۔الحاقہ۵، آیت صدق ۔زمر۳۳، آیت نصر ۔انفال٦۲، آیت من اتبعک ۔انفال٦۴، آیت المحبة ۔مائدہ۵۴، آیت الصدیقون ۔

حدید۱۹، آیت الذین ینفقون ۔بقرہ۲۷۴، آیت الصلاۃ علی النبی ۔احزاب۵۶، آیت مرج البحرین ۔رحمٰن۱۹، آیت علم الکتاب ۔رعد۴۳، آیت یوم لا یجزی ۔تحریم۸، آیت خیر البریۃ ۔بین۷، آیت ھو الذی خلق ۔فرقان ۵۴، آیت الصادقین ، والراکعین ۔توبہ۱۱۹، آیت اخوانا علی سرد ۔حجر۴۷، آیت المیثاق ۔اعراف۱۷۲، آیت صالح المومنین ۔تحریم۴، آیت الاکمال ۔مائدہ۵، آیت نجم ۔نجم۱، آیت افمن کان مومنا ۔سجدہ۱۸، آیت الشاھد ۔ہود۱۷، آیت الاستوا علی السوق ۔فتح۲۹، آیت یسقی بماء واحد ۔رعد۴، آیت من المومنین رجال ۔احزاب ۲۳، آیت ثم اورثنا الکتاب ۔فاطر۳۲، آیت اتباع ۔یوسف۱۰۸، آیت من العالم ۔رعد۴۰، آیت احسب الناس ۔عنکبوت۲، آیت مشاقۃ النبی ۔محمد۳۲، آیت صاحب الفضیلہ ۔ہود۳، آتی ذم من کذب النبی فی علی ۔زمر۳۲، آیت توکل ۔آلعمران۱۷۳، آیت کفایت ۔احزاب۲۵، آیت لسان الصدق ۔الشعراء۸۴، آیت التواصی بالصبر ۔العصر۲، آیت سابقون ۔توبہ۱۰۰، آیت البشارۃ ۔الحج۳۴، آیت من سبقت لھم الحسنی ۔انبیاء۱۰۱، آیت من جاء بالحسنۃ ۔انعام۱۶۰، آیت التاذین ۔اعراف۴۴، آیت الدعوۃ للولایۃ ۔انفال۲۴، آیۃ فی مقعد صدق ۔قمر۵۵، آیت کون علی شبیھا بعیسی ۔زخرف۵۷، آیت الامۃ الھادیۃ ۔اعراف۱۸۱، آیت تراھم رکعا ۔فتح۲۹، آیت ایذا المومنین ۔احزاب۵۸، آیت اولو الارحام ۔احزاب۶، آیت بشارۃ ۔یونس۲، آیت الاطاعۃ ۔نساء۵۹، آیت الاذان فی یوم الحج الاکبر ۔توبہ۳، آیت حسن لماب ۔رعد۲۹، آیت انتقام ۔زخرف۴۱، آیت الامر بالعدل ۔نحل۷۶، آیت سلام علی آل یاسین ۔صافات۱۳۰، آیت من اوتی کتابہ ۔رعد۴۳، آیت الاخوۃ ۔حجر۴۷، آیت لیغیظ بھم الکفار ۔فتح۲۹، آیت ام یحسدون ۔نساء۵۴، آیت نور ۔نور۵۳، آیت ولا تقتلوا ۔نساء۲۹، آیت وعد اللہ للمومنین ۔فتح۲۹، آیت الاسترجاع ۔بقرہ۱۵۷، آیت سوال ھل الذکر ۔نحل۴۳، آیت عم یتساءلون ۔نبا بقرہ۲۸ ص۶۲۔

جن آیات کو علامہ بزرگوار نے حضرت علی کی خلافت بلافصل کیلئے استدلال کیا ہے پتہ چلتا ہے یہ ان کے تحقیقاتی ثمرات نہیں بلکہ غالیوں کے غنڈوں کا ڈنڈورا اثر ہے جس طرح آج کے ہمارے قائدین اور عمائدین اپنے جیالوں کے فیصلوں کے سامنے بے بس ہیں۔

علامہ حلی کے بارے میں جو قصہ کہانیاں ان غالیوں نے گڑھی ہیں اگر آپ انہیں پڑھیں تو آپ کو اندازہ ہوگا ان غالیوں کی نظر میں اگر اماموں کا کوئی مقام ہے تو ان سے کمتر ہے کیونکہ انہوں نے حلی کی شان میں کہا قطب عالم امکان ۔لہٰذا ان کے استدلال کے سامنے چوں و چرا کرنے والے نا قابل معافی اور مستحق سزا ہیں ۔اس لیے کسی کو ان کے سامنے بات کرنے کی جرات نہیں ہوتی ۔ان کے استدلال کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی ۔گر چہ ان کا استدلال ان کی شخصیت کے نقص و عیب اور ان کی تحقیقات کے خلا کو دکھاتا ہے ۔آیئے ہم پہلے مرحلے میں علامہ حلی کے آیات سے استدلال کے بارے میں بات کرتے ہیں۔

۱۔انہوں نے جن ۸۰ سے زائد آیات سے علی کی خلافت بلافصل پر استدلال کیا ہے ان میں سے ایک آیت میں بھی آیت کے کلمات سے خلافت و شخصیت مولا امیر المومنینؑ کی طرف اشارہ نہیں ملتا ۔ان تمام آیات میں علامہ بزرگوار نے شان نزول کے بارے میں وارد روایات کے توسط سے استدلال کو استدلال بہ آیت کہا ہے ۔آیات و سورہ کی نشاندہی قارئین خود

ملاحظ فرمائیں۔

۲۔خود شان نزول کے بارے میں بھی بحث کرنے کی ضرورت ہے۔کیونکہ یہ مسئلہ طے شدہ نہیں کہ شان نزول کے بارے میں تمام روایات متفق علیہ ہیں یہاں بھی افراط تفریط ہوئی ہے۔بعض نے ہر آیت کیلئے شان نزول بتایا ہے اور بعض نے شان نزول کا سرے سے ہی انکار کیا ہے بعض نے کہا حق وانصاف یہ ہے کہ اگر آیات قرآن شان نزول تک محدود رہیں گی تو امیر المومنین کے بارے میں آیات شان نزول کے بعد نا قابل عمل ہو جائیں گی گویا ان آیات کا ۱۴۰۰ سال میں انتقال ہوگیا ہے کیونکہ یہ امیر المومنینؑ سے مخصوص تھیں۔شان نزول کوتسلیم کرنے والوں کیلئے بھی یہ بات قابل قبول نہیں کیونکہ کثیر شان نزول آیات سے متصادم ہیں۔

۳۔شان نزول کی روایات مرسلات ہیں لہٰذا محض کسی کے نقل کرنے پر اکتفاء نہیں کرنا چاہئے۔انہوں نے اپنے مدعا کے ثبوت میں جس طرح سے آیات کو پیش کیا ہے اس سے محسوس ہوتا ہے علامہ بزرگوار اس فکر کے حامل ہیں۔

دوسری دلیل منصوصیت کیلئے وہ روایات فضائل معجزات ہیں۔روایات کو آیات سے ملانے کے بعد نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے۔

۴۔قرآن کریم انسانی زندگی کیلئے نظام حیات نہیں بلکہ یہ قرآن صرف امام علیؑ کے فضائل اوران کے دشمنوں کی مذمت کیلئے نازل ہوا ہے۔کائنات میں کسی انسان نے ایمان وعمل اور تقویٰ و جہاد کے میدان میں جتنی بھی کوشش کی ہو وہ کسی مقام ومرتبے تک نہیں پہنچ سکتا۔لہٰذا کوشش کے نتیجے میں کسی مقام کو پانے کی دلیل میں کوئی آیت نہیں رہے گی۔کیونکہ علامہ بزرگ کی فکر کے تحت یہ تمام آیات مخصوص بہ امیر المومنینؑ ہیں۔اس سے زیادہ افسوسناک صورت حال یہ ہے سات صدیاں گزرنے کے بعد کتاب نہج الحق اور رسالہ عملیہ اعتقادیہ علامہ حلی ہے جس پر کسی کو حاشیہ لگانے کی اجازت نہیں اور اگر کسی نے یہ غلطی کی تو یہ ایک نا قابل معافی جرم ہوگا۔

امامت از نظر آیت اللہ طباطبائی:

انی جاعلک للناس اماما

امام مقتدی یقتدی بہ الناس،ویتبعونک فی اقوالک افعالک،فالامام ھو الذی یقتدی ویأتم بہ الناس،ولذلک ذکر عدۃ من المفسرین أن المراد بہ النبوۃ،لأن النبي یقتدی بہ امتہ فی دینیھم،قال تعالیٰ:﴿ قُلْ مَنْ يُنَجِّيكُمْ مِنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً لَئِنْ أَنجَانَا مِنْ هَذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنْ الشَّاكِرِينَ﴾(نساء۶۳)

صاحب میزان فرماتے ہیں:بتفسیر درست نہیں امامت غیر نبوت غیر رسالت،ریاست امور دین ودنیا ہے۔

النبوۃ معناھا تحمل النباء من جانب اللہ،والرسالۃ معناھا تحمل التبلیغ،والمطاعیۃ والاطاعۃ قبول الأنسان ما یراہ أو یأمرہ غیرہ وھو من لوازم النبوۃ والرسالۃ،والخلافۃ نحو من النیابۃ،وکذلک الوصایۃ،والرئاسۃ نحو من المطاعیۃ وھو مصدریۃ الحکم في الاجتماع وکل ھذہ المعانی غیرہ الأمامۃ التي ھي کون الأنسان بحیث یقتدی بہ غیرہ بأن یطبق أفعالہ وأقوالہ علی أفعالہ وأقوالہ علی أفعالہ وأقوالہ بنحو التبعیۃ،ولا معنی لأن یقال لنبي من الأنبیاء مفترض الطاعۃ اني جاعلک للناس نبیاً،أو مطاعاً فیما تبلغہ بنبوتک،أو تأمر وتنھي في

النبین،أو وصیاً،أو خلیفة فی الأرض تقضي بین الناس فی مرافعاتھم بحکم الله

صاحب میزان فرماتے ہیں ہم نے کلام اللہ میں پایا ہے کہ جہاں جہاں کلمہ امامت آیا ہے وہاں ہدایت کا ذکر ہے﴿ وَ جَعَلْناهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنا وَ أَوْحَيْنا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْراتِ وَ إِقامَ الصَّلاةِ وَ إِيتاءَ الزَّكاةِ وَ كانُوا لَنا عابِدِينَ " اور ہم نے ان سب کو پیشوا قرار دیا جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ان کی طرف کارِ خیر کرنے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وحی کی اور یہ سب کے سب ہمارے عبادت گزار بندے تھے"﴾(انبیاء ۷۳) ﴿ وَ جَعَلْنا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنا لَمَّا صَبَرُوا وَ كانُوا بِآياتِنا يُوقِنُون " اور ہم نے ان میں سے کچھ لوگوں کو امام اور پیشوا قرار دیا ہے جو ہمارے امر سے لوگوں کی ہدایت کرتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے صبر کیا ہے اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے'' ﴾ (سجدہ ۲۴) اس آیت میں ہدایت کے ذکر کے بعد اس کی قید فرمائی **یهدون بامرنا** یہاں ہدایت سے مراد مطلق ہدایت نہیں بلکہ وہ ہدایت ہے جو اللہ کے امر سے واقع ہوتی ہے اس آیت میں امر ملکوت سے لیا ہے جو خلق کا ایک چہرہ ہے خلاصہ کلام امام ہادی وہ ہے جو ہدایت، امر ملکوتی سے کرتا ہے امامت ایک ہدایت باطن ہے لوگوں کیلئے ان اعمال میں اس ہدایت کا امر خدا سے ایصال مطلوب ہے مجرد ارائیہ طریق نہیں جو کہ صرف شان نبی ورسول اور ہر مومن عادی کرتا ہے یہاں ہدایت سے مراد نصیحت موعظہ نہیں۔

امامت از نظر مصباح یزدی:

ا۔نبی کریمؐ کی رحلت کے بعد کون اس مقام پر جاگزیں ہوگا۔

اس حوالے سے شیعہ نظریہ ذیل میں درج ہے:

ا۔امام اللہ کی طرف سے منصوب ہوتا ہے۔

۲۔اللہ کی طرف سے دیئے گئے علم کا حامل ہوتا ہے۔

۳۔معصوم از گناہ ہوتا ہے، چونکہ معصوم کی پہچان ممکن نہیں اس لئے کہتے ہیں امام منصوص من اللہ ہونا چاہئے۔

۴۔امام کیلئے سوائے نبوت ورسالت کے باقی تمام خصوصیات پیغمبر اکرمؐ کا حامل ہونا ضروری ہے۔

نبی کریم کی وفات سے وحی نبوت منقطع ہوئی اس مقام پر کوئی جانشین نہیں یہ سلسلہ ہمیشہ کیلئے ختم ہوا اور موضوع باقی نہیں رہا لیکن نبی کریمؐ کا وہ مقام یعنی امور دینی اور تدبیر امور دنیا باقی ہے ان مقامات کیلئے جانشینی کی ضرورت ہے شیعہ کہتے ہیں اس منصب کو سنبھالنے والا بھی خدا کی طرف سے منصوب ہونا چاہئے لہٰذا کہتے ہیں جانشینی کا تعین پیغمبر اکرمؐ کی ذمہ داری نہیں تھی۔

آپ کتاب راہنماشناسی کے ص ۴۰۸ پر تحریر فرماتے ہیں نبی کریمؐ کی وفات کے بعد وحی نبوت ختم ہوئی لیکن وحی الہام یا وحی تحدیث اپنی جگہ باقی ہے جسے شیعہ سنی دونوں قبول کرتے ہیں لہٰذا پیغمبرؐ کا نائب پیغمبرؐ کی نبوت کا نائب نہیں کیونکہ نبوت ختم ہو چکی ہے لیکن پیغمبرؐ کی نبوت ختم ہونے کے بعد امور دینی اور تدبیر بہ امور دنیا معطل نہیں بلکہ اپنی جگہ باقی ہے اس جگہ کو کسی نے پُر کرنا ہے۔شیعوں کا کہنا ہے اس پر کسی ہستی کا خدا کی طرف سے معین ہونا ضروری ہے یہ تعین پیغمبرؐ اپنی طرف سے نہیں کر سکتے ہیں بلکہ یہ خدا کی طرف سے معین ہوتا ہے لہٰذا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ پیغمبرؐ اپنی جانشینی کیلئے کسی کو نامزد کریں یہ پیغمبرؐ کا کام ہی نہیں بلکہ اس کا تعین خود اللہ تعالیٰ نے کرنا ہے۔امور اجتماع کی تدبیر کی ذمہ داری جو پیغمبرؐ پر

تھی وہ امام پر بھی ہے لہذا ضروری ہے اللہ پیغمبرؐ کے بعد کسی کو نامزد کرے جو ان امور دین و دنیا کو چلائے جبکہ اہل سنت اس نظریے کو نہیں مانتے۔ پیغمبر اکرمؐ کے بعد اس مقام کے حوالے سے شیعہ سنی کے درمیان اختلاف ہے یہاں سے دین وسیاست میں تفکیک اور انحراف کا راستہ نکالا ہے۔

آیت اللہ یزدی اسی کتاب کے ص ۲۱۲ پر لکھتے ہیں مسئلہ میں محل نزاع تین کلمات ہیں۔

۱۔ جانشین پیغمبر ۱۲ ہیں جو اللہ کی طرف سے منسوب ہوئے ہیں۔

۲۔ امام نقل حدیث نہیں کرتے، قال رسول اللہ نہیں کہتے بلکہ قال اللہ کہتے ہیں لہذا ان کا کلام حجت ہے۔ اس کے تحت بچہ بھی امام ہے چاہے وہ شکم مادر میں ہی کیوں نہ ہو' یہاں پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ فرق صرف وحی نبوت میں ہے لیکن دوسری صورت باقی ہے، جسے اصطلاح میں الہام کہتے ہیں یا بعض احادیث کے تحت تحدیث کہتے ہیں۔

امامت کے تعین میں امام منصوص من اللہ ہونا ضروری ہے۔ نبوت کے علاوہ دیگر مناصب نبی کے بعد باقی ہیں۔ قارئین محقق طوسی نے کہا ہے یہ اسماعیلیوں اور غالیوں کا عقیدہ ہے۔ جبکہ ان نامور علماء بزرگ نے بغیر کسی حاشیہ اقوی احوط کے ان عقائد کو من وعن عقیدہ اثنا عشری میں گنا ہے ان ذوات نے ہمیشہ سے عوام الناس کو یہ باور کروایا ہے کہ اصول دین میں تقلید نہیں اس میں انسان کو از خود تحقیق کرنی چاہئے لیکن جو تقلید انہوں نے ساتھویں ہجری سے اب تک چلا رکھی ہے وہ تقلید فقہ سے کہیں بدتر ہے کیونکہ رسالۃ عملیہ فقہا میں اقوی احتیاط وجوبی احتیاط مستحب نظر آتا ہے، لیکن بہت افسوس اور حسرت ہے کہ شیخ طوسی کے سو سال گزرنے کے بعد ابن ادریس نے ان کی تقلید کو ختم کیا لیکن نصیر الدین طوسی کے رسالۃ اصولیہ پر بڑے بڑے نامور فلاسفہ نے ابھی تک دو سطروں کا حاشیہ تک نہیں لگایا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا علماء وفقہا کے نظریات پر دوسرے علماء وفقہا کو اپنا نظریاتی حاشیہ لگانے کا حق حاصل نہیں۔ یا پھر تنہا ان کے دعویٰ پر اعتماد کرنا ضروری ہے۔

آیت اللہ مصباح یزدی ضرورت امامت کے بارے میں فرماتے ہیں وفات نبی کریم سے نبوت کے ساتھ وحی نبوت منقطع ہوئی لیکن الہام تحدیث نفس کا سلسلہ باقی ہے لیکن قرآن کریم کی آیات اور سنت نبوی سے کوئی مثال پیش نہیں کی شاید آیت اللہ یزدی نے احادیث قدسی عرفاء میں یہ مطالب دیکھے ہوں گے، جہاں صفویوں اور عرفاء کے بزرگان کے اقوال مدت گزرنے کے بعد حدیث قدسی میں شامل کئے جاتے ہیں کیونکہ پیروں کے کلمات کو بطور رجحت کوئی نہیں قبول کرتا دوسری طرف قول رسول اللہؐ کے تسلسل کیلئے راوی ضروری ہے لہذا احادیث قدسی میں جمع کر کے پرانے قلمی نسخے کے طور پر دھوکہ دیتے ہیں۔

اس سلسلے میں ہم ان بزرگان کو ایک ناقص مشورہ دے سکتے ہیں کہ وہ اس نظریے کا کہ امامت وقیادت امت منصوص من اللہ ہوتی ہے کا اجتماع عام میں اعلان کریں اور کہیں آپ لوگوں کی رائے کی کوئی حیثیت نہیں ہم پر کوئی احسان نہیں بلکہ ہم من جانب اللہ آپ پر مسلط ہوئے ہیں پھر دیکھیں شیعیان علی آپ لوگوں کو کیا جواب دیتے ہیں۔

ہمارا مدعا یہ ہے کہ جس امت کی قیادت ورہبری امن و جنگ جمعہ و جماعت اخذ حقوق اور بذل حقوق فصل خصومات رفع نزاعات مراسلۃ ومعاہدہ اعلان واختتام نبی کریم فرما رہے تھے جس دن آپ امت کی نظروں سے غائب ہوئے آپ اور امت کے درمیان دیوار حائل ہوگئی تو ان امورات کا اجراء ونفاذ کس کی قیادت ورہبری میں انجام پائے گا۔ پہلے زمانے

میں امت کی اطاعت ونافرمانی کا امتحان ہورہا تھا اب امام کا امتحان ہوگا آئندہ زمانے میں اس امت کا کیا حشر ہوگا جنگوں میں سرخرو ہوکر واپس آئیں گے یا شرمندگی ان کا مقدر رہوگی امام وامت کے تمام نشیب وفراز میں اس نکتے کا کردار رہوگا کہ نبی کی جگہ پر ایک قابل لائق جانشین جاگزین کرنے کیلئے کون سا طریقہ صحیح ہے اور اس کی کیا شرائط درکا رہونگی۔ جس امام کی تعریف آپ کرتے ہیں وہ اس عالم کی قیادت ورہبری کی بات نہیں کرتے وہ تو باطن سے امامت ورہبری کرتے ہیں اور اس وقت شکست خوردہ مظلوم ومقہور مسلمانوں کی قیادت کے ساتھ ظالمین اور مظلومین کی امامت کررہے ہیں لہٰذا ہماری اور آپ کی بحث کا مرکز ومحور ایک دوسرے سے مختلف ہے یہاں انزاع لفظی نہیں ہے۔

امامت از نظر آیت اللہ محسن آرا کی:

عصر حاضر کی ایک شخصیت آیت اللہ شیخ محسن آرا کی نے ’’نظرية النص على الامامة في القرآن الكريم‘‘ کے نام سے ایک کتابچہ تالیف کیا ہے جسے مجمع عالمی اہل بیت نے نشر کیا ہے اس کی تمہید میں آپ لکھتے ہیں: موضوع امامت اسلام میں تنہا بحث عقائد میں سے نہیں بلکہ مفہوم اسلام تحدید وتعین اور تطبیقی نمونہ ہے نظریہ نص انسان کی حیات فردی اجتماعی کو رب سے مربوط کرنے کے ساتھ اس کی تمام حرکات اختیاری پر بھی احاطہ رکھتا ہے۔ آپ کی طرف سے بحث کی تفصیلی وضاحت کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے امامت کا یہ عقیدہ اہل غلو اور اسماعیلوں کے اس عقیدے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ بشری شکل وصورت میں بنام امامت بشر کی ہدایت ورہبری کرتا ہے کے مماثل ہے۔ انہوں نے اس سلسلے میں جن آیات سے استدال کیا ہے وہ تمام آیات الوہیت سے مربوط ہیں۔

امام منصوص من اللہ ہونے کے بارے میں جن آیات سے استناد کیا ہے ان کی پہلے ایک تقسیم بندی کی ہے اور پھر ہر نوع میں وارد آیات کو پیش کیا ہے۔

۱۔ آیت انحصار ولایت اللہ کیلئے: ﴿وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾ (شوریٰ ۹) ﴿وَإِذْ نَادَى رَبُّكَ مُوسَى أَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ (شوریٰ ۱۰) ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾ (مائدہ ۵۵) ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْغَالِبُونَ﴾ (مائدہ ۵۶)

۲۔ قرآن میں امامت کا مقام توحید کے برابر: ﴿إِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللهِ فَقَدِ افْتَرَى إِثْمًا عَظِيمًا﴾ (نساء ۴۸) ﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ (حدید ۲۵) ﴿وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِيبَ لَهُ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ﴾ (شعراء ۱۶) ﴿وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ (شعراء ۵۲) ﴿فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ﴾ (بقرہ ۲۴) ﴿وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ

رَفِيقًا ﴾(نساء۶۹)

۳۔آیات امر: ﴿ وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتَى بَلْ لِلَّهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا أَفَلَمْ يَيْأَسِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيعًا وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُمْ بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةٌ أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِنْ دَارِهِمْ حَتَّى يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴾(رعد۳۱) ﴿ إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَکَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴾(اعراف۵۴) ﴿ إِيَّاکَ نَعْبُدُ وَإِيَّاکَ نَسْتَعِينُ ﴾(حمد۵)

۴۔آیات تحکیم: ﴿ قُلِ اللَّهُ يُنَجِّيكُمْ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنْتُمْ تُشْرِكُونَ ﴾(انعام۶۴) ﴿ قُلْ إِنِّي عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي وَكَذَّبْتُمْ بِهِ مَا عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ ﴾(انعام۵۷) ﴿ قُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا لَهُ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَبْصِرْ بِهِ وَأَسْمِعْ مَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا يُشْرِکُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا ﴾(کہف۲۶) ﴿ فَلَا وَرَبِّکَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوکَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾(نساء۶۵)

۵۔آیات الملک: ﴿ قُلِ اللَّهُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِي الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِکَ الْخَيْرُ إِنَّکَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾(آل عمران۲۶) ﴿ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَنَّى يَكُونُ لَهُ الْمُلْکُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْکِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴾(بقرہ۲۴۷) ﴿ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْکُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴾(بقرہ۱۰۷) ﴿ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيکٌ فِي الْمُلْکِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا ﴾(اسراء۱۱۱) ﴿ تَبَارَکَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْکُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾(الملک۱) ﴿ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ، مَلِکِ النَّاسِ ﴾(الناس۱،۲)

۶۔آیات الولایۃ: ﴿ قُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا لَهُ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَبْصِرْ بِهِ وَأَسْمِعْ مَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا يُشْرِکُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا ﴾(کہف۲۶) ﴿ وَإِنَّ رَبَّکَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴾(شوریٰ۹) ﴿ وَكَذَلِکَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ وَلِتَسْتَبِينَ سَبِيلُ الْمُجْرِمِينَ ﴾(انعام۵۵) ﴿ قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قُلْ لَا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ﴾(انعام۵۶)

۷۔آیات طاعۃ ﴿ مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّى فَمَا أَرْسَلْنَاکَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ﴾(نساء۸۰) ﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُزَكُّونَ أَنْفُسَهُمْ بَلِ اللَّهُ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴾(نساء۴۹) ﴿ وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ

الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا﴾(نساء ۸۳)

۸۔آیات اختیار: ﴿وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَى فَارِغًا إِنْ كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِ لَوْلَا أَنْ رَبَطْنَا عَلَى قَلْبِهَا لِتَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾(قصص ۱۰)﴿فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَعْلُومٍ﴾(شوریٰ ۳۸)﴿وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِلَى اللهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ﴾(العمران ۱۰۹)﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللهِ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾(قصص ۶۸)

۹۔آیات الایتا: ﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَنَّى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾(بقرہ ۲۴۷)﴿قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾(العمران ۲۶)﴿وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا﴾(نساء ۴)﴿قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ قُلِ اللهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمَّنْ لَا يَهِدِّي إِلَّا أَنْ يُهْدَى فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ﴾(یونس ۳۵)﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾(نساء ۸۲)﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾(نساء ۵۹)﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا﴾(نساء ۸۳)﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً وَاللهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾(توبہ ۱۶)﴿قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾(شوریٰ ۲۳)﴿وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾(بقرہ ۱۲۴)

ان کی کتاب ''نظریہ النص علی الامامۃ فی القرآن کریم ''جدید عربی کے ساتھ فلسفیانہ انداز میں لکھی گئی ہے لہٰذا ان کے نظریات کو پیش کرتے وقت یہ اندیشہ رہتا ہے کہ کہیں نقل مطالب میں خیانت نہ ہو جائے لیکن کتاب کے عرض ناشر میں اس نظریہ کو سمجھنے کیلئے جو تمہید بیان کی گئی ہے اس نے ہمارے لئے اس کتاب کو سمجھنے کا دروازہ کھولا جسے ہم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

آیت اللہ محسن آراکی کی مسئلہ امامت پر تحقیقات اور اس کے مقام اور حیثیت کے بارے میں یہ مقولہ معروف شہرستانی سے نقل کیا ہے ماسل سیف فی الاسلام علی قاعدۃ دینیہ کما سل فی الامامۃ وما اریقت من دما آیت اللہ اراکی پھر فرماتے ہیں اس کا واحد سبب فہم امامت میں خلل ہے آپ نے فہم امامت میں خلل کو دور کرنے کے ساتھ اس کے طریقہ تعین پر بھی روشنی ڈالی ہے اور یہ نکتہ بھی کشف کیا ہے کہ دین میں مقام امامت مقام توحید کے برابر ہے لہٰذا یہ من

عنداللہ نصب ہونا چاہئے۔

ہمیں آیت اللہ محسن اراکی کی شخصیت علمی کے بارے میں معلومات اس کتاب کے عرض ناشر سے میسر ہوئی ہیں جس کے مطابق آپ نجف اور حوزہ علمیہ قم کے دو اساطین عملاق کی شاگردی کا شرف رکھتے تھے یعنی حضرت آیت اللہ شہید باقر الصدرؒ اور امام راحل حضرت آیت اللہ امام خمینیؒ۔

محسن آراکی نے امامت کے بارے میں انتہائی دقیق فلسفی بحث کی ہے اس پر عمل ہونا تو دور کی بات ہے اسے فلسفہ کے طالب علم بھی نہیں سمجھ سکتے شاید امامت کا جو تصور ان بزرگان نے دیا ہے وہ شہید باقر الصدرؒ اور امام خمینیؒ کی نظروں سے بھی نہیں گزرا ہوگا اور میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں نہیں گزرا' کیونکہ امام خمینیؒ ہمیشہ فرماتے تھے مجھے اس ملت نے بنایا ہے بہتر ہوا ان کا نظریہ امام کے بعد وجود میں آیا کیونکہ اگر پہلے وجود میں آتا تو امام کے دعویٰ جمہوریت کیلئے سخت صدمہ ہوتا کیونکہ حل وعقد پر اختیار رکھنے والا خلیفہ دو مفروضے میں سے ایک مفروضے پر قائم ہیں۔

آیت اللہ محسن آراکی کے امامت منصوص من اللہ کے بارے میں ان آیات کثیرہ سے استدال دیکھنے کے بعد ہمارے اور دیگر اذہان میں مندرجہ ذیل سوالات کے پیدا ہونے کو خارج از امکان قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ اس بارے میں غور وخوض کے بعد بہت سے شکوک وشبہات جنم لے سکتے ہیں۔

۱۔ آیت اللہ محسن آراکی جن ذوات کی شاگردی پر ناز کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں ہمیں یہ حکومت ملت نے دی ہے۔ جسے امام خمینیؒ اور ولایت فقیہ مجموعہ آثار ج۴ ص۷۹ پر ذکر ہے ((ما بنا نداریم که یك تحمیلی بر ملتمان بکنیم،اسلام به ما اجازه نداده است دیکتاتوری بکنیم،ما تابع آرای ملت هستیهم،ملت هر طور رأی داد ما هم از آن تبعیت می کنیم.))

ویا((جمهوری اسلامی،حکومتی است متکی بر آرای عمومی ،مراد از جمهوریت تکیه بر آرای اکثریت مردم است،از آن جا که حق تعیین سر نوشت به دست خود ملت است،حتی نوع حکومت پشنهادی:یعنی جمهوری اسلامی نیز به رفراندوم گناشته می شود.))

ویا((میزان رأی ملت است.))

به نظر ما اینپندار باطل است،چرا که همه این فرمایش های امام درباره نقش مردم از منظر کار آمدی ومقبولیت رأی مردم قابل ارزیابی است:به این معنا که حکومت علاوه بر بر خورد دارای مشروعیت الهی (نصب) مستلزم مقبولیت مردمی نیز می باشد:به عبارت دیگر،حکومت اسلامی با پشتوانه مقبولیت مردمی قابل تحقق بوده ورأی ملت از این جهت که به حکومت اسلامی فعلیت وعینیت مه بخشه،دارای اهمیت است.

امامت از نظر آیت اللہ محمد مہدی آصفی:

عصر حاضر کی ایک نامور شخصیت آیت الله شیخ محمد مهدی آصفی ہیں۔ نجف میں ہم آیت اللہ مہدی آصفی کے ہفتے وار اسلام شناسی کے درس میں شرکت کرتے تھے ان کے کلیہ اصول دین بغداد اور کلیہ فقہ کے نوٹ حاصل کرنے کیلئے منت ساجت کرتے اور ان کی تالیفات فوراً خریدتے۔ ان کی کتاب "**مدخل الی دراسة تشریع اسلامی**" کو ہم نے نجف میں کئی دفعہ

پڑھا لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کے مندرجات کو من وعن سمجھا لیکن کتاب کی فہرست موضوعات دیکھ کر ہمیں یہ کتاب پسند آئی تو ہم نے دارالثقافۃ اسلامیہ کی تاسیس کے بعد ان کی اس کتاب کا ترجمہ کیا ہم انہیں شہید باقر الصدرؒ کے باز وراست سمجھتے تھے ۔ میں ان کے مقام شامخ کا اعتراف کرتا ہوں لیکن ان کی تالیفات میں پائی جانے والی زور گوئی ہمارے لئے قابل ہضم نہیں ۔

آپ کی لغت میں مداخلت میرے لیے حیران کن واقع ہوئی جہاں آپ نے کلمہ اہل بیت کے لغوی معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا اہل لغت بیوی کو اہل بیت میں شامل نہیں کرتے کسی کلمہ کے لغوی معنی میں دخالت ایک خیانت ہے ۔ انسان اصطلاحی معنی میں مداخلت کرسکتا ہے آپ یہ کہہ سکتے تھے کہ آیت تطہیر میں روایات کے مطابق اہل بیت سے مراد یہ ذوات ہیں لیکن یہ کہنا لغت میں زوجہ اہل بیت میں شامل نہیں ہے ایک تعصب ہے ۔ لیکن میرا کاسہ صبر اس وقت لبریز ہوگیا جب میرے ہاتھ میں آپ کی کتاب "**مدخل الی دراسته الغدیر** " آئی اس میں آپ نے بعض سنیوں کی طرف سے بزور طاقت وقدرت حاصل کی گئی حکومت کے جواز پر طنز کیا ہے کہ یہ لوگ ایسی حکومت کو بھی جائز سمجھتے ہیں ۔

۱۔امامت بزور طاقت وقدرت بھی جائز ہے:

آیت اللہ آصفی فرماتے ہیں :اہل سنت والجماعت کے فقہا کا کہنا ہے انسان طاقت وقدرت کے ذریعے ایک نظام کو ہٹا کر خود اس پر قابض ہوسکتا ہے یہاں کسی بیعت کی دوبارہ ضرورت نہیں رہتی کیا ایسی خلافت جو بزور طاقت وقدرت حاصل کی جائے شرعی ہوسکتی ہے ۔

اِنَّهُ لا حُكْمَ اِلَّا لِلهِ،وَلٰكِنَّ هٰؤُلاءِ يَقُو لُونَ:لا اِمرَةَ اِلَّا لِلهِ،وِانَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ اَمِيرِ بَرٍّاَوْفاجِرٍ يَعْمَعُ بِهِ الْفَيْءُ،وَيُقَاتَلُ بِهِ الْعَلُوُّ،وَتَأْمَنُ بِهِ السُّبُلَ،وَيؤْ خَذُبِهِ لِلضَّعِيفِ مِنَ الْقَوِيِّ،حَتّىٰ يَسْتَرِيحَ بَرٌّ،وَيُسْتَرَاحَ مِنْ فَاجِرٍ .(خطبه۴۰)

لیکن خود غالیوں اور اسماعیلیوں کی استبدادیت آمریت سے پُر بلکہ انہوں نے بدتر حکومت پر تاج امامت رکھا ہے اور اس پر نظام امامت کو کھڑا کیا ۔ ایسی امامت وقیادت کی قرآن اور نہ سنت میں کوئی سند مثال نہیں ملتی ہے جس کے آپ حامی ہیں اور ان کے بارے میں لب کشائی سے گریز کرتے ہیں ۔ اور غیر ملموس اور منظور طریقے سے ان کی حمایت کرتے ہیں لیکن اعتراض اشکال کے موقع پر اپنی برأت کا اعلان کرتے ہیں انھوں نے غالیوں کے نظریہ امامت کو جس طرح سے پیش کیا اس کی عملی تطبیق شاہان وسلاطین کے نظام عسکریت میں ملتی ہے یہ تصور فہم اسلام کے وضو کو توڑتا ہے ۔

علامہ آصفی کی اثبات ضرورت نص کیلئے لوگوں کی رضایت ورضامندی کو یکسرہ رد کرنا تاریخ عقلاء عالم ماضی وحاضر کے خلاف ہونے کے علاوہ خلاف نص قرآن اور سنت رسول ہے ۔ نبی کریم کی حکومت اسلامی کی ابتدائی سنگ بنیاد میں بیعت عقبہ اولی دوم کے بعد میثاق مدینہ، بیعت رضوان کا ذکر ملتا ہے یہ اپنی جگہ اس بات کی دلیل ہے کہ دین اسلام استبداد آمریت کو مسترد کرتا ہے حضرت علیؑ نے اپنی خلافت سے استناد بیعت لینے پر اصرار سے کیا ہے ۔

آپ نظریہ منصوص من اللہ کے مفسر ہیں، آپ نے اپنی تازہ ترین تصنیف "**المدخل الی دراسته النص الغدیر** "میں امامت کے بارے میں مسلمانوں کے درمیان رائج نظریات پر بحث وتمحیص پیش کی ہے ۔

نظریہ اختیار:

۲۔خلافت کا دوسرا طریقہ نظریہ اختیار ہے جو اہل حل وعقد کی بیعت سے تحقق پذیر ہوتا ہے ۔

اہل حل وعقد کی بیعت سے حاصل شدہ امامت تمام اہل سنت کے نزدیک مقبول ترین نظریہ ہے ۔ لیکن کیا اہل حل وعقد کی

بیعت سے حکومت مشروع ہو جاتی ہے اس بارے میں قرآن وسنت میں ہمیں کوئی اثر نہیں ملتا۔ اس نظریہ کو عصر جدید میں جمہوریت (ڈیموکریسی) کہتے ہیں، اس قسم کی امامت کے بارے میں کوئی سند نصوص کتاب وسنت میں ہمیں نہیں ملتی۔ جب معلوم ہوا امامت وقیادت امت کا اپنی طرف سے انتخاب کرنا صحیح نہیں تو انہوں نے ایک اور نظریے سے تمسک کیا ہے۔

نظریہ تفویض:

جب ثابت ہو جائے کہ انسان اپنی تقدیر کا از خود فیصلہ نہیں کر سکتا تو یہ مفروضہ سامنے آتا ہے اگر خدا کی طرف سے انہیں یہ حق سونپا جائے اور وہ خدا کے دیئے گئے حق انتخاب سے حاکم انتخاب کر سکتے ہیں لیکن یہاں اس حق کو ثابت کرنا بھی ضروری ہے اور اگر یہ ثابت ہو جائے تب یہ انتخاب صحیح ہوگا۔ اسلام ان دونوں نظریوں کو مسترد کرتا ہے کہ آپ کہیں انسان آزاد ومختار ہے اپنے مسائل خود حل کر سکتا ہے یا اللہ نے اسے حق دیا ہے اسلام میں انسان کو یہ سیادت وآقائیت حاصل نہیں کہ وہ اپنے لیے قانون وضع کرے نہ اللہ نے انہیں یہ حق تفویض کیا ہے اور نہ حق انتخاب حاکم دیا ہے وہ ان کے مسائل کو خود حل کرتے ہیں۔

امامت منصوص من اللہ کی تفسیر میں محقق طوسی نے کہا ہے یہ غالیوں اور اسماعیلوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کبھی نبوت کے نام سے کبھی امامت کے نام سے بشری شکل وصورت میں خود ہدایت خلق فرماتے ہیں محقق طوسی بڑے نامور فلسفی ہیں لیکن ہماری سمجھ میں ان کی یہ تفسیر واضح نہیں ہوئی۔

آپ اور دیگر اکابر علما بقدیم وحاضر کے فہم آیات متشابہات میں سبقت وابتکار عرق ریزی کی وجہ سے امامت کبھی عملی جامہ نہیں پہن سکی۔ اس کے بالمقابل عصر حاضر کے سیاستمداروں کی کوشش رہی ہے کہ ممالک اسلامی میں برسر اقتدار افراد کیلئے وضع کردہ پابندیوں میں ترامیم کر کے اپنے مطلوب مقصود امام کو برسر اقتدار لائیں جس میں قیمتی ضیاع بھی ہو جائے تو کوئی بات نہیں۔ دوسری طرف گرامی قدر آیت اللہ عظام نے اپنے دین وملت کی رہبری کیلئے سخت پابندیاں عائد کر کے اسے محال بنایا ہے۔ ان دونوں گروہوں میں سے کون قابل داد وتحسین ہے دونوں میں سے ایک کے حق میں فیصلہ کرنا ظاہری طور پر آسان نہیں ہوگا لیکن حقیقت میں دیکھا جائے تو دونوں کی بنیاد ایک ہی ہے اور وہ کفر وشرک کیلئے راہ ہموار کرنا ہے۔ چنانچہ اس نظریے کے حامیوں عراق افغانستان پاکستان میں اسلامی جمہوریت کے ضد میں الحادی جمہوریت کو ترجیح دی ہے۔

۱۔ امامت انسانی زندگی کے انفرادی، اجتماعی، ثقافتی، تعلیمی، روحانی، جسمانی، دنیوی اور اخروی مسائل سے متعلق ہے اس مسئلہ کا افہام وتفہیم میں سادہ ہونا ضروری ہے جسے انپڑھ عوام سے لے کر دانشور فقیہ تمام سمجھ سکیں۔ لیکن جس امامت منصوص من اللہ کا فلسفہ ان آیات عظام نے پیش کیا ہے اسے یا تو وہ خود سمجھ سکتے ہیں یا ان جیسے آیت اللہ عظام۔ امامت منصوص من اللہ ہونے کیلئے ان آیات سے استفادہ کرنے کے حوالے سے موجود ہستیوں میں خود آیت اللہ آراکی، آیت اللہ آصفی اور آیت اللہ جواد آملی ہیں اسی طرح آیت اللہ طباطبائی ہیں لیکن وہ اس دار فانی سے رخصت ہو چکے ہیں۔

۲۔ ان آیات سے منصوصیت من اللہ سمجھنا انسان جاہل کیلئے ناممکن ہے دوسری طرف شریعت نے بھی ان سے یہ تکلیف ساقط کی ہے۔ چونکہ نبی کریم کی حدیث رفع العلم عن امتی ان تسعہ ان میں سے ایک جاہل ہے جاہل اس حکم سے مستثنیٰ ہے

شاید بیچارے خلفاء کا فہم ان آیات کی باریکی تک نہ پہنچا ہو،

۳۔(نعوذ باللہ) خود نبی کریم بھی ان آیات سے منصوصیت نہیں سمجھ سکے ورنہ بار بار حضرت علیؑ کی خلافت کے بارے میں نہ فرماتے کیونکہ نبی خود اللہ سے زیادہ واضح بیان نہیں کر سکتے۔

۴۔قرآن کریم میں یہ بات انتہائی وضاحت کے ساتھ تکرار کی گئی ہے کہ ہمارے بیان میں کسی قسم کی کج فہمی اور ابہام نہیں ہے یہ حجت بالغہ ہے ہم حجت تمام ہوئے بغیر عذاب نہیں دیتے۔اس اعلان کے بعد ان آیات سے منصوصیت نہ سمجھنے والی کثیر امت محمد اہل سنت والجماعت تو خارج ہوئی اگر انہیں ہم ۸۰ فیصد رکھیں تو ۸۰ فیصد نے نہیں سمجھا پھر شیعوں میں سے زیدیہ نص کے خلاف ہیں ان کا اگر ۱۰ فیصد حساب کریں اور اسی طرح ۵ فیصد اسماعیلی جنہوں نے نص کو سمجھا اور اس پر عمل کرنے کے ساتھ اس سے فائدہ بھی اٹھا رہے ہیں باقی بچے ۵ فیصد اثناعشری جو اس تردد میں ہیں کہ منصوص من اللہ حاصل نہ ہونے تک امامت سنیوں کو نہیں دے سکتے لہذا کافرین کو امامت سونپی جائے؟

میں اس سلسلے میں یہ اظہار کرنے میں کسی قسم کا ننگ و عار تصور نہیں کرتا کہ میں نے ان کی اس کتاب کے مفاہیم کو نہیں سمجھا لیکن اگر کوئی سمجھانے والا ہے تو میں ان سے سننے کیلئے تیار ہوں یا مؤلف خود اس سلسلے میں سادہ الفاظ میں وضاحت کریں تاکہ دوسروں کو بھی سمجھا سکیں کیونکہ یہ مسئلہ فلسفی، عرفانی نہیں، بلکہ یہ مسئلہ انسانی زندگی سے متعلق ہے۔مذہب اثناعشری کے تعارف میں کہتے ہیں کہ یہ اسماعیلیوں سے مختلف ہے لیکن یہاں، عقائد اسماعیلی کو اثناعشری بنا کر پیش کیا جاتا ہے جس طرح اپنے ملک میں پیدا کردہ چیزوں پر دوسرے ملکوں کی مہر لگا کر پیش کیا جاتا ہے۔

نتائج ونظریات علماء:

۱۔امامت غیر از نبوت و رسالت ہے۔

۲۔امام مافوق نبوت ہے اور افضل از انبیاء ہے۔استدلال بقرہ ۱۲۴،حدیث اصول کافی۔

۳۔امام ہدایت تکوینی کرتا ہے یعنی ایصال مطلوب کرتا ہے۔المیزان اور تفسیر آملی۔

۴۔امام غیر از نبوت تمام مقامات میں تسلسل کا حامل ہے۔رہنما شناسی، یزدی۔

۵۔امام کو وحی الہامی اور تحدیث ہوتی ہے۔رہنما شناسی، یزدی۔

۶۔امام چہرہ دیگر حق ہے حق چہرہ دیگر امام ہے۔آملی، طباطبائی۔

۷۔امام بارہ کے بارہ منصوص من اللہ ہیں۔یزدی۔

۸۔امام معصوم و حامل علم خدا ہے۔یزدی۔

۹۔امام من جانب اللہ منصوص ہوتا ہے۔طوسی۔

۱۰۔اس میں کسی قسم کی رائے کی گنجائش نہیں ہے بطور استقلال حاصل ہے نہ تفویض۔آصفی۔

۱۱۔امام کا ہر دور میں ہونا ضروری ہے۔

۱۲۔امام وقت کی شناخت ضروری ہے۔

۱۳۔منصوص من اللہ ہونے کے بارے میں علماء مندرجہ ذیل ذرائع استعمال کرتے ہیں:۔

فرقہ اثناعشریہ دیگر چار فرقوں کے ساتھ ان نکات میں اتفاق رکھتے ہیں:

۱۔امام منصوص من اللہ ہوتا ہے۔ ۲۔امام معصوم ہوتا ہے۔ ۳۔ہر دور میں امام ہوتا ہے۔
۴۔امامت اصول دین میں شمار ہوتی ہے۔

اثناعشری:

آئمہ اثناعشر کے ثبوت کے بارے میں دو قسم کی روایات نقل کی جاتی ہیں جن میں سے ایک روایات خلیفہ اثناعشر سے متعلق ہیں جنہیں علامہ غریفی نے اپنی کتاب التشیع میں اہل سنت کے صحاح سے نقل کیا ہے اور انہیں تواتر تسلیم کیا ہے۔ ان کے بقول ان روایات کی سندنا قابل تردید ہونے کے بعد اہل سنت اس کے عملی مصداق پیش کرنے سے عاجز ہیں گویا علامہ غریفی کے پاس ان روایات کی سند مقبول ہونے کے علاوہ اس کا متن بھی نا قابل تردید ہے لہٰذا بقول علامہ غریفی انہیں اثناعشر شیعہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے کیونکہ ان کے پاس بارہ امام معصوم آمادہ قیادت ورہبری امت موجود ہیں۔یہاں ہم روایات اہل سنت کو نقل کریں گے:۔

۱۔صحیح بخاری:

صحیح بخاری میں مندرج روایات سے بعض کثیر روایات کے ضعیف ہونے کو ثابت کیا ہے بعض دیگران اس سے کئی گنا زیادہ ضعیف روایات بتاتے ہیں۔ج۹ص۷۲۹حدیث۲۰۳۴کتاب الحکام باب ۱۱۴۸ مؤلف کی سند سے جابر بن سمرہ سے کہا میں نے خود نبی سے یہ فرماتے ہوئے سنا:''یکون اثناعشرا امیرا''پھر کہا جو کلمہ میں نے نہیں سنا وہ میرے والد نے بتایا کہ آپؐ نے فرمایا:''کلھم من قریش''۔

۲۔صحیح مسلم:

ج۳ص۱۴۵۲،۱۴۵۳حدیث ۱۸۲۱،۱۸۲۲

کتاب الامارہ۔باب الناس تبع القریش۔

حصین نے جابر بن سمرہ سے سنا اور جابر بن سمرہ نے کہا میں اپنے والد کے ہمراہ رسول اللہ کے حضور مشرف ہوئے میں نے سنا کہ آپ فرما رہے تھے:''**ان ھذا الامر لا ینفقی حتی یمعنی فھم اثنا عشر خلیفه قال ثم تکلم بکلام خفی علی قال: فقلت لابی ما قال؟قال: قال: کلھم من قریش.** ''خلافت کا امر ختم نہیں ہوگا یہاں تک بارہ خلیفہ نہ گزر جائیں۔

۲۔عبدالملک بن عمیر نے کہا میں نے جابر بن سمرہ سے سنا اور جابر بن سمر نے کہا میں نے خود نبی سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے''**لایزا الامر الناس ما ضیا ماولیھم اثنا عشرا رجلاًفقالا کلھم من قریش**''

۳۔سماک بن حرب نے کہا میں نے جابر بن سمرہ سے سنا اور جابر بن سمرہ کہا میں نے خود رسول اللہ سے فرماتے ہوئے سنا؛''**لایزال الاسلام عزیزاًالی اثنا عشر خلیفه** ''اسلام کی عزت وآبرو سربلندی بارہ خلیفہ تک باقی رہے گی یہ سب قریش سے ہونگے۔

۴۔شعبی نے کہا میں نے جابر بن سمرہ سے سنا اور جابر بن سمرہ نے کہا میں رسول اللہ سے سنا۔نبی نے:''**لایزال ھذا الامر عزیزاًالی اثنا عشر خلیفه**''۔

۵۔ابن عون نے شعبی سے،شعبی نے جابر بن سمرۃ سے اور جابر بن سمرہ نے کہا میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا

میرے ساتھ میرے والد تھے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا "لایزال ھذا الدین عزیزاً منیعا الی اثنا عشر خلیفہ"۔

۲۔عامر بن سعید فرزند ابی وقاص میں نے اپنے غلام نافع کے ساتھ جابر بن سمرہ کیلئے لکھ کر بھیجا: میرے لئے کوئی چیز جو تم نے رسول اللہ سے سنی ہے اس کی خبر دو جابر نے میرے لئے لکھا میں نے رسول اللہ سے سنا ہے جمعہ کے دن کے آخری حصہ میں اسلمی کی رجم کا روز ہے۔

"لایزال الدین قائما حتی تقوم اساعة او یکون علیکم اثنا عشر خلیفه کلھم من قریش" دین روز قیامت تک قائم، برپا و جاری رہے گا یہاں تک کہ تم پر بارہ خلیفہ آئیں گے اور وہ سب قریش سے ہوں گے۔

۳۔صحیح ترمذی:

ج۴،ص۵۰۱،حدیث۲۲۲۳:

سماک بن حرب نے کہا میں نے جابر بن سمرہ سے سنا اور جابر بن سمرہ نے خود رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا، رسول اللہ نے فرمایا: یکون من بعدی اثنا عشر امیرا "میرے بعد بارہ امیر ہوں گے سب قریش سے ہوں گے"۔

۴۔مسند احمد بن حنبل:

ج۵،ص۸۹،۹۰،۹۲۔عامر بن سعد بن ابی وقاص نے کہا میں نے جابر بن سمرہ کیلئے لکھا اور انہوں نے رسول سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا "لایزال الدین قائما حتی تقوم السالعة او یکون علیکن اثنا عشرا خلیفه کلھم من قریش"۔

۲۔عامر بن جابر بن سمرہ نے کہا میں نے حجتہ الوداع میں رسول اللہ سے سنا "لایزال ھذاالدین ظاھرا علی من ناواہ لایضرہ مخالف ولا مفارق حتی یمضی من امتی اثنا عشر امیرا کلھم من قریش"۔

یہ دین ظاہرا کبھی اپنے مخالفین سے شکست نہیں کھائے گا کوئی مخالف اور جدائی ڈالنے والا اسے نقصان نہیں دے سکتا یہاں تک کہ میری امت میں بارہ امیر گزر جائیں گے اور وہ سب قریش سے ہوں گے۔

۳۔اسود بن سعید ہمدانی نے جابر بن سمرہ سے سنا اور جابر بن سمرہ نے کہا میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

"یکون بعدی اثنا عشر خلیفه کلھم من قریش"

المستدرک علی الصحیحین حاکم نیشاپوری

ج۴،ص۵۰۱ الفتن و الملاحم

صاحب مستدرک نے اپنی سند سے سروق سے نقل کیا ہے ہم ایک رات عبداللہ بن مسعود کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ ہمارے لئے قرآن پڑھ رہے تھے کہ کسی نے سوال کیا اے عبدالرحمٰن کیا آپ نے رسول اللہؐ سے کبھی سوال فرمایا یہ امت کتنے خلیفہ دیکھے گی۔عبداللہ نے کہا: ہم میں سے کسی نے بھی یہ سوال نہیں کیا یہاں تک کہ ہم نے آپؐ سے سوال کیا چنانچہ آپ نے فرمایا "اثنا عشر نقبا بنی اسرائیل" ۲۔المستدرک ج۳ص۷۱۷ کتاب معرفۃ الصحابہ جابر بن سمرہ سے نقل ہے: "کنا عند رسول اللہ فسمعته لا یزال امر ھذہ الامة ظاھرا حتی یقوم اثنا عشر خلیفه"۔

۳۔المستدرک ج۳: ۶۱۸ ابی جحیفہ اپنے والد سے اور ان کے والد نے کہا: میں اپنے چچا کے ہمراہ نبیؐ کے حضور میں تھا کہ

آپؐ نے فرمایا: ''لایزال امر امتی صالحاً حتی یمضی اثنا عشر خلیفه... کلهم من قریش''

۱۔ینابیع المودۃ للقندوزی حنفی (الباب ۷۷ ج ۳ ص ۱۰۴)

۱۔فی المودۃ العاشرہ من کتاب مودۃ القربی

''عن جابر بن سمره قال :کنت مع ابی عند النبیؐ فسمعته یقول :بعدی اثنا عشر خلیفه....ثم اخفی صوقه فقلت لابی مالذی اخفی صوته.قال :قال کلهم من بنی هاشم.''

۲۔عن جابر قال رسول اللہؐ:"انا سید لانبیین وعلی سید الوصیین وان اوصیائی بعدی اثنا عشر اولهم علی وآخرهم القائم للمهدی"۔

۷۔''کفایة الاثر لابی القاسم لخزار بالاسناد الی عبد الله بن مسعود قال :سمعت رسول الله یقول :الائمة من بعدی اثنا عشر کلهم من قریش''۔

۸۔کفایة الاثر بالاسناد الی وائله بن الاسقع.قال .قال رسول الله:''ان الائمة من بعدی اثنا عشر فمن اجهم واقتدی بهم فازونجی ومن تخلف عنهم ضل وغوی''۔

۹۔کفایۃ الاثر بالاسناد الی ابی سعید الخدری ہم نے رسول اللہ کے ہمراہ نماز پڑھی پہلی نماز کے بعد آپ نے اپنا کریم چہرہ ہماری طرف کر کے فرمایا:''معاشره اصحابی ان مثل اهل البیتی فیکم مثل سفینة نوح وباب حطه فی بنی اسرائیل فتمسکو اهل بیتی بعدی والائمه الراشدین من ذریتی فانکم لن تضلوا ابداً''۔کسی نے پوچھا آپ کے بعد کتنے ائمہ ہوں گے۔

آپ نے فرمایا:''اثنا عشر من اهل بیتی اوقال من عترتی''۔

ان روایات کے راوی جابر بن سمرہ سماک بن حرب حصین وغیرہ علمائے رجال صاحب تہذیب التہذیب ثقات ابی الحیان رجال مامقانی وغیرہ مجہول الاسم ہیں نام تکرار سے آیا ہے یا روایت خلط ملط کرنے والے ہیں ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا تفصیل شخص معترض کیلئے عند الضرور بیان کریں گے۔

ہم نہ کتب اہل سنت سے چڑتے ہیں نہ ان کے راویوں سے نہ ہم ان کی روایات کو بطریق اولی کسی اساس شریعت کیلئے دلیل کے طور پر مقدم رکھتے ہیں لیکن ہم ان تمام روایات سے ان اصولوں کے تحت سلوک رکھتے ہیں جو علما حدیث نے روایت شناسی کیلئے وضع کئے ہیں ہم انہی اصولوں کے تحت ان کی روایات کو اخذ کریں گے اور اس کے تحت انکی روایات کو مسترد کریں گے یہ ایک حقیقت ہے روایات کے جو ذخائر لگائے گئے ہیں ان میں صحیح روایات جھوٹی روایتوں کے نیچے دب گئی ہیں اور ان کا استخراج اتنا آسان کام نہیں ہے۔

یہاں ہم روایات کی سند سے قطع نظر کرتے ہوئے اس کے متن کو موضوع بناتے ہیں۔اس میں ذکر ہے یہ تمام خلفاء قریش سے ہوں گے۔لیکن واضح نہیں کیا گیا کہ قریش کے کس خاندان سے ہوں گے کیونکہ اس میں نسل عبد المطلب،ابو طالبؑ عباس،عبد المناف اور بنی تیم بنی عدی سب شامل ہیں۔اس روایت کو تسلیم کرنے کے بعد آپ کو خلفاء بنی امیہ و بنی عباس کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا کیونکہ یہ لوگ بھی قریشی ہیں آپ کس دلیل کے تحت ان کی خلافت کو مسترد کرتے ہیں۔

دوسری روایات شیعی ہیں جس میں اثناء عشر امام کا ذکر آیا ہے یہ روایات کتاب اصول کافی کلینی اور کفایت الاثر اور ارشاد شیخ مفید

سے منقول ہیں وہ روایات یہ ہے:

پہلے مرحلہ میں ۲۰ احادیث میں سے ۱۷ احادیث کو علامہ مجلسی نے یا تو ضعیف یا مجہول یا مرفوع قرار دیا ہے۔دوسرے مرحلہ میں یہ احادیث حقیقت اور نص قرآن کے خلاف ہیں چونکہ قرآن فرماتا ہے ہر علاقہ،ہر دور امام کا نیاز مند ہے جس طرح ہر زمانے ہر علاقہ ہر شخص کیلئے علم،صدق،تقویٰ،عمل صالح،تعلیم وتربیت ضروری ہے۔یہ مخصوص لوگوں کیلئے نہیں یہ دروازہ سب کیلئے کھلا ہے۔اسی طرح امامت،قیادت ورہبری نقل روایات،تفسیر قرآن،کسی فرد طبقہ تک محدود نہیں بلکہ یہ دروازہ سب کیلئے کھلا ہے۔

پہلی حدیث احمد برقی سے نقل کی گئی ہے جبکہ برقی بذات خود ضعیف شخصیات میں شمار ہوتا ہے۔

دوسری حدیث بھی برقی اور ابی ہاشم جعفری سے نقل ہوئی ہے۔

تیسری حدیث جو سب سے مشہور ومعروف حدیث ہے یہ اس باب(باب تعداد آئمہ) میں سب سے اہم حدیث سمجھی جاتی ہے۔اس حدیث کو حدیث لوح جابر کہتے ہیں۔جابر اصحاب رسول اللہؐ میں سے تھے لیکن وہ حسن سماعت رکھتے تھے جس طرح ابو ہریرہ،عبداللہ ابن عمر اور ابن عباس وغیرہ سے بے تحاشا،غیر معقول تعداد میں احادیث نقل کی گئی ہیں جس سے محقق کو شک ہوتا ہے کہ یہ حدیث یا اتنی حدیثیں انہوں نے نقل نہیں کی ہیں یا ان سے منسوب کی گئی ہیں؟

جابر کی شخصیت بھی کچھ اس طرح ہے۔صفیان ثوری سے نقل کیا ہے کہ ۳۰ ہزار حدیثیں جابر ابن عبد اللہ سے منسوب ہیں لیکن خود انھیں نہیں پتہ کہ پہلی صدی میں یعنی ۱۴۰۰ سال پہلے رہنے والے انسان سے اتنی تعداد میں احادیث منسوب کی گئی ہوں تو ابھی تک ان میں کس حد تک اضافہ ہوا ہوگا۔

[اصول کافی ج ا ص ۵۲۵ کتاب الحجہ باب ماجاء فی الاثنا عشر والنص علیہم سلام] اس بارے میں ۲۰ روایات مندرجہ ذیل راویاں سے مروی ہیں۔

حدیث نمبرا۔

ا۔احمد بن محمد برقی۔

۲۔ابی ہاشم داوٗد بن قاسم جعفری:[جامع رواۃ ج ا ص ۳۰۶] اصحاب امام جواد امام ھادی امام عسکری''وہ سلطان وقت کے پاس مقرب تھے۔

حدیث نمبر۲:

۳۔محمد بن یحیٰ ۴۔محمد بن حسن سفار

۵۔احمد بن ابی عبداللہ:[جامع رواۃ ج ا ص ۶۰] یہ احمد بن محمد بن خالد برقی ہے ضعیف ہے۔

۶۔ابی ہاشم۔

حدیث نمبر۳:

۷۔محمد بن یحیٰ

۸۔عبداللہ جعفر:[جامع رواۃ ج ا ص ۴۷۸]

۹۔حسن بن ضریف:[جامع رواۃ ج ا ص ۲۰۴] ثقہ ہے۔

صالح بن ابی حماد: [جامع رواۃ ج اص ۴۰۵] ضعیف مبلبس منکر۔

۱۰۔ بکر بن صالح

۱۱۔ عبدالرحمٰن بن سالم: [جامع رواۃ ج اص ۴۵۰] ضعیف ہے۔

۱۲۔ ابی بصیر۔

حدیث نمبر۴:

۱۳۔ علی ابن ابراہیم:

۱۴۔ ابراہیم: [جامع رواۃ ج اص ۱۸۰] نام مجہول ہے۔

۱۵۔ حماد بن عیسیٰ: [جامع رواۃ ج اص ۲۷۳] ۲۰۷ھ جوحفہ میں غرق ہوا نے امام صادق سے ۱۲۰ حادیث نقل کی ہیں۔

۱۶۔ ابراہیم بن عمر یمانی: [جامع رواۃ ج اص ۲۹] ضعیف ہے۔

۱۷۔ ابان بن ابی عیاش: [جامع رواۃ] ضعیف ہے۔

۱۸۔ سلیم بن قیس ومحمد بن یحیٰ

۱۹۔ احمد بن محمد: [جامع رواۃ ج ا] ٦۹ بار آیا ہے۔

۲۰۔ ابی عمیر ۲۱۔ عمر بن ازینہ علی بن محمد

۲۲۔ احمد بن ھلال: [جامع رواۃ ج اص ۷۴] غالی منکر۔

۲۳۔ ابی عمیر:

۲۴۔ عمر بن ازینہ: [جامع رواۃ ج اص ۱۳۱] محمد بن عمر بن اذنیہ۔ غیر ثقہ۔

۲۵۔ ابان بن عیاش: [جامع رواۃ] ضعیف ہے۔

۲۶۔ سلیم بن قیس

۲۷۔ عبداللہ بن جعفر طیار: [جامع رواۃ ج اص ۴۷۸] قلیل الروایہ

حدیث نمبر۵:

۲۸۔ احمد بن محمد بن خالد: یہ نام جامع رواۃ میں نہیں ہے۔

۲۹۔ عبدالرحمٰن: [جامع رواۃ ج اص ۲۲۲] ٦۲ نام مجہول ہے۔

۳۰۔ عبداللہ بن قاسم: [جامع رواۃ ج اص ۵۰۰] نام ہے لیکن ضعیف ہے۔

۳۱۔ حنان بن سراج: جامع رواۃ میں ان کا نام موجود نہیں۔

۳۲۔ داؤد بن سلیمان کیسائی ۳۳۔ ابی طفیل۔

حدیث نمبر٦:

۳۴۔ محمد بن یحیٰ ۳۵۔ محمد بن احمد ۳٦۔ محمد بن حسین ۳۷۔ ابی سعید عصفوری

۳۸۔ عمر بن ثابت: [جامع رواۃ ج اص ۱۳٦] ثقہ ہے۔

۳۹۔ ابی حمزہ۔

حدیث نمبر ۷:

۴۰۔محمد بن یحییٰ

۴۱۔عبداللہ بن محمد حشاب: جامع رواۃ میں نہیں ہے۔

۴۲۔ابی سماعہ

۴۳۔علی ابن حسن رباط: [جامع رواۃ ج اص ۵۶۷] ثقہ ہے۔

۴۴۔ابی ازینہ ۴۵۔زرارۃ۔

حدیث نمبر ۸:

۴۶۔محمد بن یحییٰ ۴۷۔محمد بن حسین

۴۸۔مسعدہ بن زیاد: [نقد رجال ج ۴ص ۳۰۶] مہمل ہے۔

۴۹۔ابی عبداللہ و محمد بن حسین

۵۰۔ابراہیم ۵۱۔ابی یحییٰ مدائنی ۵۲۔ابی ہارون عبدی ۵۳۔ابی سعید خدری۔

حدیث نمبر ۹:

۵۴۔محمد بن یحییٰ

۵۵۔محمد بن حسین: [نقد رجال ج ۴ص ۱۸۳] ۱۲ نام آئے ہیں۔

۵۶۔ابن محبوب

۵۷۔ابی جارود: ضعیف ہے غالی ہے زیدی۔

۵۸۔ابی جعفر ۵۹۔ابی جابر ابن عبداللہ انصاری۔

حدیث نمبر ۱۰:

۶۰۔علی ابن ابراہیم: [نقد رجال ج ۳ص ۲۱۸] ۱۷ آدمیوں کا ذکر ہے۔

۶۱۔محمد بن عیسیٰ ابیط: [نقد رجال ج ۴ص ۲۹۰] نام آیا ہے۔

۶۲۔محمد بن فضیل: [نقد رجال ج ۴ص ۲۹۸] تین نام آئے ہیں۔

۶۳۔ابی حمزہ

۶۴۔ابی جعفر۔

حدیث نمبر ۱۱:

۶۵۔محمد بن یحییٰ

۶۶۔احمد بن محمد بن عیسیٰ: [جامع رواۃ ج اص ۶۹] شیخ القمیین ثقہ ہے۔

۶۷۔محمد بن ابی عبداللہ: [نقد رجال ج ۴ص ۱۰۵] مردود ہے۔

۶۸۔محمد بن حسن: [نقد رجال ج ۴ص ۱۷۰] ۳۳ آدمیوں کا ذکر آیا ہے۔

۶۹۔سہل بن زیاد

۷۰۔حسن بن عباس حریش:[جامع الرواۃ ج۱ص۲۰۵]ضعیف ہے۔

۷۱۔ابی جعفر۔

حدیث نمبر۱۲:مرسلہ از رسول اللہ

حدیث نمبر۱۳:مرسلہ از علی

حدیث نمبر۱۴:

۷۲۔ابوعلی الشعری ۷۳۔الحسن بن عبید اللہ

۷۴۔الحسن ابن موسیٰ الخشاب:[جامع الرواۃ ج۱ص۲۲۷]ثقہ ہے۔

۷۵۔علی ابن سماعۃ

۷۶۔علی بن حسن بن رباط:[جامع رواۃ ج۱ص۶۷]ثقہ ہے نامعقول۔

حدیث نمبر۱۵:

۷۷۔علی ابن ابرہیم ۷۸۔ابراہیم ۷۹۔ابی عمر

۸۰۔سعید بن غزوان:جامع رواۃ میں ان کا ذکر موجود نہیں۔

۸۱۔ابی بصیر۔

حدیث نمبر۱۶:

۸۲۔الحسین بن محمد:[جامع الرواۃ ج۱ص۲۵۲]اس نام کے۱۷ ایں مجہول ہے۔

۸۳۔معلب بن محمد:نقد الرجال میں نام نہیں آیا ہے۔

۸۴۔الوشاء

۸۵۔ابان:جامع رواۃ میں اس نام سے۱۸ کا ذکر موجود ہے۔

۸۶۔زرارۃ

حدیث نمبر۱۷:

۸۷۔احمد بن یحیٰ ۸۸۔محمد بن احمد ۸۹۔محمد بن حسین ۹۰۔ابی سعید عصفوری

۹۱۔عمر بن ثابت:[جامع رواۃ ج۱ص۶۳۶]

۹۲۔ابی الجارود۔

حدیث نمبر۱۸:اسی سند میں ابی سعید سے مرفوع از ابی جعفر:مرفوع۔

حدیث نمبر۱۹:

۹۳۔علی بن محمد

۹۴۔محمد بن حسن:[نقد رجال ج۴]میں اس نام سے ۲۵ آدمی کا ذکر موجود ہے۔

۹۵۔سہل بن زیاد:غالی کذاب ہے۔

۹۶۔محمد بن حسن بن شمعون:[نقد رجال ج۴ص۱۷۵]محمد بن حسن بن سمعون اس کو واقفی غالی ضعیف قرار دیا ہے۔

۹۷۔عبداللہ بن عبدالرحمٰن الصم:[جامع رواۃ ج ا ص ۴۹۴]ضعیف غالی ہے۔

۹۸۔کرام۔

حدیث نمبر ۴۰۔

۹۹۔محمد بن یحییٰ

۱۰۰۔محمد بن حسین:نقد رجال میں ۱۲ آدمیوں کا نام ہے۔

۱۰۱۔ابی طالب

۱۰۲۔عثمان بن عیسیٰ:[جامع رواۃ ج ا ص ۵۳۴]واقفی ہے

۱۰۳۔سماعہ بن مہران:[جامع رواۃ ج ا ص ۳۸۴]واقفی ہے۔

اصول کافی میں ایک روایت وارد ہے،جس میں کہا ہے بارہ امام نسل امیر المومنین سے ہوں گے اس کے تحت امیر المومنین علی سلسلہ امامت سے باہر ہونگے یا پھر اماموں کے تعداد ۱۳ ہوگی۔

امام بارہ ہوں گے جو قیام قیامت تک چلیں گے۔اس کے تحت گیارہ امام کا دور ۲۶۰ ہجری کو ختم ہوا اور پھر ۲۶۰ ہجری سے تا قیام قیامت تک کے طویل دورانیہ کیلئے ایک ہی امام کی ذمہ داری قرار پانے کی منطق نا قابل تحلیل ہے خصوصاً جب کہ آخری امام پورے کرہ ارضی پر امامت کریں گے۔

یہ حدیث محمد ابن یحییٰ،محمد ابن عبداللہ نے عبداللہ بن جعفر سے،انہوں نے حسن ابن ظریف اور علی بن محمد نے صالح بن ابی حماد سے،انہوں نے بکر ابن صالح سے،انہوں نے عبدالرحمٰن ابن سالم سے،انہوں نے ابی بصیر سے،انہوں نے ابی عبد اللہ جعفر صادق سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا میرے باپ محمد باقر نے جابر ابن عبداللہ انصاری سے فرمایا آپ سے میری ایک حاجت ہے جب بھی کوئی وقت مناسب ملے،آپ سے خلوت کروں گا اور آپ سے سوال کروں گا تو جابر نے کہا آپ جب بھی چاہیں ہم حاضر ہیں۔ایک دن دونوں خلوت میں جمع ہوئے تو امام محمد باقرؑ نے فرمایا "اے جابر! آپؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ لوح کیا تھی جو آپ نے میری ماں فاطمہ الزہراؑ کے ہاتھ میں دیکھی تھی اور میری ماں نے آپ کو خبر دی ہے کہ اس لوح میں کیا لکھا ہوا ہے۔تو جابر نے کہا خدا گواہ ہے میں ایک دن آپ کی ماں فاطمہ الزہرا کی خدمت میں پیغمبر کی حیات میں حاضر ہوا۔میں نے آپ کو امام حسینؑ کی ولادت پر مبارکباد دی۔میں نے آپ کے ہاتھ میں ایک سبز رنگ کی لوح دیکھی جو زمرد کی مانند تھی اور اس میں سفید خط سے لکھا ہوا تھا جو گویا سورج کی مانند روشن تھا۔میں نے پوچھا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اے دختر رسول یہ تختہ کیا ہے۔تو آپ نے فرمایا۔یہ اللہ نے اپنے رسول کو ہدیہ دیا ہے۔اس میں میرے باپ،میرے شوہر،میرے بیٹے اور میری نسل سے آنے والے تمام اوصیاء کا ذکر ہے۔اور میرے باپ نے تختہ مجھے بشارت کے طور پر دیا ہے۔جابر نے کہا آپ کی ماں نے یہ تختہ مجھے دیا۔میں نے اسے پڑھا اور اس سے نقل کیا۔تو میرے باپ نے فرمایا۔اے جابر کیا یہ چیز مجھے نقل کرو گے تو جابر نے کہا ہاں! میرا باپ جابر کے گھر گیا اور وہاں سے ایک صحیفہ نکالا اور کہا اے جابر تم کتاب پر دیکھو میں پڑھوں گا تو جابر نے نسخہ دیکھا اور میرے باپ نے اسے پڑھا۔اس میں ایک حرف بھی کمی نہیں ہوئی۔جابر نے کہا خدا گواہ ہے جو کچھ آپ نے کہا ہے میں نے اسے اس لوح میں دیکھا۔(کسر الصنم ص ۳۳۱)

بارہ امام منصوص من اللہ ہیں اس مدعا کے ثبوت میں شیخ کلینی نے بیس احادیث نقل کی ہیں۔جن میں سے سترہ احادیث کو علامہ مجلسی نے ضعیف اور بعض کو مجہول اور بعض کو مرفوع گردانا ہے۔آپ نے بارہ آئمہ کی نصوص ثابت کرتے ہوئے غلطی سے تیرہ امام ثابت کئے ہیں۔اس سلسلے میں پہلی حدیث برقی نے نقل کی ہے۔دوسری کے راوی محمد ابن یحیٰی اشعری ہیں انہوں نے محمد ابن سفار سے کہا اگر یہ حدیث احمد ابن ابی عبداللہ برقی کے توسط سے نقل نہ کی جاتی تو بہتر تھا تو محمد ابن حسن سفار نے کہا کہ یہ حدیث برقی نے مذہب میں شک کرنے سے پہلے بیان کی تھی۔برقی نے اس حدیث کو ابی ہاشم جعفری سے نقل کیا ہے۔

امامت کے بارے میں ان کی احادیث متناقض و متضاد ہیں۔انہوں نے نویں امام علی الہادیؑ کے بارے میں لکھا ہے حضرت خضرؑ امام علیؑ کے پاس آئے۔اور انہوں نے آئمہ کے نام گنے۔ان کی تعداد بارہ تھی۔اس وقت تک گیارویں امام کا پتہ نہیں تھا کہ کون ہوں گے دسویں حدیث میں ابو ہاشم جعفری کہتا ہے میں امام علی الہادیؑ کے پاس تھا میرا گمان تھا امام علی الہادیؑ کے بعد سید محمد امام ہوں گے۔چنانچہ جب سید محمد نے وفات پائی تو ہم پریشان تھے ہمارے لئے یہ امر امام موسیٰ ابن جعفرؑ اور اسماعیل سے مماثل تھا۔ابو ہاشم کو پتہ نہیں تھا امام علی الہادیؑ کے بعد اگلے امام کون ہوں گے جبکہ وہ سید محمد کو امام سمجھتے تھے۔حدیث میں آیا ہے ابو ہاشم نے نقل کیا ہے امیر المومنینؑ اور امام حسینؑ دونوں سلمان کا ہاتھ پکڑے ہوئے مسجد الحرام گئے اور وہاں بیٹھ گئے اس وقت خوبصورت وحسین لباس میں ملبوس ایک مرد نے آکر امیر المومنینؑ کو سلام کیا اور وہاں بیٹھ کر کہنے لگا یا امیر المومنین ہم آپ سے تین مسائل کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔اگر آپ نے تینوں کا جواب دے دیا تو میں جان لوں گا کہ قوم نے آپ کا صحیح انتخاب کیا ہے اس روایت میں آیا ہے امیر المومنینؑ اور امام حسنؑ مکہ میں آئے تھے۔یہاں سوال پیدا ہوتا ہے وہ کونسا سنہ ھ ہے کہ امام علیؑ اور امام حسنؑ دونوں مکے میں آئے ہوں۔اس وقت حضرت سلمانؓ بہت بوڑھے اور ضعیف و ناتواں تھے کیا امام حسنؑ یعنی ایک نوجوان حضرت سلمانؓ یعنی ایک بوڑھے پر تکیہ کئے ہوئے تھے غرض ایک حسین شکل وصورت والے آدمی نے تین مسائل پوچھے۔اس نے کہا اگر آپ نے ایک جواب دیا تو معلوم ہوگا قوم نے آپ کا حق چھینا ہے اب دیکھیں وہ تین مسائل کیا ہیں یہ مملکت اسلامی کے بارے میں ہیں یا حلال وحرام کے بارے میں۔امیرؑ نے فرمایا سوال کرو تو اس نے سوال کرتے ہوئے کہا۔

۱۔اگر انسان سو جائے تو اس کی روح کہاں جاتی ہے۔

۲۔انسان کسی بات کو کیسے بھول جاتا ہے اور کیسے یاد رکھتا ہے۔

۳۔اولاد خالو اور چچا سے کیسی شباہت رکھتی ہے۔امیر المومنینؑ نے امام حسنؑ سے فرمایا ابا محمد آپ جواب دیں تو امام حسنؑ نے جواب دیا۔یہاں سے پتہ چلتا ہے امام حسنؑ بڑے تھے اور شادی شدہ اور صاحب اولاد تھے لہٰذا انہیں امیر المومنینؑ نے ابا محمد کہا ہے۔یہ خضر کون ہیں اور کیا کرتے ہیں۔خضر ہیں بھی یا نہیں۔خضر کی یا زعفر جن یا جنوں عنقاؤں کی شہادت سے علیؑ کو کیا فائدہ ہے۔اگر وہ چاہتے ہیں خلافت آئمہ ثابت کریں تو انہیں چاہیے تھا وہ لوگوں کے سامنے اپنا تعارف کرواتے تا کہ ان کی بات لوگوں کیلئے حجت بنتی۔

ان کا عقیدہ ہے روئے زمین امام معصوم سے خالی نہیں رہتی جو لوگوں کے امور کو منظم طریقے سے چلاتا ہے اگر امام نہیں تو حیات معطل ہے امام چاہے غیب ہو یا ظاہر ہو کوئی حرج نہیں لہٰذا انہوں نے اپنے اذہان میں ایک نئی فکر ایجاد کی جو فکر بابیہ

ہے کہ امام تک رسائی کا ایک راستہ ہے وہ باب ایک شخص ہوسکتا ہے جو مخلص اہل بیت ہو یہ امام مستور اور عام عوام میں رابطے کا کردار ادا کرتا ہے۔انہوں نے اس مدعی پر کہ امام مستور اور عوام میں رابطے کا نام باب یہ ہے اس خرافات کو انہوں نے پیغمبر سے روایت کی سند دی کہ کوئی شخص علم حاصل کرنا چاہے تو اسے باب کی طرف رجوع کرنا چاہیے پھر کہا انا مدینۃ العلم وعلی بابو ھا میں مدینہ علم ہوں اور علی اس کا باب ہے۔انہوں نے باب کی ایک لمبی فہرست بنائی ہے۔

اول علی رسول تک پہنچنے کیلئے باب ہیں۔دوم سلمان علی تک پہنچنے کیلئے باب ہیں۔

۴۔آئمہ اثناعشر کے مصادر و منابع:

ان کتابوں سے ائمہ طاہرین کی سیرت طیبہ و طاہرہ کو ثابت کرنا یا استفادہ کرنے کیلئے انھیں سند اور متن کے حوالے سے پرکھنے کی ضرورت ہے لیکن ابھی تک علماء کوئی معتبر و مستند کتاب سامنے نہیں لا سکے اور نہ لا سکے گیں سید ہاشم بحرانی اور حر آملی کی تصنیفات جو غالیوں کی مراسلات سے پُر ہونے کے علاوہ ان کے متون خلاف عقل، قرآن و سنت قطعیہ ہیں لایعنی باتوں پر مشتمل ہیں جن کتابوں میں ائمہ کی حیات بتائی ہے وہ ائمہ رصد گاہوں کے اندر تو ہو سکتے ہیں لیکن متضاد نظریات و خواہشات سے بھرے انسانی اجتماعات کو چلانے سدھارنے کیلئے ان کتابوں میں کچھ نہیں ہے۔بعض کتابیں جیسے ارشاد مفید، اعلام الوریٰ وغیرہ اپنے اختصار کے ساتھ ان میں کسی قسم کے ائمہ طاہرین کی قیادت و رہبری کرنے کیلئے نمونے پیش نہیں کئے گئے۔ان کتابوں میں ان اماموں کے والدین کی تاریخ پیدائش ملوک عصر تاریخ اختصار وصیت تجہیز تکفین کا ذکر ہے۔تیسری قسم کی کتب جس میں ان کی حیات پر فلسفہ تراشی کی گئی ہے جس میں کتاب عادل ادیب، پیشوای شیعیان، مہدی پیشوای، رسول جعفریان وغیرہ آتی ہیں جن میں جو مجمل مبہم اور اشکال اعتراض سے پُر سوانح حیات سے فلسفہ تراشی کرنے کی کوشش کی گئی ہے ممکن ہے ان کا فلسفہ اپنی جگہ غیر متصادم و غیر متعارض ہو کیونکہ فلسفہ وہاں ہوتا ہے جہاں علل و اسباب بعیدہ کی تلاش مدنظر ہوتی ہے لیکن جہاں اسباب و علل قریب ہوں وہاں سب کی نظریں پڑتی ہیں سب سنتے سب دیکھتے ہیں سب محسوس کرتے ہیں اس لئے یہ تو ایسے اسباب و علل زندگی کے مسائل کے حل بتانے سے عاجز قاصر رہتے ہیں اس سلسلے میں ہم دو قسم کی سوانح حیات پیش کرتے ہیں:

پہلے امام:

امام علی بن ابی طالب ہیں آپ کا نام علی باپ عبد مناف کنیت ابو طالب ماں فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہیں۔آپ پیغمبر کی ولادت کے تیس سال بعد سرزمین مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے ہمیں اس سے غرض نہیں کہ مکہ میں کہاں پیدا ہوئے لیکن غالیوں کا اسرار ہے کہ آپ کعبہ میں پیدا ہوئے تاکہ ثابت کریں کہ علی ابن اللہ ہیں آپ کو ۳۵ھ میں قتل عثمان کے بعد خلیفہ مسلمین کیلئے منتخب کیا گیا امیر المومنین نبی کریم کی وفات سے لے کر اپنی شہادت تک آپ نے اپنی خلافت کے استحقاق کیلئے منصوصیت اللہ و رسول یا نص اللہ و رسول سے استدلال نہیں کیا بلکہ جب آپ کو خلافت پیش کی گئی تو پہلے مرحلے میں آپ نے اسے مسترد فرمایا جب قبول فرمایا تو استدلال کیا مجھے انصار و مہاجرین نے منتخب کیا ہے۔۴۰ھ میں نماز فجر کے موقع پر مسجد کوفہ میں آپ کو ضربت لگی اور ۲۱ رمضان کو آپ شہید ہوئے آپ کے مدفن کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ کا دفن افغانستان کے شہر مزار شریف میں ہوا جب کہ اکثر شیعوں کا اعتقاد ہے کہ آپ نجف میں ہیں اور بعض کا کہنا ہے آپ اپنے گھر میں یا دار الخلافہ میں مدفون ہیں۔

آپ کے برادران عقیل، جعفر اور طالب ہیں خواہران ام ہانی اور جمانہ ہیں آپ کی زوجات میں فاطمۃ الزہراء بنت رسول اللہ، خولۃ بنت جعفر بن قیس خثعمیہ، ام حبیب بن ربیعہ، ام البنین بنت حزام بن خالد بن دارم، لیلیٰ بنت مسعود دارمیہ، اسماء بنت عمیس **الخثعمیہ**، ام سعید بنت عروۃ بن مسعود الثقفی ہیں۔

آپ کی اولادوں میں امام حسن، امام حسین، محمد کنیت ابی القاسم، عمرو، عباس، جعفر، عثمان، عبداللہ، محمد اصغر کنیت ابی بکر عبید اللہ یحییٰ ہیں۔

دختران زینب، ام کلثوم، رقیہ، ام الحسن، رملہ نفیسا، ام ہانی، ام کرامہ، جمانہ امامہ، ام سلمہ، میمونہ خدیجہ فاطمہ ہیں۔

دوسرے امام:

آپ کا اسم گرامی امام حسن والد علی امیر المومنین مادر فاطمہ الزہرا آپ نصف رمضان ۳ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنے والد گرامی کے ساتھ تین جنگوں جمل، صفین نہروان میں شریک رہے۔ ۴۰ھ ۲۱ رمضان کو آپ خلیفہ کیلئے انتخاب کئے گئے آپ ۴۱ھ ۱۵ جمادی الاول کو معاویہ سے مصالحت کے بعد خلافت سے دستبردار ہوئے۔ آپ کی زوجات میں خولہ بنت منظور الفزاریہ، ام اسحاق بنت طلحہ بن عبیداللہ التیمی، ام بشر بنت ابی مسعود الانصاری، جعدۃ بنت اشعث، ھند بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر ہیں۔ آپ کی اولادوں میں زید، حسن، عمرو، القاسم، عبداللہ، عبدالرحمٰن حسن، طلحہ۔ بیٹیاں ام الحسن، ام الحسین، فاطمہ، ام عبداللہ، فاطمہ، ام سلمہ، رقیہ شامل ہیں۔

آپ نے ۷ صفر ۵۰ھ میں وفات پائی آپ کی قبر بقیع کے قبرستان میں ہے۔ بقول شیعیان آپ امامت پر دس سال فائز رہے۔

۱۔ حضرت علیؑ کی طرف سے امام حسنؑ پر نص:

کتاب الحجۃ باب النص علی الامام الحسن حدیث علی ابن ابراہیم نے سلیم بن قیس سے اس حدیث میں دفع اسلحہ اور کتب رسول اللہ کا ذکر کیا ہے۔

دوسری حدیث علی ابن ابراہیم از ابی جارود میرے نزدیک آجاؤ تمہیں ایک راز بتاؤں جو مجھے رسول اللہؐ نے بتایا ہے۔

تیسری حدیث میں **عدۃ من اصحابنا** یعنی ایک گروہ نامعلوم انہوں نے شہر ابن حوشب سے نقل کیا ہے امیر المومنین کوفہ جاتے وقت اسلحہ اور کتب ام سلمہ کے پاس چھوڑ کر گئے جب امام حسنؑ واپس آئے تو ام سلمہ نے یہ چیزیں ان کے حوالے کیں۔

چوتھی حدیث محمد ابن یحییٰ از علی ابن ابراہیم عقیلی سے مرفوع نقل کیا ہے۔

۱۔ علی بن ابراہیم انہوں نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے انہوں نے حماد بن عیسی سے نقل کیا ہے۔

۲۔ ابراہیم بن عمر یمانی اور عمر بن ازینہ ۳۔ ابان ۴۔ سلیم بن قیس

اس سلسلے میں اصول کافی میں ساتھ (۷) احادیث نقل ہوئی ہیں ان میں سے علامہ مجلسی نے پانچ کو ضعیف، مرسلہ، مجہولہ اور مرفوعہ قرار دیا ہے کیونکہ ان روایات کے راوی ابان، سلیم بن قیس دونوں مجہول ہیں۔ سلیم بن قیس کی کتاب جعلیات جھوٹ سے پُر ہے اس کے علاوہ اس میں ابی جارود کی حدیث ہے جو فاسد العقیدہ انسان تھا اس کے علاوہ اس حدیث کا متن قرآن وسنت سے متصادم ہے۔ جبکہ اپنے بعد امام حسن کو اپنے خاندان کا سربراہ بنایا ہے اور امور شخص تجہیز و تکفین

وغیرہ کے بارے میں وصیت کی تھی اگر وصیت امامت کے بارے میں ہوتی تو شیعوں کی برجستہ شخصیات کے حضور میں فرماتے۔ جبکہ خود امام حسنؑ لوگوں کے انتخاب سے ہی امام بنے ہیں۔

وصیت امام حسنؑ: کتاب حیات امام حسنؑ میں آپکی طرف سے امام حسینؑ کے بارے میں بطور نص کوئی وصیت نقل نہیں ہوئی ہے۔ کتاب ارشادِ مفید میں آیا ہے۔

تیسرے امام:

امام حسین کے پدر بزرگوار علی بن ابی طالب مادر فاطمہ الزہرا آپ ۳ شعبان ۴ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد گرامی کے ساتھ تین جنگوں میں شریک رہے۔ امام حسن کے بعد آپ دس سال منصب امامت پر رہے ۶۰ھ کو مدینہ منورہ سے رات کے وقت مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت کی ۳ شعبان کو مکہ مکرمہ پہنچے اور مکہ میں قیام کے دوران اہل کوفہ کی طرف سے ۱۲ ہزار خطوط پہنچنے کے علاوہ مسلم بن عقیل کی تصدیق کے بعد آپ ۸ ذی الحجہ کو مکہ سے کوفہ روانہ ہوئے ۲ محرم الحرام ۶۱ھ کو کربلا پہنچے اور ۱۰ محرم ۶۱ھ کو آپ شہید ہوئے۔ آپ کا سر اقدس اہل بیت کے ساتھ گیارہ محرم کو اسیر کر کے کوفہ اور کوفہ سے شام منتقل کیا گیا۔

اشارہ نص بر امام حسینؑ:

امام حسن نے امام حسین کیلئے نص کی۔

۱۔ علی ابن ابرہیم نے ہارون بن الجہم از محمد ابن مسلم اس میں اپنی تجہیز وتدفین کے بارے میں وصیت کی ہے۔

۲۔ محمد ابن الحسن علی بن محمد از سہل بن زیاد از مفضل بن عمیر۔

۳۔ اسکی سند سہل ابن زیاد نے تجہیز وتدفین کے بارے میں وصیت کی۔

۱۔ علی بن ابراہیم

۲۔ بکر بن صالح انہوں نے کہا ہے یہ ہمارے بعض اصحاب سے۔

۳۔ ابن زیاد ۴۔ محمد بن سلیمان دیلمی ۵۔ ہارون بن جہم ۶۔ محمد بن مسلم

نص بر امام حسینؑ:

اس سلسلے میں اصول کافی میں تین (۳) احادیث نقل ہیں مجلسی نے اس کی شرح مرآۃ العقول میں تینوں کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس میں بکر ابن صالح، سہل ابن زیاد، محمد ابن سلیمان دیلمی جیسے غلاۃ کا ہاتھ ہے۔ اس کے علاوہ اس کا متن قرآن کریم کی آیات سے متصادم ہے جہاں امام حسنؑ نے محمد حنفیہ سے فرمایا اگر آپ چاہیں تو ہم ہر خبر دے سکتے ہیں جب آپ کی ماں حاملہ ہو چکی تھی ہم اس وقت کی خبر بھی بتا سکتے ہیں جبکہ قرآن کریم میں آیا ہے رحم میں کیا ہے اسے صرف اللہ جانتا ہے۔ اسی طرح امام علیؑ نے نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۲۶ میں علم غیب کو انبیاء سے بھی رد کیا ہے۔ اس کے علاوہ امام حسنؑ نے فرمایا میں نے امامت کیلئے اپنے بھائی کو انتخاب کیا ہے جب نص اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہے تو امام حسنؑ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ از خود انتخاب کریں۔

امام حسن کی وفات کے بعد امام حسینؑ کی اطاعت سب پر واجب تھی اگر چہ امام حسینؑ نے اپنی طرف لوگوں کو دعوت نہیں

دی کیونکہ آپ تقیہ میں تھے اور ان کا معاویہ کے ساتھ معاہدہ تھا اور آپ کا ہر اس معاہدہ پر قائم رہنا واجب تھا۔

زوجات میں لیلیٰ بنت ابی مرۃ بن عروۃ بن مسعود الثقفی ،ام اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ التیمی ،شاہ زنان بنت کسری یزدجر، ملک الفرس، الرباب بنت امری ءالقیس بن عدی شامل ہیں۔آپ کی اولادوں میں علی اکبر، جعفر، امام زین العابدین، عبداللہ ہیں بیٹیوں میں سکینہ، فاطمہ، رقیہ ہیں۔

چوتھے امام:

علی والد گرامی امام حسین آپ ۵ شعبان ۳۸ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے ۔باپ کے بعد ۳۴ سال عمر گزاری ۳۴ سال منصب امامت پر رہے آپ کے دور کے خلفاء ملوک میں یزید بن معاویہ، معاویہ بن یزید، مروان بن الحکم، عبد الملک بن مروان، ولید بن عبدالملک ہیں ۔آپ نے ۲۵ محرم ۹۵ھ میں وفات پائی ۔آپ کی قبر مطہر بقیع کے قبرستان میں ہے۔آپ کی زوجات میں سے فاطمہ بنت امام حسن ہیں اولادوں میں ابو جعفر، امام محمد باقر عبد اللہ حسن، حسین، زید، عمر، حسین اصغر، عبدالرحمٰن، سلیمان، علی، محمد اصغر ہیں بیٹیوں میں خدیجہ، ام کلثوم، فاطمہ، عالیہ ہیں ۔آپ نے شام سے واپسی کے بعد مدینہ میں قیام فرمایا ہے۔

اشارہ نص بر امام زین العابدینؑ: (اصول کافی باب الحجہ)

۱۔محمد ابن یحیٰی ۔ابی جارود نے امام باقر سے نقل کیا ہے کہ کربلا میں امام زین العابدین بیمار تھے تو امام حسین نے وصیت نامہ اپنی بیٹی فاطمہ صغراء کے سپرد کیا۔

۲۔گروہ جماعت نے ابی جارود سے اسی طرح وصیت نامہ فاطمہ صغراء کے سپرد کرنے کا ذکر کیا ہے۔

۳۔گروہ جماعت سیف بن عمر ہ ابی بکر حضرمی نے امام صادقؑ سے وصیت نامہ ام سلمہ کے پاس رکھا۔

۴۔علی ابن ابراہیم جابر انصاری نے امام صادقؑ امام باقرؑ ۔

۵۔احمد ابن ادریس، اسماعیل ابن محمد جب امام سجاد وفات کے نزدیک ہوئے تو انھوں نے ایک صندوق امام محمد باقرؑ کے سپرد کیا جسے چار آدمیوں نے اٹھایا امام سجاد کی وفات کے بعد باقی برادران نے امام باقرؑ سے صندوق میں موجود مال سے اپنا حصہ مانگا تو امام نے فرمایا اس میں تمہارا کوئی حصہ نہیں ہے۔

۶۔محمد ابن یحیٰی نے عیسی ابن عبداللہ ۔امام نے فرمایا: یہ صندوق اپنے گھر لے جائیں۔

۷۔محمد ابن حسن بن ابی علاء۔

اصول کافی ص ۳۰۶ نص بر امام صادقؑ ابی صباح کنانی سے نقل کیا ہے امام محمد باقرؑ نے امام جعفر صادقؑ کو دیکھ کر اس آیت کی تلاوت کی قصص ۳۔

۸۔محمد ابن یحیٰی نے ہشام بن سالم سے امام باقرؑ نے امام صادقؑ سے فرمایا آپ کو اپنے اصحاب کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔

۹۔علی ابن ابرہیم سدیر صرفی انسان کی سعادت میں سے ہے کہ اس کے بیٹے میں اس کی شکل وشمائل ہوں اور میں جعفر میں اپنے شمائل دیکھ رہا ہوں۔

۱۰۔احمد ابن محمد نے کہا امام خیر بریہ ہے۔

۱۱۔احمد ابن مہران نے کہا امام خیر یہ ہے۔
۱۲۔محمد ابن یحیٰ۔
۱۳۔علی ابن ابراہیم نے نقل کیا ہے امام محمد باقرؑ نے امام صادقؑ کو گواہوں کی موجودگی میں وصیت کی کہ مجھے اپنے کفن سے کریں ان کا عمامہ ان کے سر پر رکھیں قبر میں رکھنے کے بعد گرہ کو کھولیں قبر کو چار انگشت اوپر کریں پھر فرمایا۔
۱۔محمد بن یحیٰ ۲۔محمد بن حسین ۳۔احمد بن محمد ۴۔محمد بن اسماعیل ۵۔منصور بن یونس
۶۔ابی جارود

اس سلسلے میں اصول کافی میں چار(۴)احادیث آئی ہیں علامہ مجلسی نے ان میں اول دوم چہارم کوضعیف قرار دیا ہے۔کیونکہ ان کے راوی ابی جارود، بکر ابن صالح ہیں اور ان کے متن میں آیا ہے جب امام حسینؑ تنہا ہوئے تو پریشان ہوگئے تو آپ نے اپنی وصیت ام سلمیٰ کو مدینہ میں اور اس کے بعد کربلاء میں فاطمہ صغراء کے سپرد کیا۔کسی کو وصیت کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ اس کو امامت پر نص شمار کیا جائے امامت میں وصیت نہیں چلتی بلکہ وصیت انفرادی مالیات میں ہوتی ہے۔

۲۔امام سجاد کو رئیس آہ و فغاں کے القاب سے نوازا جبکہ رونا کسی درد کی دوا ہے نہ کسی مسئلہ کا حل ہے نہ وسیلہ جنگ و جہاد ہے بلکہ دشمنوں کے طعن وطنز کا باعث موقعہ خوشی و مسرت ہے لہٰذا ابوسفیان نے اپنے علاقے میں مرد و زن کو رونے سے منع کیا تھا لیکن آج اس پر زور دیا جاتا ہے۔

۴۔نص بر امام محمد باقرؑ:

پانچویں امام:

نام محمد باپ امام زین العابدین ماں فاطمہ بنت امام حسن آپ ۵۷ھ پہلی رجب کو پیدا ہوئے کنیت ابوجعفر القاب باقر، شاکر، ہادی امین۔۱۱۴ھ ۷ ذی الحجہ کو ۵۷ سال کی عمر میں وفات پائی آپ کی قبر قبرستان بقیع میں ہے۔آپ کی زوجات میں ام فروہ بنت قاسم بنت محمد بن ابی بکر، ام حکیمہ بنت اسد ابن مغیرہ ثقفی ہیں ۔اولادوں میں امام جعفر صادق، عبداللہ، ابراہیم، عبیداللہ، علی ۔بیٹیوں میں زینت، ام سلمہ ہیں۔

اشارہ نص بر امام محمد باقرؑ:

۱۔احمد بن ادریس ۲۔محمد بن جبار ۳۔ابی القاسم کوفی
۴۔محمد بن سہل انہوں نے ابراہیم بن ابی بلاد سے نقل کیا ہے انہوں نے اسماعیل بن محمد بن عبداللہ بن علی بن حسین سے انہوں نے امام باقرؑ سے۔

اس سلسلے میں اصول کافی میں چار(۴)احادیث آئی ہیں علامہ مجلسی نے اس کی شرح مرآۃ العقول میں درج تمام احادیث کوضعیف اور مجہول قرار دیا ہے۔جبکہ متن میں آیا ہے کہ امام سجاد نے اپنی وفات کے موقعہ پر ایک صندوق اپنے بیٹے محمد ابن علی کو دیا تھا۔کیا امامت صندوق میں ہوتی ہے صندوق میں تو کتاب لباس وغیرہ ہو سکتا ہے۔ملوک عصر میں زمن امامتہ، الولید بن عبدالملک، سلیمان بن عبدالملک، عمر بن عبدالعزیز، یزید بن عبدالملک، ہشام بن عبدالملک۔

وصیتِ امام محمد باقرؑ :

آئمہ اثناء عشر ہاشم معروف الحسنی لبنانی (جلد ۲ صفحہ ۲۳) آپ نے امام صادقؑ کی امامت پر پیغمبرؐ اور علیؑ کی اور امام زین العابدینؑ کی وصیت کی جیسا کہ کافی اور دیگر کتابوں میں ثقہ راویان نے نقل کی ہیں۔ آپ کے بعد آپکے جانشین جعفر ابن محمد ہیں یہ وصیت کر کے جوار رب میں منتقل ہوئے آپکی عمر ۵۷ برس تھی۔ ۱۱۴ ہجری کو۔ وصیت میں امام نے کیا فرمایا اُسکا کوئی ذکر نہیں ہے۔

چھٹے امام:

جعفر باپ امام محمد باقر ماں ام فروۃ فاطمہ بنت محمد بن ابی بکر ۸۰ یا ۸۳ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے کنیت ابو عبد اللہ ابو اسماعیل ابو موسیٰ القاب صادق، فاضل، طاہر ہیں

اشارہ نص بر امام جعفر صادقؑ :

۱۔ حسین بن محمد ۲۔ معلی بن محمد ۳۔ وشاء ۴۔ ابان بن عثمان ۵۔ ابی صالح کنانی انہوں نے امام باقرؑ سے۔

امام صادقؑ کی اولاد: امام صادقؑ کی دس/۱۰ اولادیں ہیں جس میں سات/۷ بیٹے اور تین/۳ بیٹیاں تھیں بعض کے نزدیک گیارہ/۱۱ اولادیں تھیں۔

اس سلسلے میں اصول کافی میں آٹھ (۸) احادیث آئی ہیں علامہ مجلسی کے نزدیک ان تمام احادیث کے راوی مجہول الحال ضعیف یا ان سے پہلے ضعیف یا پھر بعد میں بھی ضعیف ہیں۔ اس کے متن میں آیا ہے کہ امام محمد باقرؑ نے امام جعفر صادقؑ سے فرمایا: آپ مجھے کفن دیں آپ ہی مجھے دفن کریں اس میں جائے شک نہیں کہ تجہیز و تکفین بڑے بیٹے کرتے ہیں لیکن اس میں امامت کا ذکر نہیں ہے۔

۳۔ امام جعفر صادق بہت سے علوم و فنون کے ماہر و مدرس گردانے جاتے ہیں گویا امام صادقؑ اپنے دور کے ایک اعلیٰ پائے کے مدرس و سائنس دان تھے ان کے بقول آپ اپنے شیعوں کیلئے ایک دیرپا منصوبہ بندی کے قائل تھے آپ کو امت کی قیادت و رہبری سے سروکار نہیں تھا گویا ان کی شخصیت اس وقت کے محترم ڈاکٹر قدیر یا مرحوم علماء مجلسی جو صفوی ادوار میں وزیر تعلیم کے فرائض انجام دیتے تھے کی جیسی ہے۔ لیکن یہ منطق سمجھ میں نہیں آتی کہ ایک ماہر تعلیم سرگرم فروغ تعلیم کو امام کل کا لقب کیوں دیتے ہیں۔ کہتے ہیں امام جعفر صادق نے تدریس اور فقہ کی بنیاد ڈالی جس کی اسناد تاریخ اور اخلاق وسلوک امام جعفر صادق میں نہیں ملتی ہیں وہ بھوسے کے تنکے سے بھی کمزور ہے۔

تضاد گوئی:

ایک طرف یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ امام باقرؑ و امام صادقؑ دونوں کو اس دور میں کچھ حد تک آزادی ملی تھی جس کی بنیاد پر آپ دونوں نے علوم آل محمد کو پھیلایا ہے اور پھیلانے والی یہ ہستیاں تھیں دوسری طرف آپ یہ کہتے ہیں امام صادقؑ اور آپ کے اصحاب سخت تقیہ میں تھے لہٰذا یہ امت کو آزادی سے حقیقت پر مبنی بیان نہیں دے سکتے تھے یہاں تقیہ کی بنیاد پر تضاد گوئی فرمائی ہے۔

وصیت امام جعفر صادق:

اپنی وفات سے پہلے امام نے اپنے بیٹے موسیٰ ابن جعفر کی امامت پر نص کی اور اصحاب کی رہنمائی فرمائی جیسا کہ متواتر نصوص صحیح میں آیا ہے آ پکی وفات شوال ۱۴۷ کو ہوئی بعض نے ۱۵ رجب کہا ہے اس وقت آ پکی عمر ۶۸ برس تھی ۔روایت کلینی میں ابو ایوب جوزی سے نقل ہے کہتے ہیں ابو جعفر منصور نے تاریک رات میں مجھے بھیجا اور میں اُن کے پاس گیا وہ کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے اُنکے پاس شمع تھی ہاتھ میں کتاب تھی جب اُن کو سلام کیا تو اُنہوں نے خط روتے ہوئے پھینک دیا اور کہا یہ محمد ابن سلیمان والی مدینہ کا خط ہے مجھے خبر دی گئی کہ جعفر ابن محمد وفات پا گئے انا اللہ وانا الیہ راجعون پھر مجھے کہا لکھو تو میں نے لکھنا شروع کیا، کہا لکھو اگر اُس نے وصیت ایک خاص آدمی کے حق میں کی ہے تو اُس کو پکڑو اور اسکی گردن اُڑا دو تو والی مدینہ کر طرف سے جواب آیا انھوں نے پانچ آدمیوں کے بارے میں وصیت کی ہے۔

۱۔ابی جعفر منصور ۲۔محمد ابن سلیمان ۳۔عبداللہ ۴۔موسیٰ ۵۔حمیدہ اس پر منصور نے کہا اِن سب کو تو قتل نہیں کیا جا سکتا۔

امام صادقؑ اور نص: امام صادق نے اپنے بعد منصب امامت کیلئے جانشین اپنے بیٹے اسماعیل کو منتخب کیا جب اسماعیل کی وفات ہوئی تو آپ نے فرمایا بدع ہوا ہے۔

اصول کافی میں ایک باب بدع ہے اگر نص ہوتی تو امام اسماعیل کو نامزد نہیں کرتے۔آپ کی اولاد جن میں سات ۷ بیٹے اور چار ۴ بیٹیاں شامل ہیں امام موسیٰ ابن جعفر، محمد معروف بہ دیباج اسحٰق، علی جس نے مکہ میں مامون کے زمانہ میں بنی عباس کے خلاف خروج کیا پھر اُسے گرفتار کر کے خراسان لے گئے اپنے پاس رکھا یہاں تک ۲۰۳ کو وفات پا گیا۔مرنے کے بعد مامون نے اُسکے جنازے کو اُٹھایا واقدی نے لکھا ہے کہ اہل حجاز تہامہ نے اُس کی بیعت کی اور اُسکی تحریک نے زور پکڑا تو معتصم نے اسے گرفتار کر کے مامون کے سپرد کیا آپ ایک عالیقدر انسان تھے صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے آ پکی اولاد میں سے ایک اسماعیل ابن عارج ہے اسی کی طرف اسماعیلی فرقے کی برگشت ہوتی ہے یہ امام صادق کی حیات میں وفات پا گئے ۔کتاب آئمہ اثناءعشر جلد ۲ صفحہ ۳۰۲ ۔عبداللہ، عباس، ام فروہ، اسماء و فاطمہ ہیں۔زوجات حمیدہ بنت ساعد مغربی فاطمہ بنت حسین بن علی بن ابی طالب اولا د اسماعیل، عبداللہ، موسیٰ الکاظم، اسحاق، محمد الدیباج، العباس، علی۔ ہیں دختران میں ام فروہ، اسماء، فاطمہ ہیں۔

حکمران وقت میں ہشام بن عبدالملک، یزید بن عبدالملک الملقب بالناقص، ابراہیم بن ولید، مروان بن محمد، الملقب بالحمار، سفاح اور منصور۔آپ ۲۵ شوال ۱۴۸ھ کو مدینہ میں وفات پائے اور بقیع میں مدفون ہیں۔

۶۔امام موسیٰ ابن جعفرؑ:

موسیٰ والد بزرگوار امام جعفر صادق مادر حمیدہ بنت ساعد مغربی ہیں آپ کی ولادت ۷ صفر کو ۱۲۸ھ کو محلہ ابواء جو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے میں ہے کنیت ابو ابراہیم، ابوالحسن، ابوعلی، ابو اسماعیل ہے القاب عبد صالح کاظم، صابر، صالح ہے اولاد میں علی الرضا ابراہیم عباس، قاسم اسماعیل، ہارون، حسن ، احمد محمد حمزہ، عبد اللہ، اسحاق، عبد اللہ زید حسن مفضل سلیمان شامل ہیں۔دختران میں فاطمہ کبریٰ، فاطمہ صغریٰ رقیہ حکیمہ رقیہ صغریٰ کلثوم اور جعفر وغیرہ ہیں۔ملوک عصر میں منصور، محمد مہدی، موسیٰ ہادی، ہارون رشید ہیں۔وفات ۲۵ رجب ۱۸۲ھ کو ہوئی قبرستان قریش بغداد میں ہے۔

اس سلسلے میں اصول کافی میں نو(۹) حدیث نقل ہوئی ہیں جو سب مجہول مرسلہ ضعیف ہیں۔تمام راوی مفاد پرست اور صانع خرافات ہیں۔اس کے متن میں فیض بن مختار نے امام سے پوچھا اگر آپ سے پہلے میں مر جاؤں مجھے پتہ نہ چلے کہ آپ کے بعد امام کون ہے تو اس صورت میں کوئی اشکال تو نہیں ہوگا لیکن اگر میں آپ کے بعد رہوں اور آپ کے بعد والے امام کو نہ جانوں تو میں جہنمی ہو جاؤں گا یہ حدیث اس آیت مبارکہ کے خلاف ہے سورہ بقرہ ۶۲ اور دوسری آیت میں آیا ہے جہنم سے نجات ایمان باللہ ایمان بالاخرت اور عمل صالح سے ہے۔اس کے علاوہ اس کا راوی یونس بن ذبیان غالی اور جھوٹ بولنے میں مشہور انسان ہے۔محمد بن سنسان بھی جھوٹا اور غالی ہے اس کے علاوہ یعقوب بن سراج نے کہا میں امام صادقؑ کے پاس پہنچا تو امام موسیٰ ابن جعفر گہوارے میں تھے تو امام صادقؑ نے یعقوب سراج سے کہا اپنے مولا کے قریب آجاؤ تو میں بچے کے قریب ہوا موسیٰ ابن جعفر کو میں نے سلام کیا تو بچے نے مجھے فصیح زبان میں جواب سلام دیا اور کہا تم اپنی بیٹی کا نام بدل دو یہ نام اللہ کو پسند نہیں ہے راوی کہتا ہے میری بیٹی کا نام حمیرا تھا جسے میں نے بدل دیا ۔دیکھیں امام جو بچہ ہے وہ علم غیب جانتا ہے جب کہ نبی چالیس سال تک اپنے نبی بننے اور اپنے گرد وپیش کے لوگوں کا نام نہیں جانتے تھے جبکہ امام موسیٰ ابن جعفرؑ راوی کی بیٹی کے نام کو بھی جانتے تھے۔

امام موسیٰ ابن جعفرؑ اور نص: خبر ۱۴ میں آیا ہے آپؑ نے فرمایا: ''میں نے خواب میں پیغمبرؐ اور علی مرتضیٰؑ کو دیکھا'' پیغمبرؐ نے فرمایا: ''آپ جانے والے ہیں اپنے بعد اپنے کسی فرزند کو اپنا جانشین قرار دیں۔''میں نے خواب میں اپنی تمام اولاد کو دیکھا۔میں نے کہا: ''میری کون سی اولاد؟'' فرمایا: ''اپنے فرزند علی کو۔''لیکن اسے اصحاب آئمہ بھی نہیں جانتے تھے۔

اشارہ نص بر امام موسیٰ کاظمؑ:

۱۔احمد ابن مہران نے فیض مختار سے انہوں نے امام صادقؑ سے عرض کی کہ آپ کے بعد کون امام ہوگا۔اس وقت ابا ابراہیم آیا تو فرمایا یہ تمہارا صاحب ہے۔

۲۔گروہ اصحاب معاذ بن کثیر۔عرض کیا من بعدک فرمایا راقد یعنی سویا ہوا بچہ۔۳۔گروہ جماعت نے عبدالرحمٰن بن حجاج سے۔۴۔احمد ابن مہران سے۔

۵۔احمد بن مہران نے علی ابن ابراہیم نے محمد ابن یحییٰ سے ۶۔احمد ابن مہران۔

۸۔محمد ابن یحییٰ ۹۔محمد ابن یحییٰ سے احمد ابن عیسیٰ نے حسین ابن محمد۔۱۰۔علی ابن محمد۔۱۶ احادیث نقل کیں۔

۱۔احمد بن مہران ۲۔محمد بن علی ۳۔عبداللہ قلا انہوں نے فیض بن مختار سے انہوں نے امام جعفر صادقؑ سے۔

(وفات امام موسیٰ ابن جعفر صفحہ ۳۴۷ جلد ۲)امام موسیٰ ابن جعفر کی کوئی وصیت کتب تاریخ میں نقل نہیں (کتاب آئمہ اثناء عشر جلد ۲ صفحہ ۴۷۲)

ساتویں امام:

باپ امام موسیٰ کاظمؑ ماں تکتم طاہر ام البنین ۱۴۸ھ ۱۱ ذیقعدہ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے کنیت ابو الحسن القاب الرضا، الصابر، الرضی، الوفی، الصادق، الفاضل۔زوجات میں سبیکہ خاندان ماریہ قبطیہ سے،،ام ولد ابراہیم، ام حبیبہ بنت المامون۔

اس بارے میں اصول کافی میں سولہ (۱۶)حدیث نقل ہوئی ہیں علامہ مجلسی نے گیارہ (۱۱)حدیث کوضعیف قرار دیا ہے۔اس کے علاوہ نص قائم ہوا ور خاص اصحاب کوبھی اس کا پتہ نہ چلے کہ اس امام کے بعد کون امام ہوگا بعید ہے۔کہتے ہیں امامت اصول دین میں سے ہے لیکن یہاں لوگوں کو پتہ نہیں چلتا تھا کہ امام حاضر کی وفات کے بعد اگلا امام کون ہے اگر بارہ کے بارہ اماموں پر رسول اللہ نے نص کی ہے تو یہ پورے خاندان یا کم از کم خاص خاص اصحاب کے علم میں ہونا چاہیے تھا لیکن بڑے بڑے اصحاب کو پتہ نہیں تھا کہ اگلا امام کون ہوگا اگر پیغمبرؐ نے نص کی ہوتی تو تمام امت کو اس سے آگاہ ہونا چاہیے تھا لیکن ان راویوں میں سے کسی کو بھی پتہ نہیں تھا۔ ہر امام کے بعد لوگوں میں اختلاف رونما ہوا کہ کون امام ہے۔

اشارہ نص برامام رضاؑ:

۱۔محمد بن یحییٰ انہوں نے احمد بن محمد سے انہوں نے ابن محبوب سے انہوں نے حسین بن نعیم صحاب سے انہوں نے ہشام بن حکم سے اور علی بن یقطین سے انہوں نے عبد صالح سے یعنی امام موسیٰ بن جعفرؑ سے۔

رجال بحرالعلوم: ج ۱ص ۴۱۶امام موسیٰ ابن جعفرؑ نے اپنی وفات کے موقع پر باطن میں امام رضا کو وصی قرار دیا اور ظاہری وصیت میں ابراہیم،عباس قاسم،اسماعیل،احمد،ام احمد سب کو شامل کیا بعد میں وضاحت کرتے ہوئے فرمایا یہ علی ابن موسیٰ رضا کی مرضی ہے اپنے دیگر بھائیوں کو شامل کرے اگر وہ راضی نہیں ہوتے تو شامل نہ کریں۔

نص برامام رضاؑ: [اصول کافی: ج ۱باب حجت ص ۳۱۱]

محمد ابن یحییٰ نے حسین بن نعیم صفاح سے ان کا کہنا ہے ہم اور ہشام بن حکم،علی یقطین بغداد میں عبد صالح کے پاس تھے اس وقت آپ کا بیٹا آیا تو آپ نے فرمایا یہ میرا بیٹا میری اولادوں کا سید ہے میں نے اپنی کنیت ان کیلئے رکھی ہے۔ہشام نے اپنا ہاتھ ان کی پیشانی پر رکھا ہشام نے کہا یہ امر ان تک آئے گا۔

۲۔بعض گروہ اصحاب نے نعم قابصوی سے نقل کیا ہے کہ یہ میرا بیٹا سب سے نیک ہے مجھے محبوب ہے یہ میرے ساتھ جفر دیکھتے ہیں جبکہ کسی نے اس جفر کو نہیں دیکھا سوائے نبی یا اس کے وصی کے۔

۳۔احمد ابن مہران نے داؤد رقی سے نقل کیا ہے میں نے ابی ابراہیم (موسیٰ ابن جعفر) سے پوچھا میں عمر رسیدہ ہوں آپ مجھے جہنم جانے سے بچالیں آپ نے اپنے بیٹے کی طرف اشارہ کیا میرے بعد یہ ہیں۔

۴۔حسین بن محمد سے نقل کیا ہے محمد ابن اسحاق بن عمار سے نقل کیا ہے امام موسیٰ ابن جعفر سے پوچھا مجھے کیا اس کی طرف رہنمائی نہیں کریں گے جس سے میں اپنا دین لوں اس پر آپ نے فرمایا یہ میرا بیٹا ہے۔میرے باپ نے مجھے پکڑا اور روضہ رسول کے پاس لے گئے اور سورہ بقرہ کی آیت ۳۰ تلاوت کی۔اسی طرح ۱۶ احادیث نقل کی ہیں۔

نویں امام:

محمد تقی والد امام علی الرضا ماں سبیکہ ۱۹۵ ھ ۱۹ رمضان کو مدینہ میں پیدا ہوئے کنیت ابو جعفر القاب میں جواد،قانع،مرتضی،نجیب،تقی،منتجب مختار،متوکل،متقی،زکی،عالم وغیرہ ہیں۔

شاعروں میں دعبل خزاعی،ابونواس،ابراہیم بن العباس الصولی،بواب میں محمد الفرات ۔ملوک عصر ہارون رشید امین مامون ۷ اصفر ۲۰۳ھ کو شہر طوس میں وفات پائی آپ کی قبر مطہر خراسان میں ہے۔

۸۔نص بر امام جوادؑ:

اشارہ نص بر امام محمد تقی:

۱۔علی بن محمد ۲۔سھل بن زیاد ۳۔محمد بن ولید ۴۔یحیٰی بن حسیب زیاد انہوں نے مجہول شخص سے۔

پہلی روایت علی ابن محمد آخری راوی یحیٰی ابن حسیب زیاد۔

۲۔محمد ابن یحیٰی نے معمر ابن خلاد سے۔

۳۔محمد ابن یحیٰی نے محمد ابن عیسیٰ سے۔

۴۔ایک گروہ اصحاب نے حسین بشار سے۔

۵۔بعض گروہ اصحاب نے ابن ابی نصر سے۔

۶۔احمد بن مہران نے معمر خلاد سے۔

۷۔احمد ابن محمد ابن علی سے۔

۸۔علی ابن ابراہیم نے یحیٰی ابن نعمان صرفی سے۔

اصول کافی میں اس سلسلے میں چودہ (۱۴) احادیث نقل کی گئی ہیں مجلسی نے اس سے دس (۱۰) احادیث کو ضعیف اور مجہول گردانا ہے جبکہ باقی کے راوی جھوٹے ہیں سہل ابن زیاد، محمد ابن جمہور، جعفر ابن یحیٰی، محمد ابن احمد مہدی، محمد ابن خلال صیقل، مالک ابن اشیم، ابن قیامہ۔اس روایت کی سند کے علاوہ متن بھی باطل ہے کیونکہ اس روایت میں آیا ہے کہ امام رضا نے اپنے بیٹے امام جوادؑ کو وصیت کی جبکہ وصیت کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ امام جواد ہی واحد وارث تھے۔ وصیت جہاں اختلاف کی گنجائش ہو وہاں ہوتی ہے جبکہ یہاں وارث ہی واحد ہے۔لیکن کہتے ہیں امام رضا نے علم غیب سے خبر دی کہ اللہ مجھے ایک بیٹا دے گا جو میرا وارث ہوگا یہ خبر قرآن کے خلاف ہے قرآن میں فرمایا ہے کہ آسمان و زمین میں جو غیب ہے وہ اللہ جانتا ہے جو ماؤں کے شکم میں ہے وہ اللہ جانتا ہے حدیث نمبر ۱۱ اور ۱۲ میں امام جواد کو حضرت عیسیٰ سے شباہت دی گئی ہے۔جہاں بچپن میں بات کرنے کا قیاس ہے تو قیاس مالفارغ ہے حضرت عیسیٰ اور امام جواد کا آپس میں کوئی اشتراک نہیں حضرت عیسیٰ رسول تھے جبکہ امام جواد رسول نہیں تھے تاکہ تائید الٰہی کی ضرورت ہو۔جب نبی محمد چالیس سال گزرنے کے بعد نبی ہوئے تو امام جواد نابالغ ہوتے ہوئے کیسے امام ہوئے اور تین چار سال کی عمر میں ان پر کیسے وحی نازل ہوئی دوسرا حضرت عیسیٰ نے کہاں دعویٰ کیا تھا کہ میں سب کچھ جانتا ہوں۔

زوجات میں سمانہ سانہ مغربیہ، ام فضل بنت المامون ہیں امام جواد کی اولادوں میں امام علی الھادی، موسی ہیں۔بیٹیوں میں فاطمہ امامہ ہیں۔

ملوک عصر میں مامون اور معتصم ہیں ۲۲۰ھ کو آخر ذیقعدہ کو بغداد میں وفات پائی آپ کی قبر بغداد میں اپنے جد کے جوار میں ہے۔

۱۔حضرت امام حسین اور امام جعفر صادق کو کثرت ازدواج سے متہم کیا یہ باطنیوں کی اختراع ہے۔

۴۔موسیٰ ابن جعفر کے دور میں شیعہ طاقت اور قدرت میں آئے۔

۱۰۔نص بر امام علی الھادیؑ:

دسویں امام:

امام الھادی، باپ امام جواد ماں سمانہ مغربیہ ولادت نواحی مدینہ میں ۲۱۲ھ کو ہوئی کنیت ابوالحسن القاب میں نقی ، ہادی ،نجیب ،مرتضی ،عالم ،متقی ،فقیہ ،امین ،موتمن ،طیب ،متوکل ،عسکری ،ناصح ۔

اشارہ نص بر امام ہادیؑ:

علی بن ابراہیمؒ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے اسماعیل بن مہران سے انہوں نے امام جواد سے ۔

امام ہادیؑ اور نص: امام ہادیؑ نے سید محمد کو اپنے بعد امامت کیلئے نامزد کیا۔ جب محمد نے وفات پائی تو امام نے حسن عسکریؑ کو امام منصوب کیا اگر امام ہادیؑ نص سے آگاہ ہوتے تو سید محمد کو منصوب نہ کرتے ۔

اس سلسلے میں اصول کافی میں تین (۳) احادیث ہیں علامہ مجلسی نے تینوں کو مجہول قرار دیا ہے ۔اس کے علاوہ متن بھی خلاف ہے ، کیونکہ امام جواد نے اپنے ترکے کے بارے میں امام علی الھادیؑ کو وصیت کی ہے جبکہ امامت کا ترکے سے کوئی رشتہ نہیں ہے ۔ اولاد امام حسن عسکری ،حسین ،محمد ،جعفر ،علی ۔

۱۱۔ نص بر امام حسن عسکریؑ:

گیارہویں امام:

باپ امام علی الھادی ماں سلیل ۸ ربیع الاول ۲۳۲ھ کو پیدا ہوئے کنیت ابومحمد ، زکی ، ہادی ،تقی ،عسکری ۔عسکری نسبت ہے ایک جگہ سے جو سرمن راء میں ہے اس کو عسکری اس لئے کہتے ہیں کہ یہاں معتصم عباسی اپنے لشکر سمیت منتقل ہوا اس وجہ سے اس جگہ کو عسکر کہتے ہیں ۔ امام حسن عسکری جب یہاں تشریف لائے تو انھیں بھی اس کی طرف نسبت دی گئی کیونکہ متوکل عباسی نے انھیں یہاں جلاوطن کیا آپ نے وہاں ۲۰ سال ۹ مہینہ گزارے لہٰذا علی الھادی اور امام حسن دونوں کو عسکری کہتے ہیں ۔

اشارہ نص بر امام حسن عسکریؑ:

بعض نے امام حسن عسکری کی وفات سے انکار کر کے انہی کو امام مہدی قرار دیا جبکہ بعض دیگر نے امام حسن عسکریؑ کی کسی اولاد کا تذکرہ نہیں کیا یعنی ان کے نزدیک ان کی کوئی اولاد نہیں تھی ۔

۳۔ امام حسن عسکری نے اپنی وفات سے پہلے بعض کو امام مہدی کو دکھایا ۔علی بن محمد انہوں نے محمد بن احمد نہدی انہوں نے یحیٰی بن یسار قمبری سے انہوں نے امام ہادی سے ۔

اس بارے میں اصول کافی میں تیرہ (۱۳) احادیث نقل ہوئی ہیں علامہ مجلسی نے سوائے ابوجعفر ہاشمی کے سب کو ضعیف گردانا ہے جو کہ اپنی جگہ غالی تھے اور اخبار غلو خلاف قرآن روایت نقل کرتے تھے ۔امام علی الھادیؑ کی وفات سے پہلے سب کا خیال تھا آپ کے بعد امام سید محمد بنیں گے جس طرح امام جعفر صادق کے بعد اسماعیل بنے تھے چونکہ سید محمد نے امام علی الھادیؑ کی حیات میں وفات پائی اگر یہاں نص ہوتی تو ابو ہاشم جعفری کو پتہ چلتا جبکہ اسے پتہ نہیں تھا کہ امام علی الھادیؑ کے بعد امام کون بنے گا ۔

شیعوں کے تمام فرقوں کے عقائد افکار نظریات ایک دوسرے سے متناقض و متضاد مختلف ہونے کو بیان کرنے کے بعد اس

دعوے کی کلی کھل جاتی ہے کہ تمام شیعہ ایک ہی ہیں یعنی مولا علیؑ کو ماننے والے۔انہیں منصوص من اللہ اور خلیفہ بلافصل و معصوم گردانتے والے ہیں ان فرقوں میں سے بعض نے صرف حضرت علی پر امامت کو ختم کیا بعض نے امام حسینؑ پر ختم کیا ہے جبکہ بعض نے امام زین العابدین پر امامت کو دوسرے راستے پر لگایا ہے بعض نے انکار نص کیا اور بعض نے انکار عصمت کیا ہے بعض حلول اللہ کے قائل ہوئے ہیں۔بعض چھ امامی بعض سات امامی بعض آٹھ امامی بعض دس امامی بعض گیارہ اور بعض بارہ امامی بنے ہیں۔اس سب کے بعد یہ کہنا کہ یہ سب ناجی ہیں تو اس کا معنی یہ ہوا کہ دین و دیانت مذہب کا کوئی تصور نہیں اور مذہب ایک فسطائیت ہے۔

آپ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی اس وجہ سے شیعہ اثنا عشری میں حد سے زیادہ اختلافات نمودار ہوا بعض کا کہنا ہے امام حسن عسکری کے بعد شیعوں کے چودہ بعض نے پندرہ فرقے بتائے ہیں۔

وفات امام حسن عسکریؑ:

کتاب فرق سعد اشعری اور فرق نوبختی سے نقل ہے۔

وتوفي الحسن بن علي العسكري سنة ٢٦٠ هجرى ولم ير له خلف ولم يعرف له ولد ظاهر فاقتسم ما ظهر من ميراثه أخوه جعفر وأمه وهي أم ولد،ثم افتراق أفترق أصحابه من بعده خمس عشرة فرقة۔ويجعلها النوبختي أربع عشرة فرقة۔

[كتاب مقالات والفرق تصنيف سعد ابن عبد الله ابن خلف اشعرى قمى ص ١٠٢]

بحار ج٩ ص١٧٥،١٧٦۔نوبختى ص٩٦۔

الفرقة الأولى قالت:ان الحسن بن علي(العسكري) حي لم يمت وانما غاب وهو القائم ولا يجوز أن يموت الامام ولا ولد له ولا خلف معروف ظاهر لأن الأرض لا تخلو من امام۔ ۔والحسن بن علي قد ثبتت وصيته بالامامة وأشار أبوه اليه بالامامة۔

فنلاحظ هنا أهمة الامامة بالنسبة للشيعة لذلك يجب أن لا تخلو الأرض من امام كما يلاحظ أنه بعد وفاة كل تظهر جماعة تقول بالوقف عليه وقد قالت هذه الفرقه بمقالة شبيهة بمقالة الواقفة على موسى ابن جعفر،الا أنهم خطأوا من وقف على موسى لأنه توفي عن بضع عشر زكرا وقالو:((انما يجوز الوقف على من ظهرت وفاته ولا خلف له بين ظاهر فيجب الوقوف عليه،لأنه لا يجوز موت امام بلا خلف عدل ظاهر من ولد لصلبه،ولو جاز أن يقف على موسى وله أولاد ذكور معروفون مشهورون لكانت الواقفة على أمير المؤمنين علي ومن بعده ولد۔))

وعللت هذه الفرقة قولها بالوقف فقالوا:((فلما وجدنا فقد امام قد ثبتت امامته عن أبيه ولم نجد له خلفاً أشار اليه مشهوراً معروفاً،صح أن الحسن بن علي غاب وأنه حي لم يمت۔))

أما الفرقة الثانية قالت:((ان الحسن بن علي(العسكري)مات وعاد بعد موته وهو القائم واعتلوا برواية اعتلت بها فرقة من واقفة موسى بن جعفر رووها عن أبيه أنه قال((سمي القائم قائماً لأنه يقوم بعدما يموت،فالحسن بن علي قد مات ولا شك في موته ولا خلف له،ولا وصي الموجود

فلا شك أنه القائم وأنه حي بعد الموت لأن الأرض لا تخلو من حجة ظاهر ،فهو غائب مستتر وسيظهر ويملأ الأرض عدلاً .))

يتضح من هذا التكيد على الامامة ووجوبها فلا يكمن أن تخلو الأرض من امام ظاهر والا فهو غائب مستتر.

وقالت الفرقة الثالثة: ان الحسن بن علي قد صحت وفاته كما صحت وفاة آبائه بتواطىء الأخبار التي لا يجوز تكذيب مثلها. . .وصح أنه لا خلف له،فلما صح عندنا الوجهان ثبت أنه لا امام بعد الحسن بن علي،وان الامام انقطعت. .كما جاز أن تنقطع النبوة بعد محمد،واعتلوا في ذلك بخبر يروي عن أبي عبد الله جعفر بن محمد،أنه سئل عن الأرض اتخلو من حجة فقال لا الا أن يغضب الله على أهل الأرض بمقاصيهم فيرفع عنهم الحجة. . .وهذه الفرقة لا توجب قيام القائم ولا خروج مهدي في ذلك الى بعض معاني البداء.))

والفرقة الرابعة قالت: ان الحسن بن علي قد مات وصح موته وأن الامامة انقطعت حتى يبعث الله قائماً من آل محمد،ان شاء بعث الحسن وان شاء بعث غيره من آبائه،ولا بد من ذلك لأن قيام القائم وخروج المهدي حتم من الله،كما أن النبوة انقطعت وأنه لا نبي بعد محمد ولكن يكون فترة كما كانت بين محمد وبين عيسى ابن مريم لم يكن فيها رسول ولا نبي ولا امام فكذلك الأمر يكون في هذه الحال،لأن وفاة الحسن بن علي قد صحت وصح أنه لا خلف له فقد انقطعت الامامة ولا عقب له واذ لا يجوز الا أن يكون في الأعقاب ولا يجوز أن يتصرف الى عم ولا ابن عم ولا أخ بعد حسن وحسين فهي منقطعة الى القائم منهم.))

ويلاحظ هن التأكيد على أن الامامة لا تكون الا في الأعقاب بعد الحسن والحسين ووضوح هذه الفكرة.

أما الفرقة الخامسة فقالت: ان الحسن وجعفر ابنا علي الهادي لم يكونا امامين،فان امام كان محمد الميت في أيام أبيه الهادي كم يوصِ اليهما بالامامة ولا أشار اليهما وانما ادعيا ما لم يكن لهما بحق،لذلك أن الحسن العسكري توفي ولا ولد له كما أن جعفر لا يصلح للامامة لأنه((ظاهر المجانة والفسق)).

ولما كانت شروط الامام كما مر بنا أن يكون معصوماً من الزلل طاهراً من الآفات عفيفاً لذلك رجعو الى((امامة محمد بن علي اذلم يظهر منه الا العفاف والصلاح واذ قد ثبتت اشارة أبيه اليه با الامامة والامام لا يشير الى غير امام.

كما ذكر بعضهم أن الحسن بن علي العسكري حي لم يمت وأن أباه غيبه وستره خوفاً عليه.

أما الفرقة السادسة فقالت: ان الحسن(العسكري)توفي ولا عقب له والامام بعده جعفر بن علي أخوه واليه أوصى أبوه ومنه قبل جعفر الوصية وعنه صارت اليه الامامة.

وهؤلاء شابهوا مذهب القطحية في عبد الله وموسى ابني جعفر (الصادق) وزعموا أن هذا من طريق البداء كما بدا لله في اسماعيل بن جعفر فاماته وجعل الامامة في عبد الله وموسى ،فكذلك جعلها في الحسن ثم بدا له أن يكون في عقبه جعلها في أخيه جعفر جعفر الامام من بعد الحسن بن علي (العسكري).

وقالت الفرقة السابعة: ان جعفر بن علي هو الامام وأن امامته كانت من قبل أبيه علي بن محمد(الهادي) وأن القول بامامة أخيه الحسن خطأ وجب الرجوع عه الى امامه جعفر لأن الامامة لا يجوز أن تكون فيمن لا خلف له الحسن (العسكري)قد توفي ولا عقب ولا عقب له وقالوا: ((وان الامامبإجماعنا جميعاً لا يموت الا عن خلف ظاهر معروف يوصي اليه ويقيمه مقامه بالامامة،فالامامة لا ترجع في أخوين بعد حسن وحسين،فالامام لا محالة جعفر بوصية أبيه اليه.))

الفرقة الثامنة: قالت بمثل مقالة القطحية((ان الحسن بن علي توفي وهو امام بوصية أبيه اليه،وان الامامة لا تكون الا في الأكبر من ولد الامام ممن بقي منهم بعد أبيه،لا ممن مات في حياة أبيه ولا في ولده ولا أشار أبوه اليه لأن من ثبتت امامته لا يموت أبداً وخلف له من صلبه والامام لا يوصي الى ابن ابن ولا يجوز ذلك فالامام بعد الحسن بن علي جعفر أخوه ولا يجوز غيره اذ لا ولد للحسن معروف ولا أخ الا جعفر في وصية أبيه كما أوصى جعفر بن محمد الى عبد الله لمكان الأكبر.))

أما الفرقة التاسعة فقالت: ان الامام محمد بن علي باشارة أبيه اليه ونصبه له اماماً ونصه على اسمه وعينه،ولا يجوز أن يشير الامام بالامامة والوصية الى غير امام فلا ثبتت امامته على أبيه،ثم بدا لله في قبضه في حياة أبيه أوصى محمد الى جعفر أخيه بأمر أبيه ووصاه ودفع اليه الوصيه والعلوم والسلاح الى غلام يقال له نفيس كان في خلمتة أبي الحسن (الهادي) وكان ثقة أميناً. .فالامامة صارت لجعفر بن علي بوصية أخيه محمد وهذه الفرقة النفيسية.))

وقد ظهرت فرقة من النفيسية قالت:((ان الامامة لجعفر بوصية نفيس اليه عن محمد أخيه،وأنكروا وصية الحسن بن علي (العسكري)وقالوا:لم يوصِ اليه أبوه ولا غير وصيته الى محمد ابنه)).

ويقول النوبختي وهذه الفرقة((تتقول على أبي محمد الحسن بن علي (العسكري)تقولاً شديداً وتكفره رتكفر من قال بامامته وتغلو في القول في جعفر وتدعي أنه القائم وتفضله على ابن أبي طالب وتعتقد في ذلك بأن القاسم أفضل الخلق بعد رسول الله ﷺ)).

ويسمي سعد القمي هذه الفرقة النفيسة الخالصة.

وتقول الفرقة العاشرة: ان الحسن بن علي قد توفي وهو الامام وخلف ابناً بالغاً يقال له محمد وهو الامام من بعده وأن الحسن العسكري أشار اليه ودل عليه وأمره بالاستتار في حياته خوفاً

عليه،فهو مستتر خائف(العسكري)غيره،فهو الامام وهو القائم لا محالة،واعتلوا في ذلك بخبر يروي عن الصادق أنه قال:((القائم من يخفي ولادته على الناس ويخمل ذكره ولا يعرفه الناس.))

أما الفرقة الحادية عشرة:فقد قالت أيضاً بموت الحسن بن علي (العسكري) وأن له خلفاً ذكراً يقال له علي،وكذبوا القائلين بمحمد وزعموا أنه لا ولد للحسن غير علي وأنه قد عرفه خاصة أبيه وشاهدوه وهي فرقة قليلة بناحية سواد الكوفة.

وقالت الفرقة الثانية عشرة:((ان للحسن بن علي ولداً ولدبعده بمثانية وأنه مستتر لا تعرف اسمه ولا مكانه،واعتلوا في تجويز ذلك بحديث يروي عن أبي الحسن الرضا أنه قال انكم ستبتلون بالجنين في بطن أمه والرضيع)).

الفرقة الثالثة عشرة،قالت:((لا ولد للحسن بن علي أصلاً . . .ولو جاز أن يقول في مثل الحسن بن علي (العسكري)وقد توفي ولا ولد له ظاهر معروف وأن له ولداً مستوراً لجاز مثل هذه الدعوى في كل ميت من غير خلف ولجاز مثل ذلك في النبي أن يقال خلف ابنا رسولاً.))

أما الفرقة الرابعة عشرة:فقد اختلف عليها الأمر فقالت((الا انا نقول أن الحسن بن علي(العسكري) كان اماماً مفترض الطاعة ثابت الامامة وقد توفي وصحت وفاته والأرض كا تخلو من حجة فنحن نتوقف ولا نقدم على القول بامامة أحد بعده اذ لم يصح عندنا أن له خلفاً وخفي علينا أمره حتى يصح لنا الأمر ويتبين ونتمسك بالأول حتى يتبين لكم الآخر،فنحن نأخذ بهذا ونلزمه ولا ننكر امامة أبي محمد(الحسن العسكري)ولا موته ولا نقول انه رجع بعد موته ولا نقطع على امامة أحد من ولده.))

نلاحظ أن بعد أن وضحت فكرة الامامة عند الشيعة وعرفوا منزلة الامام وصفاته كما علموا بوجوب الامامة وعدم خلو الأرض منها،وأن الامامة محصورة في أولاد الحسين وأنها لا يمكن أن تكون الا في الأعقاب وأعقاب الأعقاب،لكن الشيعة واجهت في هذه الفترة أي بعد وفاة الحسن العشكري سنة ٢٦٠ هجرى مشكلة هي اختفاء شخص الامام وعدم معرفته وقد عللت الامامية هذا الاختفاء تقية من السلطة الحاكمة وشدة طلبها للأئمة.

وقد سبب اختفاء الامام ظهور الانقسامات والاختلافات الواسعة بين فرق الشيعة فظهت فرق متعددة ذات دعوات متعددة.

ز.امامة محمد بن حسن المهدي(صاحب الزمان):

أما الفرقة الخامسة عشرة فهي الامامية.ونلاحظ هنا ترد لفظة الامامية لأول مرة عند سعد القمي والنوبختي أي بعد أن كملت السلسلة ووضع أمر الامامة.

فالشيعة الامامية قالت:((ان لله في أرضه بعد مضي الحسن بن علي(العسكري)حجة على عباده وخليفة في بلاده قائم بأمره من ولد الحسن ابن علي بن محمد بن علي الرضا،مبلغ عن آبائه

مودع عن أسلافه ما استودعوه من علوم الله و کتبه و أحكامه و فرائضه وسننه.))

فنلاحظ أن الشيعة الامامية تؤكد وجوب الامامة و كونها في أولاد الحسن العسكري كما أن الامام حافظ للعلوم والأحكام و الفرائض.

ولما كانت الشيعة الامامية ترى أن الامامة لا تكون في أخوين بعد الحسن و الحسين:((لذلك لا يجوز الا أن يكون في عقب الحسن بن علي ابن محمد الى فناء الخلق.))

امام حسن ابن علی العسکری ۲۶۰ھ میں وفات پائی انہوں نے اپنا کوئی خلف نہیں چھوڑا یعنی بطور ظاہر ان کا کوئی فرزند نہیں تھا لہٰذا ان کی میراث ان کے بھائی جعفر اور امام حسن عسکری کی والدہ ام ولد تھیں دونوں میں تقسیم ہوئی جائیداد تقسیم ہونے کے ساتھ اصحاب معتقدین امام حسن عسکری ۱۵ فرقوں میں بٹ گئے جیسا کہ سعد قمی نے اپنی کتاب مقالات اسلامی میں ص ۱۰۲ پر بیان کیا ہے اور فرق نوبختی میں آیا ہے لیکن نوبختی نے فرق شیعہ ص ۹۷ پر لکھا ہے وہ ۱۴ فرقوں میں تقسیم ہوئے ہیں۔

۱۔امام حسن بن علی عسکری زندہ ہیں اور مرے نہیں بلکہ نظروں سے غائب ہو گئے ہیں وہ قائم آل محمد ہیں یہ جائز نہیں کہ امام مرے اور اس کی کوئی اولاد نہ ہو کوئی جانشین نہ ہو کیونکہ زمین امام سے خالی نہیں رہ سکتی۔حسن ابن علی کی امامت اپنے باپ کی وصیت کے تحت ہے لہٰذا وہی مہدی قائم آل محمد ہیں۔

۲۔حسن ابن علی عسکری نے وفات پائی لیکن وہ دوبارہ واپس آئیں گے ان کی موت میں شک نہیں ان کا کوئی خلف و وصی نہیں اس میں جائے شک نہیں کہ وہی قائم ہیں لیکن مرنے کے بعد وہ واپس آئیں گے تا کہ زمین کو حجت خدا سے خالی نہ رکھیں گویا وہ امام غائب منتظر ہیں اور جلد ہی زمین کو عدل سے پُر کریں گے۔

۳۔حسن ابن علی کی وفات ثابت ہے جس طرح ان سے پہلے ان کے آباء و اجداد کی وفات ثابت ہے ان اخبار کو نہیں جھٹلا سکتے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ان کا کوئی فرزند نہیں تھا۔امام حسن عسکری کے بعد کوئی امام نہیں امامت کا سلسلہ منقطع ہوا ہے جس طرح محمدؐ کے بعد نبوت کا سلسلہ منقطع ہوا۔

۴۔حسن ابن علی نے وفات پائی ان کی موت یقینی ہے امامت کا سلسلہ منقطع ہوا ہے یہاں تک اللہ آل محمد میں سے کوئی برگشت کرے یہ اس کی مرضی ہے خود حسن عسکری دوبارہ آجائیں کیونکہ قیام قائم خروج مہدی حتمی ہے۔جس طرح نبوت ختم ہوئی یہ دو مسئلہ ہیں عیسیٰ اور محمدؐ کے درمیان کوئی نبی یا رسول نہیں تھے یہ دور بھی ایسا ہی ہے وفات حسن عسکری یقینی ہے ان کا کوئی جانشین نہ ہونا بھی یقینی ہے لہٰذا امامت کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔امام حسن اور امام حسین کے بعد امامت کسی بھائی میں منتقل نہیں ہوتی۔

۵۔حسن و جعفر دونوں علی الھادیؑ کے فرزند ہیں یہ دونوں امام نہیں تھے بلکہ امام جواد خود امام تھے یعنی علی الھادیؑ کے دور میں امام امام جواد تھے ان دونوں کے بارے میں وصیت نہیں کی گئی بلکہ ان دونوں نے خود دعویٰ امامت کیا ہے لہٰذا امام حسن عسکری نے وفات پائی ان کا کوئی خلف نہیں اسی طرح جعفر امامت کیلئے صالح نہیں وہ فسق و فجور کا ارتکاب کرتے تھے ابھی بھی امام جواد امام ہیں۔

۶۔حسن عسکری نے وفات پائی ان کا کوئی فرزند نہیں بلکہ ان کے بعد امام جعفر ابن علی ان کے بھائی ہیں ان کے باپ نے

انہیں وصی بنایا ہے اور خود علی الھادیؒ اور جعفر نے اس وصیت کو قبول کیا ہے لہٰذا وہ امام ہیں ۔

۷۔ جعفر ابن علی امام ہیں ان کی امامت ان کے باپ علی ابن محمد ہادی کی طرف سے ہے اور امام حسن عسکری کی امامت پہلے سے غلط تھی لہٰذا چاہیے کہ امامت جعفر کا اقرار کریں کیونکہ امام عسکری کا کوئی جانشین اور اولاد نہیں تھی ۔ ہمارے عقائد اور اجماع کے تحت امام اس وقت تک وفات نہیں پاتا جب تک اپنا وصی خلف نہ بنائے لہٰذا امام حسن و امام حسین کے بعد امامت کسی بھائی کی طرف رجوع نہیں کرتی ۔ تو ماننا پڑے گا کہ امام ہادی کی طرف سے امامت جعفر کے پاس ہے ۔

۸۔ حسن ابن علی نے وفات پائی باپ کی طرف سے وہ وصی تھے امامت اولاد اکبر کیلئے ہے نہ کہ جو اپنے باپ کی حیات میں مرا ہے ۔ جس کی کوئی اولاد نہ ہو اس کی امامت ثابت نہیں ہوتی امام اپنے پوتے کی طرف وصیت نہیں کر سکتا لہٰذا امام حسن عسکری کے بعد ان کے بھائی جعفر کے علاوہ کسی کیلئے امامت جائز نہیں ۔

۹۔ امام محمد ابن علی ہیں امام ہادیؒ کے بیٹے علی الھادی نے ان کا نام لیا ہے ۔ جائز نہیں کہ امامت کیلئے غیر امام کی طرف امامت کی وصیت کریں لہٰذا حسن عسکری کی امامت علی الھادی کی طرف سے ثابت نہیں ہے لیکن محمد نے ان کی حیات میں وفات پائی تو محمد نے اپنے بھائی جعفر کو اپنی حیات میں وصی بنایا تمام چیزیں محمد نے ان کے سپرد کی حتی ان کا ایک غلام تھا جس کا نام نفیس تھا جو امام حسن علی الھادیؒ کا خادم تھا اسے بھی انھی کے سپرد کیا ۔ اسی طرح امامت محمد کی طرف سے جعفر میں اپنی بھائی کی وصیت کے مطابق منتقل ہوئی ہے اس فرقے کو نفیسیہ کہتے ہیں ۔

جعفر کو امامت نفیسیہ کے ذریعے امام محمد ھادی کی وصیت کے تحت ملی ہے ۔ نفیسیہ سختی سے امام حسن عسکری کے مخالف تھے اور ان کے بارے میں بری باتیں کرتے تھے بلکہ ان کی امامت کے قائلین کو کافر گردانتے تھے جعفر کی امامت پر غلو کرتے اور کہتے تھے جعفر ہی قائم آل محمد ہے اور علی ابن ابی طالب سے بھی افضل ہے رسول اللہ کے بعد اس سے افضل کوئی نہیں ۔

۱۰۔ حسن ابن علی نے وفات پائی وہ امام تھے ان کا ایک بیٹا جس کا نام محمد تھا وہ حسن عسکری کے بعد امام تھا ۔ حسن عسکری نے ان کی طرف اشارہ کیا وہ جعفر کی وجہ سے چھپ کر رہتے تھے اور باپ کی حیات میں معروف تھے ۔ امام حسن عسکری کی ان کے علاوہ کوئی اولاد نہیں تھی وہی امام اور قائم آل محمد ہے ۔

۱۱۔ امام حسن عسکری نے وفات پائی اور ان کی کوئی اولاد نہیں سوائے علی کے اور جن لوگوں نے ان کا نام محمد رکھا ہے وہ جھوٹ ہے حسن عسکری کیلئے علی کے علاوہ کوئی اور اولاد نہیں یہ بھی ایک گروہ ہے جو کوفہ میں رہتا تھا ۔

۱۲۔ حسن ابن علی کی اولاد ہے جو آپ کی وفات کے آٹھ مہینے بعد پیدا ہوا اس کا نام جگہ کسی کو بھی پتہ نہیں ہے ۔

۱۳۔ حسن ابن علی کی اصلاً اولاد نہیں تھی آپ لاولد مرے ہیں ظاہراً اگر ان کے پاس اولاد ہوتی تو پوشیدہ نہ ہوتی ۔ ہر مردے کے بارے میں یہ دعویٰ جائز ہوتا اور یہ دعویٰ پیغمبر کے حق میں بھی کر سکتے تھے کہ ان کا بھی ایک فرزند تھا جو رسول تھا ۔

۱۴۔ ان کے نزدیک حالات مختلف ہیں ایک گروہ کیلئے یہ امر مشتبہ ہوا ہے بعض کہتے ہیں امام حسن عسکری اپنے زمانے کے امام مفترض طاعہ تھے ان کی امامت ثابت تھی انہوں نے وفات پائی ان کی وفات میں صحت ہے زمین حجت خدا سے خالی نہیں ہو سکتی ہے لہٰذا ہم توقف کرتے ہیں ان کے بعد کسی کی امامت کے قائل نہیں ہوتے کیونکہ ثابت نہیں ہوا کہ ان کا کوئی خلف ہے ۔ اس سے پہلے امام پر توقف کریں گے جب تک نئے امام کا پتہ نہیں چلے گا ہم ابھی محمد عسکری کی امامت

کے منکر نہیں نہ ان کی موت کا انکار کرتے ہیں نہ ہم کہتے ہیں کہ وہ وفات کے بعد رجوع کریں گے نہ ان کی کسی اولاد کی امامت کے قائل ہوتے ہیں۔

۲۶۰ھ کو امام حسن عسکری کی وفات کے بعد شیعہ مشکل و پیچیدہ حالات سے دوچار ہوئے اور ان کے جانشین کے مخفی و اضح نہ ہونے کی وجہ سے شیعوں میں فرقہ در فرقہ وجود میں آئے۔

۱۵۔ کہتے ہیں پہلے کلمہ شیعہ مستعمل تھا لیکن بعد میں قمی اور نوبختی نے یہاں پہنچنے کے بعد امامت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ زمین میں امام حسن عسکری کے بعد حجت خدا خلیفہ باقی ہے جو نسل امام حسن عسکری سے ہے تمام علوم اللہ احکام فرائض سنن ان کے ہاں ودیعت ہوئے ہیں چونکہ امام حسن اور امام حسین کے بعد امامت بھائی میں منتقل نہیں ہوتی لہٰذا حسن عسکری کا کوئی خلف ہونا ناگزیر ہے وہ خلف اختتام دنیا تک حجت خدا ہوگا۔ انہوں نے امام حسن عسکری کی وفات کا اعلان کیا اور کہا ان کا بیٹا امام ہے لیکن وہ روپوش ہے جب تک اللہ اجازت نہیں دے گا وہ ظاہر نہیں ہوں گے یہاں سے تھا کہ غیبت امام نے مختلف انداز سے رواج پایا۔

۱۶۔ امام حسن عسکری نے اپنی والدہ کو وصیت کی۔ امام حسن عسکری کا ترکہ اُن کی والدہ اور بھائی جعفر کے درمیان تقسیم ہوا اس سے یہ نتیجہ بھی نکلا کہ آپ کی کوئی زوجہ بھی نہیں تھی۔

۱۷۔ جعفر ابن علی نے کہا امام حسن عسکری کی کوئی اولاد نہیں۔ اور اس کے بعد اپنی امامت کا اعلان کیا۔

یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ کسی چیز کو اصول دین اور فروع دین میں قرار دینے کا اختیار کیا ہر شخص کو حاصل ہے جس طرح ہمارے بہت سے علماء مفکرین قومی فرماتے ہیں عزاداری ہمارے اصول دین میں سے ہے اس میں اگر جھوٹ کہانی افسانے یا کبھی کبھی جہل و شرک کا مظاہرہ بھی ہو جائے تو کوئی فرق نہیں پڑتا یہ اپنی جگہ ہمارے اعتقادات میں سے ہے کونڈے ہوں یا خلفاء اور عامۃ المسلمین کو سب و شتم کرنا سب ہمارے اصول واعتقاد میں سے ہے۔ اور کوئی اگر دلیل مانگے تو جواب میں گالی و گولی ہے۔ یہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر اپنی مرضی سے من مانی سے کسی چیز کو اصول دین میں شمار نہیں کر سکتے تو آپ کے پاس اس سلسلے میں کیا معیار یا کسوٹی ہے کہ جس کے تحت کسی چیز کو اصول دین میں رکھا جائے اور کس چیز کو اصول دین سے خارج کیا جائے۔ اس بارے میں علماء فرماتے ہیں اصول دین میں وہ چیزیں مفاہیم عقائد افکار ہیں جس کی ضرورت پر صرف عقل حاکم ہے عقل اس ضرورت پر حکم کرتی ہے جیسے وجود اللہ ضرورت بعثت انبیاء وغیرہ یا جس کے وجود پر دین کی عمارت قائم ہے اور جس کے انہدام سے پوری عمارت دین زمین بوس ہو جائے جیسے آخرت پر ایمان لانا کیونکہ اگر آخرت پر ایمان نہیں تو اللہ کی بندگی صوم وصلاۃ حلال وحرام کا تصور از خود ختم ہو جائے گا۔

جس چیز کو انجام دینا خدا کی طرف سے ہو وہ اصول دین ہے اور جو چیز بندے کو کرنا ہے وہ فروع دین ہے ان تین اصولوں اور کسوٹیوں سے امامت کو گزاریں گے تو معلوم ہوگا کہ امامت اصول دین میں سے نہیں۔ اس وقت عامہ مسلمین امامت سے محروم ہیں لہٰذا ماننا پڑے گا کہ امامت اصول دین میں سے نہیں ہے۔

بارہویں امام:

شیعہ اثناء عشری امام حسن عسکری کے بعد اسماعیلیوں سے مماثلت رکھتے ہیں۔ جیسے اسماعیلیوں کے ابتدائی ائمہ ۱۴۳ھ عبید اللہ مہدی تک غائب و مستور رہے پھر ظہور ہوا جبکہ اثناء عشریوں سے گیارہویں کے بعد غائب و مستور ہوئے یہاں فرق

پہلے اور بعد کا ہے کہتے ہیں ۳۲۹ھ تک غیبت صغریٰ یعنی آخری نائب علی بن محمد سمری کی وفات تک آپ شیعوں سے رابطہ میں تھے۔اس کے بعد آپ غیر معین مدت کیلئے غیبت میں گئے۔آپ کے انصار ۳۱۳ ہونگے اہل بدر کی تعداد کے مطابق یہ اصحاب پرچم دار ہیں ان کا محل ظہور مکہ مکرمہ ہوگا بیعت رکن و مقام میں ہوگی لشکر دس ہزار کا ہوگا حکومت پورے عالم پر ہو گی اور مدت حکومت دس سال سے کم ہوگی۔

اشارہ نص بر امام زمانؑ: [کسر صنم ۲۴۷]

اس سلسلے میں چھ احادیث ہیں مجلسی نے پانچ کو ضعیف اور مجہول گردانا ہے جبکہ دوسری حدیث کا راوی دوسروں کی بہ نسبت زیادہ فاسد ہے وہ ابو ہاشم جعفری ہے اس کی تمام روایات متصادم و متعارض ہیں وہ اس حدیث میں کہتا ہے اس کو پتہ نہیں بارہویں امام کون ہیں؟ اسے پتہ نہیں امام حسن عسکری کا کوئی فرزند ہے اس لئے اس نے امام حسن عسکری سے پوچھا اس شخص نے امام دوازدہم کے نام اور نصب کو امام جواد کے بارے میں نقل کیا ہے۔جب امام حسن عسکری سے پوچھا گیا تو یہ خلاف واقع پایا۔یہاں اس نے امام سے پوچھا اگر کوئی حادثہ واقعہ پیش آئے تو ہم کس کے پاس جائیں؟ امام نے فرمایا مدینہ جاؤ جبکہ بارہویں امام مدینہ میں نہیں تھے۔کلینی اس باب میں بارہویں امام کو مجہول راویوں سے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔چھٹی حدیث میں کہتے ہیں حسین سے نقل کیا ہے محمد ابن علی سے نقل کیا۔یہ دونوں مجہول ہیں انہوں نے محمد ابن علی ابن عبدالرحمٰن ابن عبدی سے پوچھا جو خود اپنی جگہ مجہول ہے اس نے ایک اہل فارس سے پوچھا وہ بھی مجہول اسم و حال ہے یعنی ایک مجہول نے ایک مجہول سے یہاں مجہول در مجہول ہے وہ کہتا ہے میں نے ابی محمد کے بیٹے کو دیکھا ہے۔اس روایت میں کیا کہنا چاہتے ہیں معلوم نہیں یہاں ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کی مثال صادق آتی ہے آیا ممکن ہے حجت خدا کو اس جیسی حدیث سے ثابت کریں جبکہ خداوند عالم نے سورہ نساء آیت نمبر ۶۵ میں فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ پس آپ کے پروردگار کی قسم کہ یہ ہرگز صاحب ایمان نہ بن سکیں گے جب تک آپ کو اپنے اختلافات میں حکم نہ بنائیں اور پھر جب آپ فیصلہ کر دیں تو اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی کا احساس نہ کریں اور آپ کے فیصلہ کے سامنے سراپا تسلیم ہو جائیں﴾

حدیث اول میں محمد ابن علی، علی ابن بلال۔جسے علمائے رجال نے شلمغانی کی مانند ملعون قرار دیا ہے۔جس نے امام زمانہ کے نام سے جمع شدہ مال ہڑپ کیا۔بہائی اور بابائی نے دعویٰ کیا اس نے محمد ابن علی ابن بلال کے حق میں امم کے خط آنے کا دعویٰ کیا واجب ہے ہم اضافہ کریں محمد ابن سعد ابن عبداللہ اشعری نے ایک کتاب مقالات و فرق کے نام سے لکھی ہے یہ امام حسن عسکری کے شاگردوں اور بڑے علمائے شیعوں میں سے ہیں اسی طرح علامہ نوبختی بھی علمائے شیعوں میں سے تھے۔ہم نے عصر امام حسن عسکری میں ان دونوں کا کلام نقل کیا ہے ۱۵ آدمیوں نے دین کے خلاف سازش کرنے کا منصوبہ بنایا۔امام حسن عسکری کے بعد ان سب کا اعتقاد تھا امام حسن عسکری کیلئے اولاد نہیں مگر ایک گروہ قلیل نے کہا اس کیلئے اولاد ہے ہم نے نہیں دیکھی امام دہم گیارہویں حدیث میں کہتے ہیں سلسلہ امامت گیارہویں کے بعد ختم ہو گیا ہے تو اب کیسے اس کے منکر کو کافر کہتے ہیں۔یہاں بہت سے اشکالات ہیں اس بارے میں جو روایات ہیں جن میں کہتے ہیں کہ امام بچپن میں امام ہوتا ہے لیکن یہ واضح ہے کہ امامت بچوں کا کھیل نہیں جب پیدا ہو جائیں امام ہو جائیں اور جب

چاہیں غائب ہو جائیں ۔

یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کسی ایک یا ایک سے زائد احادیث کا صحاح ستہ اہل تسنن میں ہونا یا کتب اربعہ شیعہ میں ہونا کافی نہیں ہے جب تک ہر روایت کو ان کتابوں کے مولف سے لے کر اس کی آخری سند تک درمیان کے تمام راوی صحیح اور عادل حافظ ہونے کے علاوہ روایات کے متن بھی ہر قسم کی نقد و نقض سے پاک ہونا ضروری ہیں لہٰذا ہم ضروری سمجھتے ہیں یہاں پہلے مرحلے میں صحاح ستہ یا کتب اربعہ یا کفایت الاثر میں وارد روایات کی سند کے بارے میں گفتگو کریں لیکن ان روایات کی اسناد و متون بارہ آئمہ کو پورا کرنے سے عاجز ہیں ۔ان کے تین امام نابالغ ہیں جیسے نویں دسویں بارہویں امام ۔اس کے علاوہ بارہ امام کی تعداد کے بارے میں وارد روایات سند اور متن دونوں حوالے سے بھی مخدوش ہیں ۔

۱۔جن شخصیات کو امام زمانہ نے اپنا نائب اور وکیل بنایا ہے وہ اجتماع میں کیا مقام رکھتے تھے ۔جبکہ ہمیں وہ اجتماع میں مجہول الحال دکھائی دیتے ہیں ۔انکی سوانح حیات تک تاریخ میں واضح نہیں ۔

۲۔علم رجال میں صرف اس حد تک ذکر کرتے ہیں کہ یہ امام کے وکیل ہیں ۔لیکن چار وکلاء کا ذکر علم رجال میں کہیں نہیں ملتا ۔

۳۔کتب روایات میں امام زمانہ کے وکلا کی تعداد ۱۶ سے زیادہ بتائی گئی ہے ۔جبکہ اثناعشری کے نزدیک انکی تعداد ۴ ہے ۔ دوسرا ان کی سرگرمیوں میں وجوہات جمع کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ملتا ۔کیا وکلا امام کی ذمہ داری صرف مال اکھٹا کرنا تھا ۔کیا اس جمع شدہ دولت کا کوئی محاسب بھی موجود تھا ۔امام زمانہ اس رقم کو کہاں خرچ کرتے تھے واضح نہیں ہے ۔

خصوصاً حسین بن روح کو بنی عباس نے قرامطہ سے تعلق کے جرم میں کچھ عرصے تک جیل میں رکھا ۔چلیں امام کے وکیل کو ان کی حمایت میں جیل میں رکھنے کی بات قابل ہضم ہے لیکن ایک ملحد اور بے دین گروہ یعنی قرامطہ کے ساتھ ان کا تعلق قابل ہضم نہیں ہے ۔

۴۔کیا ان وکلاء نے دین کی سربلندی کیلئے کوئی قابل قدر خدمات انجام دی ہیں ۔کیا آپ اس کی کوئی مثال پیش کر سکتے ہیں؟ ۔

۵۔یہ وکلاء خوش بخت ہیں کہ یہ ۷۰ سال امام سے ملاقات میں رہے اور خوب دولت جمع کی لیکن دین کیلئے ان کی کوئی سرگرمی دیکھنے میں نہیں آئی ۔دوسرا ان سے کتنی روایات کتب حدیث میں آئی ہیں سامنے آنی چاہئے ۔

مواخذہ اثناءعشری:

منصوصیت وبال جان معتقدین:

امام ہر دور میں ہوتا ہے ۔زمانہ امام سے خالی نہیں رہ سکتا ہے ۔امام منصوص ہوتا ہے ۔

۱۔غیر مسلمین کیلئے اس نظریہ نظام امامت کے خدوخال کیسے پیش کریں گے اور پھر ان کے سوالات کا کیا جواب دیں گے؟

۲۔امت محمد جس میں سے ۸۰ فیصد اسے قبول نہیں کرتے ہیں ۔

۳۔شیعہ زیدی جو نص خاص کو نہیں مانتے انہیں کیسے رد کریں گے کیا وہ شیعہ تصور نہیں ہوں گے ۔اگر وہ شیعہ نہیں تو اسماعیلی

کیسے شیعہ ہوئے؟

۴۔اسماعیلی فرقے تو اللہ ہی کو نہیں مانتے۔ان کو قرآن اور روایات سے کیسے ثابت کریں گے جبکہ وہ آیات کے ظواہر کو مانتے ہی نہیں۔

۵۔نص نے اطفال وجنین بعض اوقات مفقود و معدوداماموں کی امامت کا سلسلہ چلایا ہے جنہیں کسی نے پیدا ہوتے دیکھا ہے نہ جوان ہوتے دیکھا ہے نہ بوڑھے ہوتے دیکھا ہے وہ کون کہاں تھے کسی کو پتہ نہیں ہم نے تو صرف ان کے نام سے لوٹنے والوں کو دیکھا ہے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو کھلے عام منکر دین وشریعت کرتے آئے ہیں جب دین وشریعت اعمال نہیں تو امام کیسے ہیں۔

۶۔جو اس وقت نص کے قائل ہیں لیکن ان کی نص ڈارون جیسا حلقہ مفقود رکھتی ہے اس کیلئے کیا کریں۔کبھی ابتداء سے مفقود محمد بن اسماعیل سے عبید اللہ مہدی ہے اور کبھی درمیان میں نص کا فقدان نظر آتا ہے اور کبھی آخر سے ملتی ہے۔

۷۔اسماعیلوں میں پائے جانے والی تقسیم بندی جیسے مستعلی اور نزاری فی زمانہ آغا خانی اور بہرہ کے اماموں کی نص کے بارے میں کیا کہیں گے جب اختلاف ثابت ہے تو نص کی افادیت ختم ہو جاتی ہے یہ اختلاف اور تفرقہ کس بنیاد پر قائم ہوا اس میں نص کا کردار ہے یا عدم نص کا۔

۸۔اللہ تعالیٰ نے سورہ انبیا ۷۲ اور نمل ۴۴ میں فرمایا۔غالیوں نے اس آیت سے استدال کیا ہے جس میں کہا ہے ہم نے یحییٰ کو نبی بنایا ہے اس سے استدلال کیا ہے کہ امام پیدا ہوتے ہی امام ہوتا ہے انبیاء کو غیر از انبیاء سے قیاس کرنا باطل ہے اس آیت میں فرمایا ہے ہم نے ان کو حکم دیا لیکن یہ نہیں کہا ہم نے ان کو نبوت دی حکم بمعنی حکمت ہے حکم اور نبوت میں فرق ہے انعام ۹۸۔﴿ وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ ﴾ میں انبیاء کے بارے میں بتایا ہے یہاں کتاب،نبوت اور حکم کو الگ دکھایا ہے حکمت غیر از انبیاء کیلئے بھی ہو سکتی ہے۔

جیسا کہ سورہ نساء میں آیا اگر فیصلہ کریں تو عدالت سے کریں اس آیت میں حضرت یحییٰ کے بارے میں ہے کہ جب پیدا ہوئے تو حکیم تھے۔صباء جوانی سے پہلے مرحلے کو کہتے ہیں اس سے رضاعت مراد نہیں ہے۔یعنی خدا نے یحییٰ کو بارہ سال کی عمر میں حکمت دی چنانچہ یہ چیز ان کے علاوہ بہت سے لوگوں کے بارے میں ہو سکتی ہے دیکھنے میں آیا ایک یہودی لڑکے نے گیارہ (۱۱) سال کی عمر میں ایٹمی تحقیقات میں شمولیت کی اور وہ اپنا نظریہ دے رہا ہے۔

یہ دعویٰ قرآن پر حدیث کی حاکمیت دینے والوں کا ہے یہ کہتے ہیں یہ آیات حضرت علی کی خلافت کی شان میں نازل ہوئیں لیکن آیات میں نہ علی کا ذکر ملتا ہے نہ خلافت کا ذکر ہے اور نہ ہی امامت کا یہ آیات حسب مفسرین شیعہ خاص کر علامہ طباطبائی ودیگران کی تحقیقات کے مطابق احتمال کثیرہ کی حامل ہیں ان احتمالات میں سے ایک احتمال کو لینے والوں کو نہ حق و ظاہر کہہ سکتے ہیں اور نہ اسے نص کہہ سکتے ہیں۔

۹۔اگر امامت کے بارے میں پیغمبر نے عام مبہم الفاظ کلمات میں واضح بیان دیا ہوتا تو کم از کم اس خاندان کے لوگ اس سے آشنا ہوتے اور اس کی مخالفت کرنے سے گریز کرتے لیکن واقفیت اور حقیقت اس کے برعکس ثابت ہوئی ہے سب سے پہلے اس نص کو نظر انداز کر کے از خود دعویٰ امامت کرنے والے اسی خاندان سے نکلے جسے ہم فہرست وار نقل کرینگے

ان میں سرفہرست امیر المومنین کے محبوب اور پسندیدہ فرزند محمد بن حنفیہ اور ان کے بعد ان کے فرزندان ہیں۔

۱۰۔امام زین العابدین کے فرزند زید بن علی نے باپ کی نص کو نظرانداز کر کے امام محمد باقر کے ہوتے ہوئے اعلان جہاد کیا نیز اس چیز کا بھی اعلان کیا کہ امامت خاندان اہل بیت سے ہونے کے علاوہ قیام بالسیف بھی ضروری اور ناگزیر ہے۔

۱۱۔محمد نفس زکیہ اور ان کے بھائی ابراہیم فرزندان عبداللہ محض جو کہ ماں باپ دونوں کے حوالے سے امام حسنؑ اور امام حسینؑ سے ملتے ہیں امام جعفر صادق کے ہوتے ہوئے دعوی امامت کیا اور قیام بالسیف کیا اور اس عمل کو کسی نے بھی نص سے بغاوت قرار نہیں دیا حتی خود امام جعفر صادق نے یہاں کسی نص کا ذکر نہیں فرمایا۔

۱۲۔امام جعفر صادق کے ہوتے ہوئے لوگوں نے امامت کے حوالے سے امام جعفر صادق کے بعد اسماعیل کا ذکر کیا یہاں بھی کسی نے اس کو نص کے خلاف قرار نہیں دیا۔

۱۳۔عبداللہ افطح امام صادق کے بڑے فرزند نے دعوی امامت کیا۔

۱۴۔امام حسن عسکری کے بعد آپ کے بھائی جعفر نے دعوی امامت کیا لیکن کسی نے بھی ان پر خلاف منصوصیت قیام کرنے کا الزام نہیں لگایا۔

۱۵۔اہل خانہ کے بعد دوسرا مرتبہ خاص خاص اصحاب کا ہے لیکن آئمہ کے خاص اصحاب ایک امام کی وفات کے بعد حیران وسرگرداں نظر آتے ہیں کہ ان کے بعد امام کون ہیں اگر نص ہوتی تو کم از کم ان انصار واصحاب کو یقیناً پتہ ہونا چاہیے تھا چنانچہ امام جعفر صادق کی وفات کے بعد ابوحمزہ ثمالی مومن مطلق اور زرارہ بن اعین جیسی ہستیوں کو پتہ نہیں چلا تھا کہ امام جعفر صادق کے بعد امام کون ہے اس طرح موسی بن جعفر کے انصار کو پتہ نہیں چلا کہ موسی بن جعفر کے بعد امام علی موسی الرضا ہیں علی الرضا کے انصار کو پتہ نہیں چلا کہ آپ کے بعد منصوصیت کے تحت امام امام جواد ہیں۔

۱۶۔امیر المومنین سے لے کر آخری امام تک امامت کے بارے میں امت کے برجستہ اہل حل وعقد کو جمع کر کے منصوصیت کے اعلان کا ذکر نہیں ملتا جتنے بھی اس حوالے سے دعوے پیش کئے جاتے ہیں وہ ایک عام مسلمان جو مرنے کے بعد اپنے قرض لین دین جائداد کی تقسیم کے بارے میں وصیت کرتے ہیں کی مانند ہیں آئمہ نے بھی اس طریقہ سے وصیت کی ہے۔اس کو پوری امت کے لئے منصوصیت امام نہیں کہا جاسکتا۔

یہاں وصیتوں کا جائزہ لیتے ہوئے یہ دیکھنے کی کوشش کریں گے کہ وصیت کس انداز سے کی جاتی تھی۔کتاب آئمہ اثناعشر جلد ۱ صفحہ ۲۵ پر لکھتے ہیں حضرت امیر المومنین نے اپنی وفات سے پہلے اپنے بیٹے حسنؑ وحسینؑ کو وصیت کی اور اُن کی امامت پر نص کی جو کہ پیغمبرؐ کی نص کی تائید وتاکید ہے امام علی نے اپنی وصیت میں فرمایا:

''اے میرے بیٹے حسن اور تمام فرزندان واہل خاندان اور جن تک میری تحریر پہنچے انہیں یہ وصیت ہے کہ خدا کے تقوی کو اپنائیں اور مرتے وقت اسلام پر مریں حبل اللہ سے اجتماعی صورت میں تمسک کریں اور اسے متروک نہ ہونے دیں میں نے پیغمبرؐ سے سُنا ہے اپنے درمیان اصلاح کرنا سال بھر کے صوم وصلوۃ سے بہتر ہے۔دیکھو اپنے ارحام سے وصل رکھنا خدا تمہاری آخرت کا حساب آسان کریگا۔خدا کیلئے خدا کیلئے یتیموں کا خیال رکھنا اُنکی زبان تمہارے ظلم سے بند نہ ہو اپنے ہمسائے کے بارے میں خدا سے ڈرو یہ پیغمبرؐ کی وصیت ہے آپ ہمیشہ ہمسایوں کے بارے میں وصیت کرتے رہتے یہاں تک کہ ہمیں یہ شک ہوا کہ ہمسایہ بھی ارث لے گا۔خدا کیلئے خدا کیلئے قرآن پر عمل کرنے میں تمہارا غیر تم پر

سبقت نہ کرے، خدا کیلئے خدا کیلئے نماز کا خیال رکھنا کہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے۔خدا کیلئے خدا کیلئے کعبۃ اللہ کا خیال رکھنا کہ جب تک تم زندہ ہو اس گھر کو خالی نہ ہونے دینا۔خدا کیلئے خدا کیلئے ماہِ رمضان کے روزے کا خیال رکھنا کہ یہ جہنم کی آگ کیلئے سپر ہے خدا کیلئے اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرنا اور خدا کیلئے اپنے مال سے زکوٰۃ دیتے رہنا یہ تمہارے رب کے غضب کی آگ کو ٹھنڈا کرتی ہے۔خدا کیلئے فقراء و مساکین کا خیال رکھنا اور اپنی زندگی میں اُنکو شامل رکھنا۔خدا کیلئے اپنی ملکیت میں موجود کنیزوں کا بھی خیال رکھنا۔امر بالمعروف و نہی از منکر کو ترک نہ کرنا ورنہ اشرار تم پر مسلط ہو جائیں گے پھر دُعا بھی کرو گے تو قبول نہ ہوگی۔پھر تمام اولاد کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔تمہارے اوپر واجب ہے کہ تواضع اور بذل کرتے رہنا۔تفرقہ، قطع رحمی اور پیچھے ہٹنے سے باز رہنا اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی معاونت کرنا اور بدی و بُرائی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرنا۔خدا سے ڈرنا خدا شدید العقاب ہے دُنیا کے پیچھے نہ جانا اگر دُنیا تمہارے پیچھے آجائے۔دُنیا کی کسی چیز کے چلے جانے پر رنجیدہ نہ ہونا۔ظالم کے دُشمن رہنا اور مظلوم کے مددگار رہنا۔ راہِ خدا میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کرنا پھر اپنے بیٹے محمد ابن حنفیہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اپنے دونوں بھائیوں کا احترام کرنا اور اُن کے کسی بھی حکم کی مخالفت نہ کرنا پھر امام حسنؑ و حسینؑ کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا میں تم دونوں کو محمد حنفیہ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ یہ تم دونوں کی تلوار ہے تمہارے باپ کا بیٹا ہے اُسکی تقریم کرنا اُسکے حق کا اعتراف کرنا پھر امام حسن و امام حسینؑ اور دیگر نو اولادوں کے بارے میں وصیت کی۔

آپ کے تمام خطاب میں کسی بھی جگہ امامت پر نص کا ذکر نہیں ملتا یہ سب باتیں ایک باپ اپنی اولاد سے کرتا ہے دیندار انسان دین و دیانت کے بارے میں زیادہ سفارش کرتے ہیں لیکن نص بر امامت امت کے اہل حل و عقد کے حضور میں کرتے ہیں امیر المومنین اور امام حسن کے بارے میں محققین کی لکھی گئی کتابوں میں آیا ہے کہ آپ کو لوگوں نے اپنی رضا و رغبت سے خلافت کیلئے انتخاب کیا ملاحظہ کریں حیات امام حسن تالیف محمد باقر قرشی۔

۱۷۔وصیت کو نص نہیں کہا جا سکتا۔ایک باپ اپنے بیٹے کو ایک گھر کا سربراہ بناتا ہے اپنے خاندان کو وصیت کرتا ہے لہٰذا امورات کے متعلق وصیت کو نص نہیں کہا جا سکتا امامت عہدہ اجتماعی ہے اسے گھر کی خلوت میں قرار نہیں دیا جا سکتا۔یہ وصیت امت کے درمیان ہوگی۔اسی طرح وصیت امیر المومنین عام ہدایات سے مختلف نہیں مثلاً زخمی باپ اپنے قاتل سے انتقام کے قصاص کی وصیت اپنے بڑے بیٹے سے کرتا ہے اُسے نص بر امامت نہیں کہا جا سکتا چنانچہ امیر المومنین کی شہادت کے بعد اُمت نے حضرت علیؑ کی وصیت کے مطابق آپکی بیعت نہیں کی بلکہ اُمت نے آپکو از خود انتخاب کیا ہے۔

منصوصیت ایک دقیق عمیق حقائق سے متصل ہے جسے شرف الدین اور ان کے ہم فکر و خیال کہاں سمجھ سکتے ہیں منصوص من اللہ یعنی اللہ کبھی نبی کی صورت میں کبھی امام کی صورت میں بلکہ زیادہ تر امام کی شکل میں زمین میں عام انسانوں کی طرح تمام خرافات و سکنات میں عام انسانوں سے شباہت رکھتے ہیں کھانے پینے چلنے پھرنے کی وجہ سے اسے انسان کہتے ہیں چونکہ اصل میں وہ اللہ ہی ہے تمام صفات اللہ کا حامل ہے تو وہ علم غیب بھی جانتا ہے نہ اس سے کوئی چیز چھپا سکتے ہیں نہ وہ کسی چیز سے عاجز و ناتواں پائے گا لہٰذا آقائے حیدر علی جوادی فقیہ و فلسفی جام شورہ نے درست کہا ہے شرف الدین ولایت تکوینی آئمہ کو نہیں سمجھ سکتے ہیں اگر یہ باتیں ان کے سامنے کریں گے تو ان پر دل کا دورہ پڑ سکتا ہے جیسا کہ ان کے

شاگرد خاص جناب علی رضا لیلانی نے ۱۳ صفر المظفر ۱۴۳۲ ھ ق کو جناب افسر حسین اور احمد رضا خان کے ساتھ آئے ہوئے تھے بتایا۔

الفاظ میں کہتے ہیں کہ ہر امام سابق اپنے بعد کے امام پر نص کرتا ہے اس کی تفصیل فصل نامہ عدالت ص ۱۵۸ پر ملاحظہ کریں۔ اسی طرح ہماری کتاب شکوؤں کے جواب کے صفحات میں ملاحظہ کریں۔ یہ عقیدہ جہاں کثیر آیات قرآنی سے متصادم ہے وہاں اس قاعدہ سے خاندان اہل بیت محمد اور آئمہ کے دور کے خاص خاص اصحاب بھی ناواقف و نا آگاہ ہیں لیکن حضرت علی سے لے کر امام حسن عسکری تک کسی بھی امام نے اپنے بعد کے منصب امامت کے بارے میں صریح کلمات میں نص کی ہوا ایسا نہیں ملتا۔ جو کچھ نصوص کے دعویٰ میں مواد پیش کیا جاتا ہے وہ وصیت خاندانی ہے جس کا وصیت اجتماعی سیاسی سے دور کا بھی واسطہ نہیں اگر آپ ان پڑھ اور لکیر کے فقیر نہیں تو عقل علم دانشوری کا تقاضا ہے کہ اس سلسلے کے مصادر اولی اصول کافی ۔ ارشاد شیخ مفید وغیرہ کی طرف رجوع کریں۔

۱۸۔ اصول کافی میں پیغمبر اکرمؐ سے تعداد آئمہ کے بارے میں وارد چند روایات ہیں جو اپنی سند سے ہٹ کر کلمات میں تضاد و اختلاف کے علاوہ ائمہ کی تعداد میں مضطرب و مختلف ہیں ۔ بعض روایات میں گیارہ امام بتائے گئے ہیں بعض میں ۱۲ بتائے ہیں اور بعض میں تیرہ بتائے ہیں جو ان روایات کو مشکوک بناتے ہیں تیسرا امام حسن عسکری کے بارے میں علمائے انساب لکھتے ہیں کہ وہ دنیا سے لاولد گزرے ہیں ان کی اولاد نہیں تھی لہٰذا اس حوالے سے بھی یہ ۱۲ کی تعداد کو پورا نہیں کر سکتے چوتھا چونکہ امام مہدیؑ کو کسی نے نہیں دیکھا لہٰذا اس سلسلے میں ان کا عقیدہ اسماعیلی عقیدے سے ملتا ہے کہ ان کا امام دور تکتم اور تستر سے گزرا ہے اس میں وہ اسماعیلیہ کے شریک ہیں لیکن اسماعیلیہ ان پر ایک لحاظ سے افتخار رکھتے ہیں کہ اسماعیلیہ کے ۲۰۰ سال تک تکتم اور تستر کے بعد ان کا امام منظر شہود پر آیا اور اس نے طویل عرصہ تک حکومت کی اور ابھی تک اسماعیلی حکومت کر رہے ہیں لیکن اثناء عشریوں کے امام کے ۱۲۰۰ سال گزر گئے لیکن ان کی کوئی خبر یا آنے کی توقع نہیں ہے۔

۱۹۔ امام جواد اور امام علی الھادیؑ دونوں اپنے والد گرامی کی وفات کے موقع پر نابالغ تھے لہٰذا وہ منصب خلافت سنبھالنے کیلئے شرعی شرائط پوری نہیں کر سکے اور اس حوالے سے سوالات کا نشانہ نہ بنے کہ کیسے آپ نابالغ امام کی امامت کے قائل ہوتے ہیں اگر اس کا قانع جواب نہ دے سکے تو یا اثناعشری کی بجائے ثمانیہ اور سبعیہ بنیں گے۔

۲۰۔ اگر ۱۲ کو اس لحاظ سے تسلیم کرتے ہیں کہ اس سے اوپر ہونے میں کوئی حرج نہیں لیکن یہ تسلسل ۱۱ کے بعد ہی منقطع ہوا ہے۔ دوسری طرف امامت کیلئے معصوم اور منصوص من اللہ کا نظریہ انتہائی حیران کن عقیدہ ہے کیونکہ اس سے ختم نبوت کو ایک بڑا دھچکہ لگتا ہے۔ یہاں ختم نبوت اور تسلسل امامت معصوم میں کیسے ہم آہنگی پیدا کریں گے۔ جبکہ قرآن کریم کی اس آیت میں حجت کے بعد ختم ہونے کا اعلان کیا اسی طرح نہج البلاغہ میں حجت اور وحی دونوں کے نبی کریمؐ کے بعد ختم ہونے کا تذکرہ ہے۔

جیسا کہ علامہ غریفی اصول کافی باب الحجت میں ۱۲۰ احادیث نقل کی ہیں ۔ اس کے علاوہ عدد اسباط ونقباء بارہ (۱۲) ہیں یہ جواب بھی واضح نہیں ہے کیونکہ یہ اسباط نقباء اپنی جگہ معصوم نہیں تھے آپ معصومیت کی شرط لگاتے ہیں۔ یہاں سے اس مشکل میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔

امامت اثناءعشری کوامامان نابالغ کاسامنا:

اثناعشریوں پر دوسرا اعتراض امام رضا کے بعد دو اماموں کی امامت امام جواد اور امام علی الھادی کے حوالے سے وارد ہوتا ہے یہ دونوں امام اپنے والد کی وفات کے موقع پر نابالغ تھے دین اسلام میں فرائض واجبات میں بلوغت کے مرتبہ و درجات ہیں نماز و روزہ کی ایک بلوغ ہے معاملات لین دین کی ایک بلوغت ہے اجتماعی ذمہ داریوں کی ایک بلوغت ہے ۔یہاں ان تینوں بلوغیت کے درجہ پر پہنچنے سے پہلے ان کے والد گرامی حیات دنیوی سے رخصت ہوئے اور انہوں نے اپنے فرزندوں کو نابالغ چھوڑا ہے۔

بارہ اماموں کے معتقدین کا حشر بھی اسماعیلیوں جیسا ہوا ہے جہاں اسماعیلیوں کا اعتقاد ہے زمین حجت سے خالی نہیں رہ سکتی ہر دور میں امام کا ہونا ضروری ولازمی ہے لیکن ان کا اعتقاد ایک ایسے پہاڑ سے ٹکرا گیا تھا جسے کوئی تند و تیز آندھی نہ ہلا سکی ۔اسماعیلی عبید اللہ مہدی سے اوپر ائمہ اسماعیل متوفی ۱۴۳ سال تک نہیں بنا سکے بلکہ یہ ثابت ہوگیا ہے کہ محمد مکتوم بھی لاولد اس دنیا سے گذرے ہیں کیونکہ انہیں جس دن سے عبداللہ میمون قداح نے اٹھایا کسی کو پتہ نہیں کیا حشر ہوا ہے لہٰذا یہ کہنا حجت ہر دور میں ہوتی ہے غلط ثابت ہوگیا۔

شریعت اسلام کے دونوں مصادر قرآن کریم اور سنت نبوی اور سیرت علماء امت مسلمین میں ہے کہ انسان نابالغ ہر قسم کی مسئولیت اور ذمہ داری سے بری ہے اسے کسی قسم کی ذمہ داری سونپنے سے پہلے اس کی بلوغت کا امتحان و آزمائش ضروری ہے چنانچہ نساء ۶ نور ۵۹ انعام ۱۵۲ اور احقاف ۱۵ میں اس بلوغت کو مختلف آزمائش میں تکرار کیا گیا ہے۔جتنی مسئولیت بھاری اور گراں ہوگی اسی تناسب سے اس کی بلوغت میں دیر ہوگی اور اس سے پہلے اس کو کسی قسم کی ذمہ داری سونپنا نا درست ہوگا۔امام وقت پوری امت کی عقل ہے یعنی اس کا امت کی تمام ذمہ داریوں تعلیم اقتصاد، سیاسیات اجتماعیات جنگ جہاد تمام میں سب سے اکمل واتم بلوغت کے مرحلہ پر فائز ہونا ضروری اور ناگزیر ہے۔اس حقیقت غیر متردد کو سامنے رکھنے کے بعد جو شخص خود نابالغ ہو اور ہر قسم کی مسؤلیت اور ذمہ داری سے سبک دوش ہو وہ کسی اور پر ذمہ داری عائد نہیں کر سکتا لہٰذا ان کے بقول امام زمانہ منصب امامت سنبھالتے وقت ان کی عمر ۵ سال تھی تو انہوں نے کیسے اس بار سنگین کو سنبھالا۔دین اسلام کے آغاز سے دو سو ساٹھ سال تک امت میں ایسے نابالغ کو ایسی ذمہ داری سونپنے کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

قرآن کریم دین اسلام کے عقائد و فروعات کا مصدر و ماخذ ہے۔انسانوں پر عائد ذمہ داری واجبات و محرمات کیلئے قرآن کریم اور سنت نبوی میں پہلی شرط بلوغ رکھی گئی ہے اس سلسلہ میں چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔اولیاء یتیم سے خطاب ہے یتیموں کی املاک و جائیداد کو شریعت نے امانت قرار دیا۔بلوغت آنے پر ان کو واپس کرنے کا حکم ہے۔﴿ وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَنْ يَكْبَرُوا ﴾ (نساء ۶)

۲۔بلوغت پہنچنے کے بعد حکم ہوا۔﴿ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ ﴾ (نساء ۵۸) ﴿ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا شُيُوخًا وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّىٰ مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُسَمًّى وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴾ (غافر ۶۷) ﴿ أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أُنْزِلَ الْكِتَابُ

عَلَى طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَإِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغَافِلِينَ ﴾(انعام۱۵۶)﴿ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ﴾(اسراء۳۴)﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنْكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظَّهِيرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ طَوَّافُونَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ لَكُمُ الْآيَاتِ وَاللهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴾(نور۵۸)

۳۔﴿ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ ﴾(انعام۵۲)

ان تین آیات میں بلوغت کوشرط نا قابل تخصیص واستثناء قرار دیا ہے دین اسلام میں امامت زمام داری امت ضخیم ترین امانت میں شمار ہوتی ہے اسلام میں قیادت و رہبری ایک بلند اور وسیع منصب ہے جسے اصطلاح شرعی میں کبھی خلافت اور کبھی امامت کہتے ہیں ۔اس سے زیادہ بار سنگین اور خطرناک ذمہ داری اور کوئی نہیں لہٰذا اس منصب کیلئے روایات میں سنگین شرائط رکھی گئی ہیں ۔علمائے مسلمین بلوغت کے ایک نا قابل تردید شرط ہونے کے تحت نابالغ کی امامت کو قبول نہیں کرتے ہیں علمائے امامیہ نے بھی اس مسئلہ کو ایک مفروغ عنہ نا قابل نقاش بحث وگفتگو قرار دے کر نویں امام محمد ابن علی جواد دسویں امام علی ابن محمد الھادی النقی علیہم السلام کے موقع پران کی امامت کو تسلیم نہیں کیا اور ملت میں تفرقہ وانتشار بڑھا اسی طرح جب بارہویں امام امام مہدی (محمد ابن حسن عسکری) جو کہ کہتے ہیں غیبت کبریٰ میں ہیں تینوں کے والدین نے جب وفات پائی تو ان کی عمر ۸ سال یا پانچ سال کی تھی ان کی امامت لوگوں کیلئے بڑا مسئلہ بنی مورخ عصر حاضر رسول جعفریان آقائے مہدی پیشوائی ہر ایک نے اپنی کتاب امامان شیعہ اور پیشوایان شیعہ میں کہا ہے اس صورت حال نے اہل تشیع میں نئی چہ میگوئیوں تفرقہ بازی کا بازار گرم کیا ۔بعض نے امام جواد کی امامت سے انکار کر کے امام رضا پر توقف کیا جسے واقفیہ دوم کہا جاتا ہے بعض نے امام موسیٰ ابن جعفر کی طرف برگشت کی بعض نے امام جواد کی امامت کو تسلیم کیا ان کے بقول چونکہ امام رضا نے انہیں منصوب کیا ہے ۔اسی طرح امام علی الھادی کی امامت سے انکار کر کے امام جواد پر توقف کیا ۔مورخین گراں قدر جعفریان پیشوایان نے کوئی مستند دلیل پیش کرنے کی بجائے صرف مثال نمونہ پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ (چہ اشکال دارد) اس میں کیا اشکال ہے اس میں کوئی اعتراض نہیں کیونکہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ بھی سن بلوغت سے پہلے منصب نبوت پر فائز ہوئے ہیں ۔

آغائے مہدی پیشوائی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے جس طرح ایک منزل تک پہنچنے کیلئے بعض طے الارض کر کے وہاں پہنچتے ہیں اسی طرح بعض انسان نوعمری میں بلوغت کی مسافت زمان طے کئے بغیر اور کم عمری میں ہی بالغ ہو جاتے ہیں جبکہ حد بلوغ کیلئے ایک مسافت اور فاصلہ ہے اس تک پہنچنے کیلئے سالہا سال گزارنے کی ضرورت ہے اگر اللہ کسی کیلئے اس مدت کو ختم کر کے زمان کر کے اسے بالغ الرشید بناتے تو کیا یہ اللہ کیلئے ممکن نہیں چنانچہ اللہ نے یہ عمل حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ کیلئے کیا تھا۔

یہاں ہمیں ان دونوں بزرگوار پر انتہائی حیرت وافسوس ہے ۔

ا۔یہاں مسافت طے ہونے کی دلیل کیا ہے؟۔

۲۔بلوغت کی اقسام میں سب سے آخری بلوغت،بلوغت قیادت ورہبری ہے جس میں شخص امام اپنے علاوہ اپنے ماتحت خلائق کی جان و مال ناموس کا امین اور ذمہ دار بنتا ہے ۔یہاں ایک بلوغت کافی نہیں بلکہ بلوغ عقلی کے ساتھ بلوغ جسمانی کی بھی ضرورت ہے چنانچہ اللہ نے سورہ بقرہ میں حضرت طالوت کے بارے میں فرمایا بسطہ فی العلم والجسم ۔یہاں بلوغ عقلی کے ساتھ علم اور قدرت جسمانی کی بھی ضرورت ہے علم بغیر وحی عقلاً ممکن نہیں ہے ۔نص قرآن اور کلمات امیر المومنینؑ کے تحت وحی کا اختتام محمدؐ پر ہوا ہے ۔﴿ما كان لبشر ان يكلم الله الا من وراء﴾ الہام خود اختراع صوفیان ہے ۔جبکہ طفل نابالغ اس مرحلے میں داخل نہیں ہوا ہے ۔

۳۔یہ کہنا کہ اللہ نے جس طرح عیسیٰ و یحییٰ کیساتھ ایسا کیا تھا یہاں بھی کر سکتا ہے لیکن ان کے حوالے سے خبر قرآن نے دی ہے جبکہ اماموں کے بارے میں اس طرح کی کوئی خبر قرآن میں نہیں ہے ۔

۴۔یہ ایک معجزہ ہے اور معجزہ ہمیشہ بقدر ضرورت پر اکتفاء کرتا ہے وہاں چونکہ مادر عیسیٰ سے رفع تہمت کی خاطر تھی اس وجہ سے حضرت عیسیٰ سے گہوارے میں بات کرائی اور یحییٰ سے یہ عمل اس لئے ہوا تا کہ عیسیٰ کی تائید ہو جائے جبکہ امامت کے حوالے سے ایسی ضرورت نہیں تھی اور نہ اس کی کوئی موثق خبر ہے بلکہ یہ صرف دعویٰ ہے ۔

۵۔اسماعیلیوں کو ایسے اماموں کا سامنا ہوا جو علم شریعت اور دین وایمان سے عاری تھے جس کی وجہ سے انہیں امام کے بچاؤ کی خاطر شریعت کو تعطیل کرنا پڑا ۔ایسی ہی سنگین صورت حال کا سامنا اثناعشریوں کو بھی ہوا ۔جب انہیں اپنے آٹھویں امام کے بعد امام نابالغ کا سامنا ہوتا ہے پھر امام حسن عسکری لاولد دنیا سے گزر گئے تو انہیں کسی کنیز کو حاملہ قرار دینا پڑا پھر ایک نیا سلسلہ شروع کیا جو صرف مال جمع کرنے کی حد تک تھا یعنی دور نیابت ۔لہٰذا یہ جو بارہ اماموں کے بارے میں حدیث گھڑی گئی تھی اسے اپنی سند اور متن کے مخدوشات کے ساتھ ایک اور خدشہ کا سامنا ہوا اور بیک وقت تین اماموں کی کمی پیدا ہوئی اور انہیں نویں امام پر سلسلہ امامت کو روکنا تو قف کرنا پڑا ۔لامحالہ اس سلسلہ نیابت عمومی کا اعلان کرنا پڑا اور اس کے بعد ہر گلی میں نائب بننا شروع ہوئے ۔

کہتے ہیں اگر اللہ نے کسی کو یہ حق دیا تو بندوں کو اعتراض کرنے کا حق نہیں اگر نبی کریم کسی نابالغ کو بالغوں پر آقا و سرکار بنائیں تو امت کو اس کو رد کرنے کا حق نہیں ہوگا اگر کوئی امام معصوم اس دوش کو ایک نابالغ کے دوش پر رکھ کر اپنے عقیدت مندوں سے کہیں آج سے اس بچے کے تابع و فرمانبردار رہو تو کیا امت کو اسے تسلیم نہیں کرنا چاہیے لیکن یہ سب مفروضات ہیں جنھیں دیکھنے کی ضرورت ہے آیا اگر اللہ کی طرف سے ہے تو کس آیت میں ہے اگر نبی کریم نے کہا ہے تو کس سنت قطعیہ میں ملتا ہے ۔اگر امام حسن عسکریؑ نے بتایا ہے تو یہ ان کے سامنے والوں کیلئے ممکن ہوگا لیکن اگر وہ بعد والوں کو بتانا چاہیں کہ وہ ایسی حجت کو تسلیم کریں تو یہ کس دلیل اور کس منطق کے تحت لوگوں کو مطمئن کریں گے؟

جب ان کا عقیدہ ہے کہ ہر دور میں امام کا ہونا ضروری ہے تو کیوں بارہ پر رک گئے آگے نہیں بڑے یہاں یہ دوسری دفعہ پہاڑ سے ٹکرائے انھوں نے کیوں ایک ہی فرد کو طول عمر دی ہے انھیں چاہیے تھا اسماعیلیوں کی طرح امام مستور بنا کر چلاتے اور جس دن ظاہر کرنا تھا ظاہر ہو جاتا ۔

۶۔ایسا امام جو نظروں سے غائب ہے ان تک رسائی ناممکن ہے تو اس کے وجود کا کیا فائدہ اگر اس سے یہ مراد لیتے ہیں کہ

امام تکوینی امر یعنی کائنات کو چلاتا ہے تو یہ عقیدہ تفویض ہے اور اگر نظام تشریعی کو چلاتا ہے تو سب دیکھ رہے ہیں دنیا میں کفر کا راج ہے۔

۷۔شیعوں پر پہلا اعتراض منصوصیت امام ہے۔

نبی یا امام اپنے بعد اپنا جانشین از خود انتخاب کرتے ہیں اسے نظام ولی عہدی کہا جاتا ہے یہ طریقہ معاویہ سے شروع ہوا اور تمام خلفائے بنی امیہ بنی عباس نے اپنے بعد ایک یا ایک سے زائد افراد اس منصب کیلئے نامزد کئے ہیں۔اس کو سنت سلاطین کہہ سکتے ہیں حکم اللہ و رسول نہیں۔

۸۔یہ منصب ملت یا اس کے نمائندے نہ نبی یا امام سابق کو کسی کو سونپنے کا حق نہیں۔

۹۔یہ منصب اللہ سبحانہ تعالیٰ از خود منتخب کرتے ہیں۔لیکن اللہ نے کس کو منتخب کیا اس بارے میں علم و آگاہی کسی ذریعے سے بھی ممکن نہیں سوائے خود امام دعویٰ کرے نصیر الدین طوسی اسماعیلی نے اپنی کتب اعتقاد نقد مفصل تجرید الاعتقاد میں بیان کیا ہے کہ یہ غالیوں اور اسماعیلیوں کا اعتقاد ہے۔

۱۰۔یہ اللہ کی طرف سے منصوص ہے یہاں تک نبی کو یا امام کو اس میں کسی قسم کی مداخلت کا حق نہیں پہنچتا خود اللہ ہی اس کا فیصلہ کرتا ہے یہ عقیدہ فرق باطنیہ کا ہے ان کا کہنا ہے امام وہ ہے جس میں اللہ حلول کرتا ہے اور اللہ کے کسی میں حلول ہونے کیلئے کسی کے پوچھنے کس کو وسیلہ بنانے کی ضرورت نہیں۔یہ نظریہ دین اسلام کے اور اصول اسلام کے سراسر منافی و متصادم ہے۔

۱۱۔اللہ کے حکم سے نبی اس منصوصیت کا اعلان کرتے ہیں یعنی یہ حکم آیات قرآن کی صورت میں نبی پر نازل ہوا ہے اور نبی نے اس وقت ان آیات کو امت کو سنایا ہے جیسا کہ مدعیان منصوصیت والوں کا کہنا ہے۔قرآن کریم میں ایسی آیت یا آیات حسب دعویٰ علامہ حلی نے اپنی کتاب نہج الحق میں نقل کیا ہے کہ پینتیس آیات کے قریب ہیں لیکن تمام آیات اس عنوان کے لئے متشابہات کی حامل ہیں۔احتمالات کثیرہ رکھنے والی آیات کو نص نہیں کہا جاتا ہے۔

اثناءعشری

بارہ اماموں کے بارے میں ہماری معلومات آگاہی کے مصادر و منابع و ماخذ مندرجہ ذیل کتب معروف قیمہ ہیں یہ کتابیں ہماری مطالعاتی بیانی تحریری ماخذ ہیں کتاب الحجہ کلینی، ارشاد مفید، ائمہ اثناعشر ہاشم معروف، اعیان شیعہ محسن امین، دائرۃ المعارف شیعی حسن امین، کشف الغمہ اردبیلی، رحاب الائمہ اہل بیت محسن امین، رحاب اہل البیت محمد حسین فضل اللہ، آئمتنا محمد علی دخیل، ہیں ان کتب میں مستور حیات آئمہ طاہرین سے یہ نتائج بطور اجمال اخذ کرسکتے ہیں:

۱۔یہ ذوات بیت نبوت کے تسلسل عمودی میں سب سے آگاہ، عالم، عارف، زاہد، اتقی ذوات یعنی جو دوسروں کی طرح حوس اقتدار شہرت کسب مال میں جنونی کیفیت رکھنے سے دور رہتی تھیں۔یہ ذوات اپنے دین و دنیا دونوں کی عافیت کو لوگوں سے الگ رکھتے اس لیے کسی قسم کے قیام و خروج کو اپنے لئے مناسب نہیں سمجھتے تھے۔

۲۔غلات لوگوں کو دھوکا فریب دینے کیلئے اپنی باتیں اپنی فکر لوگوں تک پہنچانے کیلئے ان ذوات سے جھوٹی نسبت دیتے تھے جب یہ خبر ان ذوات کو پہنچتی تو یہ تردید فرماتے تھے۔لیکن غلات کہتے ہیں انہوں نے تم سے تقیہ کیا ہے گویا جس تقیہ کی نسبت یہ ائمہ کی طرف دیتے تھے وہ ائمہ کی طرف سے نہیں تھا بلکہ یہ جھوٹوں کیلئے سپر بنا ہوا تھا۔

۳۔کبھی ایسی باتیں ان سے منسوب ہیں جو متضاد ہیں یعنی خود ایک شخصیت کی باتوں میں تضاد ہے یا دو کے درمیان میں تضاد ہے۔

۴۔کبھی کبھی جب ان کو ان ائمہ پر غصہ آتا تھا تو ان کی عزیز اولاد کو اپنے قابو میں لاتے تھے یا خود ان کے خلاف حکومت وقت کے پاس چغلی کرتے۔ہم ذیل میں اس حوالے سے چند مثالیں پیش کرتے ہیں:

۱۔امام موسیٰ بن جعفر سے منسوب ہے کہ آپ نے خلفاء بنی عباس کے ساتھ ہر قسم کے تعاون ہم کاری کو حرام قرار دیا جبکہ یہ بات عند التحلیل چندین لحاظ سے مردود ہے ہر دور میں ہر زمانہ میں معاشرہ میں تزاحم اختلاف ناگزیر ہے مخاصمت، مخالفت کیلئے کسی حاکم قاضی کی ضرورت نا قابل انکار حقیقت ہے۔اس صورت میں چند صورتیں بنتی ہیں:

۱۔حق تلف ہو جائے کسی سے شکایت نہ کریں چاہے حق کتنا ہی بڑا ضخیم کیوں نہ ہو۔

۲۔اپنوں میں سے کسی کو حکم قرار دے دیں یہ لوگ آپس میں فیصلہ کریں لیکن ایسے فیصلوں میں ظلم ہی ظلم ہوتا ہے کیونکہ ان میں قوت اجراء وتنفیذ نہیں ہوتی ہے۔

۳۔حاکم وقت انہی خلفاء کی طرف سے منصوب ہے لوگ انہی سے شکایت کرتے تھے۔حاکم وقت کی طرف نہ لے جائیں تو کہاں جائیں گے طول تاریخ میں علماء شیعہ انہی سلاطین کے ساتھ رہے ہیں شیخ مفید سید مرتضی، سید رضی ،شیخ طوسی سب آل بویہ کے ساتھ رہے سید بن طاووس علامہ حلی ہلاکو کے ساتھ رہے محقق کرکی اسماعیل صفوی کے ساتھ محقق داماد شیخ بہائی عباس صفوی کے ساتھ اور علامہ مجلسی اسماعیل صفوی کے ساتھ رہے اور سید کاظم یزدی، ابوالحسن اصفہانی وغیرہ انگریز کے ساتھ رہے۔جبکہ قرآن کریم طاغوت کی طرف مرافعہ لے جانے سے منع کرتا ہے وہ احکام کفر ہیں تو جہاں بلاد کفر ہے وہاں شیعہ حقوق لینے کے لئے کس کی طرف شکایت لے جاتے ہیں۔

شیخیہ:

اثنا عشری کا وہ فرقہ ہے جو بارویں صدی ہجری میں وجود میں آیا ہے۔ان کے بانی شیخ احمد احسائی ہیں اس کے بعد سید کاظم رشتی ہیں انھیں شیخیہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ان کے بانی کے نام سے موسوم ہیں شیخیہ نظریہ کے حامل تناسخ اور حلول کے قائل ہیں اور شیخین کے سخت مخالف ہیں چنانچہ انہوں نے زیارت جامعہ کی شرح میں اسے بیان کیا ہے۔

آیت اللہ ہاشمی رفسنجانی سابق رئیس جمہوریہ ایران اسلامی اپنی کتاب امیر کبیر میں لکھتے ہیں معلوم نہیں یہ شخص کہاں سے تعلق رکھتا ہے یہ شخص اچانک حوزہ علمیہ نجف میں نمودار ہوا اور پھر ایران آ کر بادشاہ قاجاریہ سے ملا اور پھر اچانک منظر شہود سے غائب ہوا اس نے زیارت جامعہ پر لکھی گئی شرح میں خلفائے مسلمین کے شان میں نازیبا کلمات استعمال کئے اور کتاب غلاضت سے پُر ہے جس کے انتقام میں حکمران آل سعود نے سعودی عرب نجد سے ایک گروہ لاکر کربلاء پر حملہ کیا اور مصائب برپا کئے۔بعض مستشرقین کا کہنا ہے، شیخ احمد احسائی کو انڈونیشیا سے مشرق کی طرف بھیجا گیا، وہ ایک مسیحی عالم دین تھا جسے مسلمانوں کا عقیدہ خراب کرنے پر مامور کیا گیا تھا۔اس نے اپنے منصوبے کی تکمیل کیلئے شیعوں میں سازگار ماحول دیکھا تو شیعیت کا لبادہ اوڑھ لیا۔کہتے ہیں اس کا عقیدہ تھا خدا نے علیؑ میں حلول کیا ہے، جس طرح انبیاء اور پیغمبر اسلامؐ میں حلول کیا، ان کے عقیدے کے مطابق شیخ احمد مؤمن کامل اور امام وامت کے درمیان رابطہ ہے۔اس کا ایک شاگرد مرزا علی محمد ہے جو فرقہ بابیہ کا بانی ہے، یہ عقیدہ تناسخ کے بھی قائل ہیں۔

[روضات الجنات ج ۱ ص ۸۸ش ۲۲] صاحب کتاب نے تین صفحے شیخ احمد کے فضائل ومناقب ، ادب،فصاحت،تحریروتقریر،لوگوں سے مدارت اور تصنیفات وتالیفات کے بارے میں رقم کئے ہیں اوراس کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہےاس میں موجودفضائل کسی ہستی میں نہیں پائے گئے۔

اس وقت ان کے مراکز پاکستان کے اندر ملتان اور کراچی میں ہیں، بابی اور بہائی ان کی ترقی یافتہ شکل ہیں۔چنانچہ ہمارے ایک پرانے دوست جوایک عرصہ یہاں پر ہمیں یرغمال بنائے ہوئے تھے حوزہ مشہد سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد شیخ احمد احسائی کے مذہب کی ترویج واشاعت کےعزم لے کرآئے وہ جناب بشیر عالمی صاحب ہیں۔

یہ اثناعشریوں سے دواہم بنیادی عقیدے میں اختلاف رکھتے ہیں:

وہ عدل اور معادکواصول دین میں شمار نہیں کرتے عدل اور معادکواصول دین میں شمار نہ کرنے کی جومنطق وہ پیش کرتے ہیں وہ صرف فریق مخالف کودھوکا دینے اور غافل اور خاموش کرنے کا جواز ہے کہتے ہیں ان دونوں کا ذکر قرآن میں آیا ہےلہٰذا مزید تکرار کیوں کریں ایمان بہ قرآن ہی کافی ہے۔لیکن یہ منطق درست نہیں قرآن میں وحدانیت کا بھی ذکر ہے نبوت کا بھی ذکر ہے تو کیوں ان کوعقائد دینی میں شمار کرتے ہیں۔درحقیقت یہ عدالت پر بھی ایمان نہیں رکھتے ہیں جو افرادتناسخ کے قائل ہیں وہ ایمان بہ معاد بھی نہیں رکھتے ہیں۔ان کا کہنا ہے جنت جہنم اسی دنیا میں روح بدلنے کا نام ہے لیکن عدالت کوشمار کرنے والےاور خارج کرنے والے دونوں عدالت کےعملاً قائل نہیں ہیں جس عدالت کوقرآن نے بیان کیا ہےاس کے قائل نہیں ہیں۔جس عدالت کے اثناعشری قائل ہیں وہ عدالت کمیونزم واشتراکیت ہے یعنی ایک ایسا زمانہ آئے گا جوعملاً خودبخو ددنیاعدل میں محوہوجائے گی ورنہ عدالت حیات قرآنی کے تحت فروع دین میں سے ہےاور ہر وہ عمل جوبندے کوکرنا ہےوہ فروع دین میں سے ہے جواللہ کوکرنا ہےوہ اصول دین ہے جوچیز اللہ کوکرنی ہےفعل اللہ ہے وہاں کہیں بھی کوئی نقص عیب انگلی اٹھانے کی جگہ نہیں ملتی کیونکہ جوفعل اللہ کوکرنا ہےوہ کمال اور تمام مطلق کے ساتھ انجام پاتا ہےاس میں کوئی نقص کمی نہیں رہتی ہےلیکن جوفعل انسان کوکرنا ہےاس میں کمی بیشی پیدا ہوتی ہے۔چنانچہ انہوں نے اس کوفروع دین سےنکال کراصول دین میں شامل کرکے دوکام کئے ہیں:

۱۔انہوں نے اسے ناقابل فہم وادراک قرار دیا اور ایک معمہ بنایا ہے چنانچہ مرحوم شہید مطہری نے اسے قابل فہم بنانے کیلئے ایک ضخیم کتاب لکھی لیکن اس کے باوجود یہ آدھے طلبہ کی سمجھ سے دور رہوگی۔

۲۔کہتے ہیں عدالت وہ ہے جوہم کہتے ہیں چنانچہ انہوں نے مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کا امام حسین کے نام پر لینے والے سفاکانہ سیاہ صفحات کوعدالت کہا ہے۔جس شخص نے ازخوددعویٰ نبوت کیا اوراپنے اوپرنزول وحی کا دعویٰ کیا جس نے محمد بن حنفیہ کوغیر مستقیم طور پرقتل کی دھمکی دی ہووہ کیسے خون امام کا ولی بن سکتا ہے اگر کوئی شرعاً ولی بھی ہوتب بھی اس کودین اسلام میں اس قسم کے انتقام لینے کی اجازت نہیں ۔قرآن نے عدالت کے بارے میں فرمایا آنکھ کا آنکھ،کان کا کان،زبان کازبان،ہاتھ کابدلہ ہاتھ کاٹا جائے جبکہ جس نے ہاتھوں پرمیخ سینوں میں میخ آگ میں جلانا چھت سے گرانا وغیرہ جیسی سزائیں دی ہیں وہ کیسے عادل ہوسکتا ہےقرآن میں کہا ہے دشمن کیلئے بھی عدالت کاپاس رکھو امیر المومنین علی بن ابی طالب نے اپنی وصیت میں کہا ملجم مرادی کوصرف ایک ضربت ماریں کیونکہ اس نے مجھے صرف ایک ہی ضربت لگائی ہے۔

جعفریہ:

شیعہ اثناعشری کو جعفریہ کہتے ہیں ان کا کہنا ہے وہ فروع دین میں امام جعفر صادق کے پیروکار ہیں ان کا پورا دین ان سے ماخوذ ہے یا اکثر ان سے ماخوذ ہے ان کا کہنا ہے آخری دور بنی امیہ جو اس وقت تنزلی کی طرف جارہا تھا اور دولت عباسی منظر عام پر آرہی تھی تعصب قومی کی بنیاد پر ہاشمی ہونے ناطے امام صادق کو کچھ آزادی ملی۔ امام جعفر صادق نے اپنے شیعوں کو منظم کرنے میں بہت کردار ادا کیا اور فقہ شیعہ کو تدوین کیا آپ فقیہ آل محمد تھے۔ امام صادق نے اپنے مذہب کی ترویج شروع کی۔

کتب فرق و مذاہب میں جعفریہ کے نام سے چند یں فرقوں کا ذکر آیا ہے آیئے دیکھتے ہیں اثناعشری جو خود کو جعفریہ بھی کہتے ہیں اس سے کیا مراد ہے۔

۱۔ جعفریہ ایک فرقہ غلات ہے جن کا کہنا ہے جعفر ہی اللہ ہیں یہ جعفر دیکھنے میں نہیں آتے لیکن وہ انہیں دیکھتے ہیں۔

۲۔ جعفریہ اتباع عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کو بھی کہتے ہیں۔ یہ طالبین کے بڑے شجاع سخی اور شعراء میں سے تھے۔ یہ عبداللہ ذی الجناحین کے نام سے معروف ہوا اس نے بنی امیہ کے آخری خلیفہ مروان بن محمد کے دور میں خلافت کا دعویٰ کرتے ہوئے قیام کیا عبداللہ بن معاویہ بن جعفر طیار کا کہنا تھا وہ خود خدا ہے اور وہ روح خدا ہے جو آدم میں تھی پھر یہ انبیاء میں تسلسل سے ہوتے ہوئے پیغمبر پھر علی اور اس کے بعد اولاد علی میں اور پھر اسکے پاس آئی۔ اس کا کہنا ہے علم اس کے دل میں سے اگتا ہے جب ایک بڑے گروہ نے اس کی پیروی کی تو امیر کوفہ نے اس کے ساتھ جنگ لڑی اور اسے شکست دی پھر یہ شیراز اور ہرات گیا وہاں کے والی نے اسے گرفتار کیا ابومسلم خراسانی نے اسے قتل کیا۔

۳۔ جعفریہ اتباع ابوالفضل جعفر بن حرب ہمدانی متوفی ۲۳۶ کو کہتے ہیں ان کی نظر میں فاسقین امت اسلام یہود و نصاریٰ مجوس زنادیق سے بھی بدتر ہیں فاسق کو نہ موحد کہہ سکتے ہیں نہ مومن نہ کافر ان کی نظر میں یہ زندیق کافر سے بھی بدتر ہیں۔ یہ معتزلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

۴۔ جعفر بن علی الہادی جنہیں جعفر کذاب بھی کہتے ہیں ان کی اتباع کرنے والوں کو بھی جعفریہ کہتے ہیں چنانچہ امام حسن عسکری کی وفات کے بعد دعویٰ امامت کرنے والے فرقوں میں سے ایک ہیں۔ جعفر اپنے دور میں کذاب کے نام سے مشہور تھے لوگ انھیں کذاب جانتے تھے جو جعفر ہمیشہ اقتدار طلبی میں مصروف رہتے تھے۔ جعفر نے کسی بھی وقت دین و شریعت کی سربلندی کا نام نہیں لیا۔ اس کی خصوصیات میں سے تھا کہ وہ زیادہ تر غیر عقلی باتیں کرتا لہٰذا دیکھنا ہوگا ان کی خصوصیات کہاں تک موجودہ جعفریوں پر چھائی ہوئی ہیں۔

جب بھی اس ملک میں نظام اسلام کے نفاذ کی بات آئی تو انہوں نے فقہ جعفری نافذ کرنے کا شعار بلند کیا کہا کہ فقہ جعفری نافذ کریں لیکن عقائد وسلوک کا مظاہرہ کرتے وقت عقائد ابی الخطاب مغیرہ عجلی منذر جارود عبداللہ میمون مختار ثقفی جیسوں کے عقائد نظر آتے ہیں سیرت پاک جعفر صادق کا ان سے دور کا بھی اثر نظر نہیں آتا۔ یہاں سے ہمیں اس فرقے کو بنیاد سے گہرائی سے سمجھنے کی ضرورت پڑی آخر کیوں فقہ اسلام کے ہوتے ہوئے فقہ جعفری کو اہمیت ومقام دیا جائے۔ جو توجیہات انہوں نے اس کی ترجیحات میں پیش کی ہیں ان پر ہم نے بغور ناقدانہ عادلانہ عمق وگہرائی میں بررسی کرنے کا عزم وارادہ کیا۔ یہ حضرات فقہ جعفری کو فقہ آئین اور اساس مذہب گردا ننے کی توجیح میں یہ نکات پیش کرتے ہیں:

ا۔ہم سنت وسیرت نبی کریم کو اصحاب سے نہیں بلکہ اہل بیت سے لیتے ہیں کیونکہ اصحاب نبی کریم کے بعد عادل نہیں رہے
۲۔امام محمد باقر و صادقؑ کو بنی امیہ اور بنی عباس کے دور مزاحمت رسہ کشی میں موقعہ نصیب ہوا کہ وہ علوم محمد کو اجاگر کریں۔
۳۔امام جعفر صادقؑ کو ۴ ہزار شاگرد نصیب ہوئے۔جن کے سینوں کو آپ نے علوم وفنون سے معمور و آباد کیا۔
۴۔تمام فرق و مذاہب اسلامی کے بانیان و سربراہان بلاواسطہ بالواسطہ آپ کی شاگردی تلمیذی کا افتخار رکھتے ہیں۔
امام صادقؑ سے پہلے آپ کے درس و دروس اور بحوث نے شیعوں کو آپ سے پہلے کے اماموں اور بعد کے اماموں سے بے نیاز بنایا۔احکام فقہ کا اکثر و بیشتر آپ ہی سے ماخوذ ہے اس لیے ہم فرقہ جعفری کے تابع کہلانے کے سزاوار ہیں۔
یہ وہ نکات ہیں جو فرقہ جعفری کے تابعین نے خود کو فرقہ جعفری کا تابع کہنے کی توجیہات میں پیش کیے ہیں۔مذہب کو اساس وبنیاد سے اٹھانے والے انسان کا عقلی شرعی فرض بنتا ہے کہ وہ ان توجیہات کو عاقلانہ ناقدانہ اور غائرانہ نظروں سے گزارے اور درک کرے کہ یہ توجیہات کہاں تک عقل و شریعت و واقعیت سے مطابقت رکھتی ہیں۔
ہمارے ملک میں موجود شیعہ خود کو جعفری کبھی تنہا شیعہ کہتے ہیں اور کبھی اتباع حیدر کرار کہتے ہیں انہیں اثناعشری بھی کہتے ہیں جعفریہ کہنے کی توجیہہ میں یہ واضح نہیں کرتے کہ جعفریہ کونسا جعفر ہے کیا اس جعفریہ سے مراد امام جعفر صادق ہیں لیکن واضح ہے کس منطق کے تحت خود آپ کو تابع امام جعفر صادق کہتے ہیں کبھی شیعہ علی اور شیعہ اہل البیت کہتے کبھی امام حسن و حسین اور کبھی امام زین العابدین اور کبھی امام محمد باقر کا نام لیتے ہیں۔یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی فرقہ باطنیہ ہے جو امت کو لفظوں کے چکر میں جکڑے رکھنا چاہتا ہے۔کہتے ہیں امام جعفر صادق کے چار ہزار شاگرد تھے جنہیں آپ مسجد میں درس دیتے تھے لیکن مسجد کا نام لینے میں بھی تردد کرتے ہیں کبھی مدینہ اور کبھی کوفہ میں لیکن یہ تاریخ میں نہیں ملتا ہے امام جعفر صادق کوفہ میں تشریف لاتے تھے یا مدینہ میں درس دیتے تھے۔لیکن ان چار ہزار شاگردوں کا نام کتب رجال میں نہیں آیا ہے۔سب سے زیادہ استاد اسد حیدر نے اپنی گراں قدر کتاب امام صادق و مذاہب اربعہ میں ایک سو نوے کے قریب ناموں کا ذکر کیا ہے۔جن کو رجال صحاح کہا ہے ان کا سرسری جائزہ لیتے ہیں۔

رجال الصحاح من الشيعة

استاذ اسد حیدر صاحب کتاب الامام الصادقؑ والمذاہب الاربعہ ج ۶ میں التسلسلہ کے ایک سو نوے اصحاب کا ذکر کرتے ہیں آیئے دیکھتے ہیں ان میں سے کتنے اصحاب عادل و معتبر عند العلماء رجال ہیں۔

جامع رواۃ میں ان رجال کا ذکر موجود نہیں ہے:

ن ا۔**أحمد بن المفضل**:ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن ۲۔**اسماعيل بن خليفة**:جن کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن ۳۔**اسماعيل بن زكريا**:ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن ۴۔**الربيع بن أنس**:ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن ۵۔**زبيد بن الحارث**:ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن ۶۔**سالم العجلي**:ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن ۷۔**سعيد بن خثيم**:ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۸۔**جميع العجلي**: ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۹۔**الحارث الهمداني**: ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۱۰۔**الحارث بن حصيرة**: ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۱۱۔**حبيب بن أبي ثابت**: ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۱۲۔**الحسن بن صالح**: ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۱۳۔**الحكم بن ظهير**: ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۱۴۔**خالد بن مخلد**: ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۱۵۔**خلف بن سالم**: ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۱۶۔**اسماعيل بن سلمان**: ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۱۷۔**بسام الصيرفي**: ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۱۸۔**ثابت بن أبي صفية**: ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۱۹۔**سليمان بن طرخان**: ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۲۰۔**شريک بن عبد الله**: ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۲۱۔**عباد بن العوام**: ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۲۲۔**سعيد بن كثير**: ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۲۳۔**سلمة بن الفضل**: ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۲۴۔**عبد الله بن زرير**: ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۲۵۔**عبد الله بن الجهم**: ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۲۶۔**عبد الله بن عبد القدوس**: ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۲۷۔**عبد الله بن أبي عيسى**: ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۲۸۔**عبد الله بن لهيعة**: ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۲۹۔**عبد الرحمن بن صالح**: ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۳۰۔**عبد الملک**: ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۳۱۔**عبد الملک بن مسلم**: ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۳۲۔**عدي بن ثابت**: ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۳۳۔**علي بن بذيمة**: ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۳۴۔**علي بن الجعد**: ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۳۵۔**علي بن قادم**: ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۳۶۔**علي بن المنذر**: ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۳۷۔علي بن هاشم:ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۳۸۔عطية بن سعد:ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۳۹۔عمارة بن جوين:ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۴۰۔عمار بن معاوية:ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۴۱۔الفضل بن دكين:ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۴۲۔عبد الملك بن مسلم:ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۴۳۔محمّد بن جحادة:ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۴۴۔مالك بن اسماعيل:ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۴۵۔مخول بن راشد:ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۴۶۔منصور الليثي:ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۴۷۔نوح بن قيس:ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۴۸۔يعقوب بن سفيان:ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۴۹۔يحيىٰ بن عثمان:ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

ن۵۰۔اسحاق بن منصور:ان کا ذکر جامع الرواۃ میں موجود نہیں ہے۔

جابر بن حیان:

امام صادقؑ کے اصحاب اور شاگردوں میں گنا جاتا ہے انہیں علم پرستوں نے امام جعفر صادقؑ کی عظمت اور بزرگی میں شمار کیا ہے کہ ہمارے امام کو ایسے شاگرد گمنام پر افتخار کرنا چاہیے ان کو اونچا کرنے کے بعد امام کو گرا کر علم پرستی کی ترویج کرنا ہے جابر جو بھی ہو وہ علم کیمیاء اور فزکس کا ماہر ہو اس کی کوئی تعریف نہیں بنتی کیونکہ علم فلسفہ فزکس کیمیاء وغیرہ کا اس کے پچاس سال پہلے خالد بن یزید بن معاویہ نے ترجمہ کیا ہے ۔اصل علوم طبیعات کی برگشت چندیں صدی پیچھے یونان میں کشف ہوئی لیکن اس کی تطبیق اور عملی صورت چند صدیاں گزرنے کے بعد یورپ والوں کو جاتی ہے یعنی طبیعات کی تطبیق کا سہرا یورپ والوں کے سر ہے اگر وہ علوم اسی صورت میں ہوتے تو آج بھی کسی کام کے نہیں تھے اگر تنہا نظریہ اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے تو اس کا سہرا یونان والوں کے سر ہے اگر تطبیق اہمیت رکھتی ہے تو یہ محنت یورپ والوں نے کی ہے یہ صرف دین کی اہمیت کو گرانے کیلئے کہا ورنہ ان علوم میں تحقیقات انکشافات ایک واجب کفائی عمل ہے جو معاشرے کے افراد کریں۔قابل استفسادہ عصر حاضر میں ہوئی ہے اس کی ترتیب یورپ میں ہوئی یہ صرف چہرہ دین وشخصیات دین کو مسخ کرنے کیلئے کہا جاتا ہے یہ نہ امام صادق نہ ان سے پہلے دین اسلام کی ذمہ داری میں سے ہے نہ دین کی جڑ ہے بلکہ یہ صرف علم پرستوں کا فریب اور دھوکہ ہے جو علماء دین علم پرستوں کی طرف مائل ہیں وہ ان کی ہمدردی میں ایسے مظاہرے کرتے رہتے ہیں۔

جامع رواۃ میں ان رجال کا ذکر مکرر ہے:

مکررا۔ابراهيم بن يزيد: جامع الرواۃ ج ا ص ۳۹ میں اس نام کے چار (۴) افراد کا ذکر موجود ہے

مکرر۲۔ابراهيم بن محمّد: جامع الرواۃ ج اص ۳۰ میں ابراہیم بن محمد کے نام سے ۳۲ راویوں کا ذکر ہے مشتبہ ومجہول ہے۔

مکرر۳۔سعيد بن عمرو: جامع الرواۃ ج اص ۳۶۱ پر اس نام کے دو افراد کا ذکر موجود ہے۔

مکرر۴۔سعاد: جامع الرواۃ ج اص ۳۵۲ میں اس نام کے دو افراد کا ذکر موجود ہے۔

مکرر۵۔سلمة بن كهيل: جامع الرواۃ ج اص ۳۷۳ پر اس نام کے دو افراد کا ذکر موجود ہے۔

مکرر۶۔عبد الله بن عمر: جامع الرواۃ ج اص ۴۹۹ پر اس نام کے چار افراد کا ذکر موجود ہے۔

مکرر۷۔عبيد الله: جامع الرواۃ ج اص پر ۵۲۷ سے ۵۳۰ اس نام کے ۴۴ افراد کا ذکر موجود ہے پتہ نہیں کون سا ہے یعنی مجہول ہے۔

مکرر۸۔عبد الجبار: جامع الرواۃ ج اص ۴۳۷ پر اس نام کے ۸ آٹھ افراد کا ذکر موجود ہے۔

مکرر۹۔عبد الرحمن: جامع الرواۃ ج اص ۴۴۲ سے ۴۵۵ تک اس نام کے ۱۹۰ افراد کا ذکر موجود ہے پتہ نہیں ان میں کون سا ہے۔

مکرر۱۰۔عبد السلام: جامع الرواۃ ج اص ۴۵۶ پر اس نام کے ۱۲ افراد کا ذکر موجود ہے۔

مکرر۱۱۔عبد العزيز: جامع الرواۃ ج اص ۴۵۸ پر اس نام کے ۱۹ افراد کا ذکر موجود ہے۔

مکرر۱۲۔عثمان: جامع الرواۃ ج اص ۵۳۲ سے ۵۳۶ پر ۳۴ افراد کا ذکر موجود ہے پتہ نہیں کون سا ہے۔

مکرر۱۳۔علي بن زيد: جامع الرواۃ ج اص ۵۸۱ پر اس نام کے دو افراد کا ذکر موجود ہے۔

مکرر۱۴۔محمّد بن عبد الله: جامع الرواۃ ج ۲ص ۱۴۰ پر اس نام کے ۶۰ افراد کا ذکر موجود ہے۔

مکرر۱۵۔محمّد بن فضل: جامع الرواۃ ج ۲ص ۱۷۳ پر اس نام کے ۱۹ افراد کا ذکر موجود ہے۔

مکرر۱۶۔محمّد بن موسى: جامع الرواۃ ج ۲ص ۲۰۴ پر اس نام کے ۱۶ افراد کا ذکر موجود ہے۔

مکرر۱۷۔عائذ بن حبيب: جامع الرواۃ ج اص ۴۲۹ پر اس نام کے تین افراد کا ذکر موجود ہے۔

مکرر۱۸۔عبد الرزاق: جامع الرواۃ ج اص ۴۵۶ پر دو افراد کا ذکر موجود ہے۔مکرر ہے عبدالرزاق بن ابراہیم عبدالرزق بن صحام معلوم نہیں کونسا ہے۔

جامع رواۃ میں ان رجال کا ذکر موجود ہے:

م۱۔أصبغ بن نباتة: جامع الرواۃ ج اص ۱۰۶ پر ان کا ذکر موجود ہے **۔من اصحاب امير المومنين۔**

م۲۔اجلح: جامع الرواۃ ج اص ۳۹ میں ان کا ذکر موجود ہے۔۱۴۵ھ کو وفات پایا ۔نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ابن عقدہ نے توثیق کی ہے لیکن صاحب جامع نے کہا ہے اعتماد نہیں ہے۔

م۳۔اسماعيل بن أبان: جامع الرواۃ ج اص ۹۰ میں ان کا ذکر موجود ہے۔

م۴۔اسماعيل السدي: جامع الرواۃ ج اص ۹۸ میں ان کا ذکر موجود ہے۔

م۵۔اسماعيل بن موسى: جامع الرواۃ ج اص ۱۰۳ پر ان کا ذکر موجود ہے۔فرزند امام موسیٰ ابن جعفر ہے۔

م۶۔اسماعیل بن عبد الله: جامع الرواۃ ج ا ص ۹۹ پر ان کا ذکر موجود ہے۔

م۷۔تلید بن سلیمان: جامع الرواۃ ج ا ص ۱۳۲ پر ان کا ذکر موجود ہے۔علماء نے ان کی توثیق وتعدیل کی ہے نہ جرح۔

م۸۔ثویر بن أبي فاختة: جامع الرواۃ ج ا ص ۱۴۱ پر ان کاذکر موجود ہے۔اس جامع میں رجال خلاصہ میں علامہ سے منقول ہے وہ فرماتے تھے وہ ان کے بارے میں توقف کرتے ہیں۔

م۹۔جعفر بن زیاد: جامع الرواۃ ج ا ص ۱۵۲ پر ان کاذکر موجود ہے۔ان کی توثیق ہوئی ہے وہ ۱۶۷ھ کو وفات پائے۔

م۱۰۔جریر بن عبد الحمید: جامع الرواۃ ج ا ص ۱۴۷ پر ان کا ذکر موجود ہے جرح وتعدیل دونوں نہیں کی ہے۔مہمل

م۱۱۔جعفر بن سلیمان قمی: جامع الرواۃ ج ا ص ۱۵۲ پر ان کاذکرموجود ہے۔احتمال ہے اصحاب امام ھادی ہو

م۱۲۔جمیع بن عمیر: جامع الرواۃ ج ا ص ۱۶۵ پر ان کا ذکر موجود ہے۔امام صادقؑ سے نقل کرتے ہیں۔

م۱۳۔جابر بن یزید: جامع الرواۃ ج ا ص ۱۴۶ پر ان کاذکر موجود ہے۔جامع نے ان کی توثیق وجرح نہیں کی۔کہتے ہیں ابن عقدہ اور عقیقی سے نقل کرتے ہیں ضعیف ہے۔

م۱۴۔حکیم بن جبیر: جامع الرواۃ ج ا ص ۲۶۸ پر ان کا ذکر موجود ہے۔جرح وتعدیل دونوں نہیں کی ہیں۔

م۱۵۔الحکم بن عتیبة: جامع الرواۃ ج ا ص ۲۶۶ پر ان کا ذکر موجود ہے۔۱۱۵ کو وفات پایا عامہ سے تھے۔

م۱۶۔خالد بن طھمان: جامع الرواۃ ج ا ص ۲۹۲ پر ان کا ذکر موجود ہے۔عامہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

م۱۷۔زیاد بن المنذر: جامع الرواۃ ج ا ص ۳۳۹ پر ان کا ذکر موجود ہے۔فاسدالعقیدہ زیدی غالی ہے امام باقرؑ نے ان کا نام سرحوب رکھا ہے۔

م۱۸۔سعید بن فیروز: جامع الرواۃ ج ا ص ۳۶۱ میں ان کا ذکر موجود ہے۔ثقہ ہے

م۱۹۔سوار: جامع الرواۃ ج ا ص ۳۹۰ پر اس نام کے دوافراد کاذکر موجود ہے۔من معصب الھمدانی۔

م۲۰۔سعید بن محمّد: جامع الرواۃ ج ا ص ۳۶۲ پر ان کا ذکر موجود ہے۔

م۲۱۔سلیمان بن مهران: جامع الرواۃ ج ا ص ۳۸۳ پر ان کا ذکر موجود ہے۔اصحاب امیرالمومنین میں سے ہے۔

م۲۲۔عباد بن یعقوب: جامع الرواۃ ج ا ص ۴۳۱ پر ان کاذکرموجود ہے۔عامی المذہب۔

م۲۳۔علي بن غراب: جامع الرواۃ ج ا ص ۵۹۵ پر ان کا ذکرموجود ہے۔

م۲۴۔عبد الله بن شدّاد: جامع الرواۃ ج ا ص ۴۹۲ پر ان کا ذکر موجود ہے۔

م۲۵۔**عبد الله بن شريك**: جامع الرواۃ ج۱ص۴۹۲پران کاذکرموجود ہے۔

م۲۶۔**فطر بن خليفة**: جامع الرواۃ ج۲ص۱۳میں انکاذکرموجود ہے۔ابوبکرالخزری تابعی۔۱۵۳ھ کو وفات پایا۔دونوں اماموں سےنقل کیاہےمعتمدمعتبرثقہ ہے۔

م۲۷۔**يزيد بن أبي زياد**: جامع الرواۃ ج۲ص۳۴۱پران کاذکرموجود ہے۔امام باقرؑ سےنقل کرتے ہیں نیزاسماعیل بن محمدمنتظری ج۱ص۱۰۲پررجوع کریں۔

م۲۹۔**يونس بن خباب**: جامع الرواۃ ج۲ص۳۵۵پران کاذکرموجود ہے۔

جن رواۃ کی توثیق ہوئی ہےوہ یہ ہیں:

۱۔**حماد بن عيسى**: جامع الرواۃ ج۱ص۲۷۳پران کاذکرموجود ہے۔توثیق کی ہے

۲۔**داود بن أبي عوف**: جامع الرواۃ ج۱ص۳۰۱پران کاذکرموجود ہے۔ابن عقدہ نےتوثیق کی ہے۔لیکن وہ خوداپنی جگہ نقص کےحامل ہیں اکثریت روایات کےناقل زیدی غالی جارودیہ غالی۔

۳۔**أبان بن تغلب**:[جامع الرواۃ ج۱ص۹] ابان بن تغلب بن رباح، ابوسعیدبکری جریری مولا بنی جریرثقہ ہےعظیم والمنزلت ہےامام سجادامام باقرامام صادق تینوں سے ملے ہیں ان کےنزدیک مقرب تھے۔امام باقرنےفرمایا مسجدمدینہ میں بیٹھولوگوں کوفتویٰ دو، میں چاہتاہوں کہ ہمارےشیعوں میں تم جیسےافرادملیں۔جب وفات پائی توامام نےفرمایاان کی موت نےمیرےدل پراثررکھاہےوہ قاری فقہی لغوی تھے۔۱۴۱ھ کووفات پائی۔امام محمد باقر ۵۷ھ کو پیدا ہوئے ولید بن عبد الملک ،سلیمان بن عبد الملک ،عمر بن عبد العزیز، یزید ابن عبد الملک ،ابراہیم بن ابو الولید عبد الملک ۔ہشام بن عبدالملک سنہ۱۱۴یا۱۱۷ خلافت کوامام باقرؑ نےوفات پائی ۔یہ دیکھناہوگاکیامسجدمیں ہرشخص کواس قدر حلقہ رکھنےکی آزادی حاصل تھی کیونکہ یہ دوربنی امیہ کی اعلیٰ قیادت کادورتھا۔

راویان مہمل تعلیق کورواۃ صحیح نہیں کہاجاسکتاہے:

کیونکہ روایات نقل کرناایک اعزازوافتخارہےجسےیہ افتخارحاصل ہواس کی کسی ہستی کی طرف سےتوثیق ملناضروری ہے ان راویوں میں بعض مہمل الذکرہیں جنہیں بغیرتعلیق چھوڑاگیاہےوہ یہ ہیں:

۱۔**سليمان بن قرم**: جامع الرواۃ ج۱ص۳۸۲پران کاذکرموجود ہے۔اس کومہمل چھوڑاہے۔

۲۔**شعبة بن الحجاج بن الورد**: جامع الرواۃ ج۱ص۳۹۹پران کاذکرموجود ہے۔مہمل چھوڑاہے۔

م۳۔**عمار بن رزيق**: جامع الرواۃ ج۱ص۶۱۱پران کاذکرموجود ہے۔مہمل چھوڑاہے۔

م۴۔**عمرو بن حماد**: جامع الرواۃ ج۱ص۶۲۰ان کاذکرموجود ہے۔مہمل چھوڑاہے۔

م۵۔**عمرو بن ثابت**: جامع الرواۃ ج۱ص۶۱۸پران کاذکرموجود ہے۔مہمل چھوڑاہے۔

م۶۔**فضيل بن مرزوق**: جامع الرواۃ ج۲ص۱۱میں اس کاذکرموجود ہے۔مہمل چھوڑاہے۔

م۷۔**منصور بن المعتمر**: جامع الرواۃ ج۲ص۲۶۸پران کاذکرموجود ہے۔مہمل چھوڑاہے۔

م۲۸۔**يونس بن قيس كنيت أبي يعفور**: جامع الرواۃ ج۲ص۳۵۴پران کاذکرموجود ہے۔ مہمل چھوڑا ہے۔

اصحاب خاص: [حضرت صادقؑ تالیف فضل اللہ کپانی ص ۲۴۵]

۱۔عبداللہ ابن جندب۔ ۲۔ھشام بن حکم۔ ۳۔ھشام بن سالم۔

۴۔مؤمن طاق۔ ۵۔معلی بن خنیس۔ ۶۔اسحق ابن عمار صیرفی۔

۷۔معاویۃ بن عمار: [جامع رواۃ ج ۲ص ۳۹] معاویہ بن عمار بن ابی معاویہ جناب عجلی مدارس ابوالقاسم کوفی ۷۰ سال کی عمر میں ۱۷۰ھ کو وفات پائے۔

۸۔مفضل بن عمر۔ ۹۔یونس بن یعقوب۔

رُوات: [حضرت صادقؑ تالیف فضل اللہ کپانی ص ۲۵۰]

۱۔ابان بن تغلب۔ ۲۔ابان بن عثمان۔ ۳۔اسمعیل صیرفی۔

۵۔برید بن معاویہ۔

۶۔بکیر بن اعین شیبانی: [جامع رواۃ ج ۱ص ۱۲۹] بن شیبان کے موالی میں سے تھے امام باقرؑ وامام صادق سے نقل کرتے ہیں امام صادق نے ان کی خبر موت پر ان کی بلندی درجات کیلئے دعا کی۔

۷۔جابر جعفی: [جامع رواۃ ج ۱ص ۱۴۴] یکے از رواۃ میں سے ہیں ان سے روایات نقل ہوئی ہیں کتاب معرفۃ الحدیث تالیف علامہ البہبودی نے اپنی کتاب کے ص ۱۲۲ پر علامہ حلی سے انہوں نے غضائری سے نقل کیا ہے جابر بن یزید جعفی کوفی خود ثقہ ہے لیکن ان سے ناقلین اکثر و بیشتر ضعفاء اہل خلط والے ہیں بہتر یہ ہے کہ ان سے مروی روایات پر بھروسہ نہ کریں۔لیکن ان سے ناقلین تحقیق ابن عقدہ ہے لہٰذا ضعیف ہے نجاشی نے کہا ہے خلط ملط لوگوں سے نقل کیا ہے علامہ حلی نے کہا ہے بہتر یہ ہے ان سے نقل کرنے میں احتیاط کریں وہ ۱۲۸ یا ۱۳۲ کو وفات پایا ہے۔

۸۔حریز بن عبداللہ: [جامع رواہ ج ۱ص ۱۸۲] حریز بن عبداللہ بحستانی موالی قم آزاد نے امام صادقؑ سے کم امام موسیٰ کاظمؑ سے زیادہ نقل کیا ہے۔وہ بحستان میں تجارت کرتے تھے۔

۱۴۔معلّی بن خنیس: [جامع الرواۃ ج ۲ص ۲۴۷] امام صادق کے موالی تھے شمشیر بنانے کا کام کرتے تھے وہ پہلے مغیری تھے انتہائی ضعیف تھے ان کی روایات پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔غضائری نے کہا ہے وہ پہلے مغیری تھے پھر نفس ذکیہ کی طرف رجوع کیا اسی تہمت میں داؤد بن علی نے انہیں قتل کیا غالیوں نے ان کی طرف بہت سی چیزیں منسوب کی ہیں ہمارے خیال میں ان کی کسی بات پر اعتماد بھروسہ نہیں کیا جاسکتا ہے وہ کیسانیہ تھے۔

۱۵۔معروف بن خربوز: [جامع رواۃ ج ۲ص ۲۴۷] معروف بن خربوز قرشی کشی نے کہا ہے یہ حضرت ان ذوات میں سے ہیں جن کی اخبار کی صحت پر امت کا اتفاق ہے۔

۱۶۔محمد بن مسلم: [جامع الرواۃ ج ۲ص ۱۹۳] محمد بن مسلم رباح ثقفی ابوجعفر الطحان ۱۵۰ھ کو وفات پائے امام محمد باقر اور امام صادقؑ سے نقل کیا ہے۔

۱۷۔مؤمن طاق۔ ۱۸۔ابوبصیر۔

۱۹۔فضیل بن یسار نہدی: [جامع الرواۃ ج ۲ص ۱۱] اہل کوفہ تھے بصرہ میں قیام کیا برقی کہتے ہیں معتبر ثقہ تھے امام باقرؑ اور امام صادقؑ سے نقل کرتے ہیں جلیل القدر ہیں امام صادق کی حیات میں وفات پائے۔

۲۰۔عمر بن علی بن الحسین۔ ۲۱۔عمرو بن ابی نصر۔

۲۲۔عمرو بن ابی المقدام۔ ۲۳۔عبید بن زرارۃ۔ ۲۴۔عبداللہ بن ابی یعفور۔

۲۵۔عبدالسلام بن سالم۔

جن رواۃ کا ذکر استاذ اسد حیدر نے اپنی گراں قدر کتاب امام صادقؑ اور مذاہب اربعہ میں انتہائی کمال افتخار سے ذکر کیا ہے ان میں حسب ترتیب یہ حقائق سامنے آتے ہیں:

۱۔۵۰ راویوں کا ذکر کتاب جامع رواۃ میں آیا ہی نہیں

۲۔۱۸ کا ذکر مکرر آیا ہے۔یعنی اس نام سے چندین نام آئے ہیں۔لہٰذا وہ مجہول قرار پاتے ہیں۔جن راویوں کا ذکر موجود ہے مکرر بھی نہیں ہے ان کی تعداد ۲۹ ہے۔

۳۔جن راویوں کا جامع رواۃ میں مہمل۔

۴۔جنہیں بغیر توثیق چھوڑا ہے وہ۔

۵۔جن کی توثیق ہوئی ہے وہ ہیں۔

۶۔جن راویوں کی توثیق ہوئی ہے ان سے منقول روایات جوں کی توں حجت نہیں بنتیں جب تک یہ روایات قرآن کریم کی آیات محکمات اور نبی کریم سے مروی روایات سے کھلی متصادم ومتعارض نہ ہوں۔اگلا مرحلہ یہ آئے گا ان روایات میں کتنی روایات قرآن کریم اور سنت قطعیہ رسول اللہ سے متصادم ہیں اور کہاں کہاں ہیں؟

۲۔**هشام بن حکم**:[جامع الرواۃ ج ۲ص ۳۱۳]انہیں ابامحمد اباالحکم بھی کہتے ہیں جو امام موسیٰ ابن جعفر کے بعد بھی زندہ رہا ہے یہ بنی شیبان سے تعلق رکھتا تھا اور کوفہ میں پیدا ہوا وہیں پرورش پائی ہشام بغداد میں تجارت کرتا تھا یہ ۱۹۹ھ میں بغداد منتقل ہوا اور ۱۹۹ھ میں وفات پائی امام صادق اور امام کاظم سے نقل کیا ہے۔انکے بارے میں مدح بھی وارد ہوتی ہے کہ وہ امامت میں کشادہ کلام اور سند جواب رکھتے تھے موسیٰ بن مشرقی نے امام رضا سے پوچھا آپ سے لوگ نقل کرتے ہیں مشرقی اور ابوالاسود دونوں نے ہشام بن حکم کے بارے میں پوچھا تو جواب دیا کہ گمراہ ہے یہ امام موسیٰ ابن کاظم کے خون میں شریک تھے اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں تو کہا ہم ان سے محبت کریں تو کہا کریں۔

۳۔**برید بن معاویه بن عجلی**:[جامع الرواۃ ج ۱ص ۱۱۷]ابوالقاسم۔اہل کوفہ ہیں عربی الاصل ہیں۔امام صادق کی حیات میں وفات پائی اصحاب برجستہ میں سے ہیں۔ثقہ وفقہہ ہیں ائمہ کے پاس مقام رکھتے تھے۔اصحاب ان کی روایات کی توثیق وتصدیق پر اتفاق کرتے ہیں ان کے بارے میں امام صادق سے نقل ہے متواضعین کو جنت کی بشارت دے دیں برید ابن معاویہ عجلی،ابوبصیر لیث بن بختری،مرادی محمد ابن مسلم،زرارہ یہ چار اللہ کے منتخب اور اللہ کے حلال وحرام کے امین ہیں۔اگر یہ چار نہ ہوتے تو آثار نبوت منقطع و ناپید ہو جاتے۔یہ روایت ان روایات سے مشابہت رکھتی ہے جو نبی کریم سے منقول ہے جس میں دس اصحاب کرام کو جنت کی بشارت دی گئی ہے جنہیں عشرہ مبشرہ کہتے ہیں یہ روایات دین کے چندین اصول مسلمہ آیات قرآنی سے متصادم ومتعارض ہیں۔

۱۔اس آیت ﴿ما اروی ما یفعل بی﴾

۲۔آیات ﴿اقامه صلاة ایتا الزکاۃ اور ان کے بعد لعلکم تتقون آیا ہے﴾ جب اللہ بشارت قطعی دینے سے گریز

کر کے لعل (شاید) فرماتے ہیں تو کیونکر رسول قطعی حکم دیں۔

۳۔جبکہ اصحاب میں ان سے بھی افضل و بہتر ذوات موجود تھیں۔

۴۔امت کی نجات کے حوالے سے تین گروہ بنتے ہیں:

۱۔قطعی نجات پانے والے۔ ۲۔مشکوک النجاۃ۔ ۳۔قطعاً نجات نہ پانے والے۔

اس بناء پر امت کی اکثریت ہلاکت پانے والے ہوگی۔دوسری روایت میں آیا ہے کہ برید بن معاویہ، زرارۃ محمد ابن مسلم اور احول ان کی موت وحیات دونوں امام کے نزدیک محبوب ہیں۔

۱۔**زرار بن اعین سنن شیبانی:** [جامع الرواۃ ج ۱ص ۳۲۴] بنی شیبان کے موالی میں سے تھے ان کے دادا روم کے مسیحی راہب تھے ان کے والد جب اسیر ہو کر لائے گئے تو اسے آزاد کیا پھر اس کی کفالت میں داخل ہوا انہوں نے ۱۵۰ھ میں وفات پائی ان کو عبد ربا بہ بھی کہتے ہیں۔کہتے ہیں یہ ہمارے اصحاب کے برجستہ بزرگوں میں ہیں فقیہ و متکلم و شاعر ہیں اصحاب ان کی مرویات پر مہر صحت رکھتے ہیں اصحاب امام محمد باقر، امام صادق میں ۱۶ اصحاب سب سے زیادہ فقیہ ہے ان میں زرار سب سے زیادہ فقیہ ہیں۔زرار کے بارے میں احادیث تفصیل ولفقد میں کثیر روایات ملتی ہیں جو ان کی مدح میں وارد روایات سے متضاد ہیں لیکن علمائے رجال نے اس کو تقیہ پر حمل کیا ہے تا کہ ان سے شر کو بچایا جائے۔مذمت میں وارد روایات کو تقیہ پر حمل کرنا اس منطق سے متضاد و متصادم ہے جو کہتے ہیں امام محمد باقرؑ و صادقؑ کو اس دور میں آزادی ملی تھی اسی طرح مذمت میں وارد روایات سے پتہ چلتا ہے اصحاب سخت ترین تقیہ میں تھے تو کیا خود امام بھی تقیہ میں تھے زرارۃ کی تصنیفات میں سے ایک رسالہ استطاعت اور جبر ہے۔

۱۔ابو بصیر لیث بن البختری [جامع رواۃ ج ۲ص ۶۹] امام باقر سے نقل کرتے ہیں۔

۲۔محمد ابن مسلم بن رباح ثقفی کنیت ابو جعفر الطحان [جامع رواۃ ج ۲ص ۱۹۳] سنہ ۱۵۰ھ کو وفات پائی اس کی عمر ستر سال تھی محمد بن مسلم کی مرویات قبول کرنے پر امت کا اجماع ہے۔ص ۱۹۴ پر ان کی مذمت کی گئی ہے وہ زارے کے نظریہ استطاعت کے قائل تھے جو ان کی مذمت میں کہا ہے ان کو تقیہ پر محل کرتے ہیں۔

۳۔محمد بن عیسیٰ بن عبداللہ: [جامع رواۃ ج ۲ص ۱۶۵] ان کی تعریف کی ہے۔

یہ تمام رواۃ یا با اصطلاح اصحاب و یاران امام باقر و صادق اکثر و بیشتر سب کوفہ نشین تھے جبکہ امامین باقر و صادق دونوں مدینہ میں سکونت کرتے تھے۔ان میں کسی کے بارے میں کوئی واضح ثبوت تاریخ میں نہیں ملتا کہ کون مدینہ گئے تھے۔اور امام کوفہ تشریف لائے تھے اس بارے میں بھی واضح مستند نقل نہیں ملتی ہے کہ آپ عراق تشریف لے گئے تھے سوائے نقل از نعیم اصفہانی کے تو کیسے ان اصحاب نے امام صادقؑ سے نقل کیا ہے کہیں دھوکہ تو نہیں جیسے آج کل بہت سے علماء خود کو امام خمینی کا شاگرد بتاتے ہیں۔اس سے ان کی مراد ان کے شاگرد کا شاگرد ہونا ہے۔

۱۔بعض یاران کو امین آثار نبوت مدار بقاء شریعت کہا گیا ہے۔

۲۔بعض اصحاب کے بارے میں آیا ہے ان سے منقول روایات مقبول ہیں فرقہ حقہ کا ان پر اتفاق ہے:

۱۔جمیل بن دراج۔ ۲۔عبداللہ بن مسکان۔ ۳۔عبداللہ بن بکیر۔

۴۔حماد بن عیسیٰ۔ ۵۔حماد بن عثمان۔ ۶۔ابان بن عثمان۔

دیکھتے ہیں کہ یہ چھ راویان کہاں تک بے داغ ہیں۔

۱۔جمیل بن دراج: [جامع الرواۃ ج اص]

ہم یہاں پر امام صادقؑ سے منسوب رجالات کا ذکر کریں گے جو سند لقب خواص امام صادقؑ سے سرفراز ہوئے ہیں یہ کہاں تک حق وحقیقت سے مطابقت رکھتا ہے کتاب جامع الرواۃ ج اص ۱۶۵ میں جمیل بن دراج ابی صبیح بن عبداللہ ابوعلی نخعی۔کہتے ہیں یہ اس فرقہ کا چہرہ اور ثقہ ہیں انہوں نے امام صادق امام کاظم سے احادیث نقل کیں ہیں۔آپ نے آخری امام رضا کے دور میں وفات پائی۔صاحب جامع الرواۃ لکھتے ہیں اہل فرقہ اس بات پر متفق ہیں جو کچھ ان ذوات سے نقل ہوا ہے وہ سب معتبر ہے۔

۲۔عبد اللہ بن مسکان: [جامع الرواۃ ج اص ۵۰۷] امام موسیٰ ابن کاظم سے نقل کرتے تھے ان سے زیادہ احادیث نقل نہیں ہیں کہتے ہیں امام صادق سے نقل کرتے ہیں لیکن یہ ثابت نہیں ہے۔اس کے باوجود امام صادق سے بہت سی احادیث نقل ہوئی ہیں بلکہ عبداللہ بن مسکان امام صادق کی خدمت میں آتا ہی نہیں تھا وہ امام صادق کے اصحاب سے نقل کرتا تھا۔کہتے ہیں صرف ایک حدیث امام صادق سے نقل ہوئی ہے اس وجہ سے امام صادق کی خدمت میں حاضر نہیں ہوتا تھا کہ ان کی تعظیم وتجلیل نہیں کرسکتا تھا اس کے باوجود لکھا ہے کہ امت نے ان سے منقول تمام احادیث کے صحیح ہونے پر اکتفاء کیا ہے۔

۳۔عبد اللہ بن بکیر۔ [جامع الرواۃ ج اص ۴۷۳] عبداللہ بن بکیر ابن اعین شیبانی۔امام صادقؑ سے نقل کرتے ہیں یہ فتحی المذہب ہے یعنی عبداللہ بن جعفر افطحی کی امامت کے قائل ہیں۔

۴۔حماد بن عیسیٰ: [جامع الرواۃ ج اص ۲۷۳] حماد بن عیسیٰ جہنی نے امام صادق امام کاظم امام رضا سے نقل کیا ہے امام جواد کے دور میں وفات پائی ہے امام رضا امام جواد سے کوئی حدیث نقل نہیں کی۔کہتے ہیں ہم نے امام صادق سے ۷۰ احادیث نقل کی ہیں سنا ہے لیکن مجھے شک ہے کہ درست سنا ہے یا نہیں یہاں تک ۲۰ا احادیث پر ہم نے اتفاق کیا ہے وہ ۲۰۸ یا ۲۰۹ میں وادی قناۃ میں ایک سیلاب میں مرگئے اس کو غریق جحفہ بھی کہتے ہیں ان کی عمر ۹۰ سے کچھ اوپر ہے امت کا اتفاق ہے کہ ان سے منقول احادیث صحیح ہیں۔

۵۔حماد بن عثمان: [جامع الرواۃ ج اص ۲۷۰] حماد بن عثمان بن عمرو ابن خالد فزاری۔کوفہ کے موالی تھے کہتے ہیں وہ اور ان کے بھائی عبداللہ دونوں ثقہ ہیں امام صادق سے نقل کرتے ہیں اور امام موسیٰ کاظم اور موسیٰ رضا سے نقل کرتے ہیں حماد نے ۱۹۰ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔

۶۔ابان بن عثمان: [جامع الرواۃ ج اص ۱۲] لکھتے ہیں ابان بن عثمان بجلی امام صادقؑ امام کاظم سے نقل کیا ہے لکھتے ہیں یہ فرقہ ناوسیہ سے تعلق رکھتے ہیں فخر محققین نے اپنے والد سے نقل کیا ہے میرے خیال میں ان کی روایت قبول نہیں ہے کیونکہ قرآن میں ہے کہ فاسق کی خبر قبول نہ کریں اس سے بھی زیادہ فسق کیا ہوگا جو وہ امام حق پر ایمان نہیں رکھتے ہیں۔

۷۔حماد ابن عثمان ناب: [جامع الرواۃ ج اص ۲۷۱] یہ کوفی تھے۔

جنہیں رجال صحاح مذہب شیعہ کہتے ہیں۔

لیکن ان اصحاب نے امام صادق سے نہیں لیا آپ کے اصحاب سے لیا ہے لیکن اصحاب اس لئے کہتے ہیں کہ آپ کو دیکھا

ہے لیکن روایات آپ کے توثیق شدہ تائید شدہ راویان سے ہی لی ہیں ان راویوں کی تعداد بعض نے چار ہزار بتائی ہے لیکن جن کتابوں میں اِن راویوں کا ذکر کیا ہے منتخب یا متفقہ علیہ بے داغ راویان کا ذکر کیا ہے جو امام جعفر صادق کی تعلیمات کے حامل امین اور خزینہ دار سمجھے جاتے ہیں ان کا ذکر علیحدہ سے کیا ہے اور ان کو دوسروں پر مقدم رکھا ہے۔

امام صادقؑ اور آپ کے اصحاب باصفا:

امام صادقؑ کو مصدر و مآخذ مذہب گردانتے کے بعد پہلا موضوع آپ کے اصحاب صدق صفا پر روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے اصحاب کسی نبی یا امام کے دین و مذہب کو فروغ اشاعت دینے میں اصحاب کا مقام و کردار عصر حاضر کی حکومتوں کے وزراء کی مانند ہے۔ جتنے بھی وزرا قابل و لائق امین و باصفا دکھائیں گے اتنا ان کے دین و مذہب پر اعتماد بڑھتا جائے گا اہل تشیع کے برجستہ علماء امثال علامہ سید محمد تقی، حکیم مرتضی عسکری، علامہ آصفی، علامہ جناتی وغیرہ کا واضح صریح بیان ہے کہ ہم سنت نبی کو اصحاب سے نہیں لیتے کیونکہ اصحاب میں بہت فاسقن فاجرین منافقین پائے جاتے ہیں لہٰذا ہم دین و مذہب کو اہل بیت سے لیتے ہیں۔ اہل بیت کو دین و شریعت پھیلانے کا موقع نہیں دیا گیا یہ موقعہ صرف امام جعفر صادقؑ کو ملا آپ نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دین و شریعت کو پھیلایا جب پیغمبرؐ کے اصحاب کو فاسق فاجر منافق بے دین جھوٹا قرار دے کر نبی کریم کی سنت سے روگردانی کی تو اس کے مقابلے میں امام صادقؑ کے اصحاب کا تعارف بھی کروانا ہوگا کہ ان میں سے کتنے امام کے اصحاب برجستہ قابل لائق دیندار اور صاف ستھرے ماضی کے حامل تھے۔ اس سلسلے میں علماء کتب شناسوں کی طرف رجوع کرنا ہوگا وہ حضرات اس بارے میں کن کن کتب کی طرف رجوع کرنے کو کہتے ہیں۔

۱۔ نبی کریم کی سنت و سیرت کو اللہ نے حجت گردانا ہے۔ آپ کی سنت و سیرت اصحاب کی طرف سے منقول ہو یا اہل بیت کی طرف سے لیکن ان ذوات کی سنت و سیرت کو حجت بنانے کی کوئی دلیل منطق قرآن و سنت میں نہیں ملتی۔ بلکہ اصحاب اور اہل بیت میں سے جو عادل ہوں گے وہ آپ کی سنت و سیرت کے راوی بنیں گے نہ کہ پیغمبر کی جگہ حجت بنیں گے۔

جس طرح بعض اصحاب حب مال دولت اولاد کی وجہ سے اقتدار کی وجہ سے گمراہ راستے پر گامزن ہوئے ہیں اسی طرح اہل بیت سے مراد عرف میں خاندان بنی ہاشم ہے جو ہمیشہ اقتدار کی رشہ کشی میں بنی امیہ بنی عباس سے دوڑ میں پیچھے نہیں رہے یہاں تک بعض برسرِ اقتدار آئے اور انہوں نے دعویٰ الوہیت تک کیا ہے۔ جیسے عبد اللہ بن معاویہ نسل جعفر طیار سے ہے۔

۲۔ جس طرح آپ نے کہا ہم سیرت پیغمبر کو اصحاب سے نہیں لیتے کیونکہ ان میں فاسقین منحرفین ہیں جو صلاحیت و اہلیت نقل سنت رسول نہیں رکھتے تھے لیکن جب اصحاب کا آپ انتہائی موقر تعظیم سے نام لیتے ہیں: جیسے سلمان فارسی ابوذر غفاری عمار یاسر عبد المسعود عباس ام سلمہ قیس بن سعد عثمان بن حنیف سہل بن سعد وغیرہ ہیں۔ ان میں سے کتنی روایات رکھتے ہیں۔ یہ لوگ تو فاسق نہیں ہوئے تھے۔

۳۔ آپ نے کہا ہم فقہ اہل بیت سے لیتے ہیں لیکن آپ کے پاس فقہ میں امیر المومنین حضرات حسنین حضرت علی ابن حسین جن کا دورانیہ پچاس سال بنتا ہے ان میں سے کسی سے فقہ نہیں لیا۔ اس کی کیا توجیہ ہو سکتی ہے اس وجہ سے یہ نظریہ مشکوک اور مخدوش قرار پاتا ہے۔ ان چار اماموں سے احکام شرعیہ کیوں نقل نہیں کیے ہیں۔

یہ بات تسلیم کرنے کے بعد امام جعفر صادق سے لینا بھی صحیح نہیں کیونکہ ان کے بہت سے اصحاب فرقہ ضالہ کے بانیوں میں سے تھے۔

۴۔یہ کہنا کہ امام محمد باقر و جعفر صادقؑ کو بنی امیہ اور بنی عباس کی رسہ کشی میں فرصت ملی یہ نکتہ بہت مخدوش ہے کیونکہ انقلاب کے ادوار میں ارباب اقتدار حزب مخالف دونوں علاقے میں ہونے والی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھتے ہیں مبادا کہیں یہ سرگرمیاں ان کے مزاحم نہ ہوں جائیں۔امام صادقؑ جس طرح بنی امیہ کے مخالف تھے اسی طرح انقلابیوں کے بھی خلاف تھے چنانچہ آپ نے ابوسلمیٰ ابومسلم کی پیش کش کو مسترد فرمایا۔اس وقت انقلاب سے متعلق سرگرمیاں مدینہ اور کوفہ میں انجام پاتیں لہٰذا یہ کہنا امام جعفر صادق کو کھلی چھٹی ملی یہ بات درست نہیں ہے۔

۵۔آپ کے دور میں تین اہم تحریکیں سرگرم عمل تھیں:

۱)۔بنی امیہ جو اپنے اقتدار کے بچاؤ کی خاطر تن و من سے جنگ لڑ رہے تھے چنانچہ مدینہ منورہ جہاں امام کا قیام تھا وہاں ان کی گرفت تھی وہاں نئی تحریک چلانے والوں کیلئے کوئی جگہ نہیں تھی۔

۲)۔دوسرے علویین تھے جو غیض و غضب سے لبریز سینوں کے ساتھ ارباب اقتدار سے لقمہ اقتدار چھیننے پر تلے ہوئے تھے ہر شخص جو حمایت حاکم یا غیر جانب دار میں تھا وہ ان کی نظروں میں مبغوض تھا۔چنانچہ وہ امام زین العابدین امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کو تلوار نہ اٹھانے کی وجہ سے امام کہنے کا مستحق نہیں سمجھتے تھے۔

۳)۔عباسی جن کا علویین کے درمیان اس بات پر اتفاق تھا کہ اقتدار کو بنی امیہ سے چھینیں گے اس وقت امام صادق نے اپنے آپ کو اقتدار سے دور رکھ کر خود کو سب کے طعن و نشانوں سے بچایا۔یہاں تک مشہور ہے کہ امام صادق نے کسی بھی وقت اقتدار کا خواب نہیں دیکھا امام جعفر صادق اقتدار کے طالب نہیں تھے کیونکہ جو مقتدر تھے وہ غلط راستے پر گامزن تھے اگر حق پر ہوتے تو یقیناً امام صادق ان کی حمایت کرتے چنانچہ آپ نے عبداللہ محض سے یہی فرمایا اگر آپ حق کیلئے قیام کریں تو ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔

فرقہ جعفری کا دعویٰ ہے وہ فروغ احادیث تدوین احادیث نشر احادیث میں امام صادق کے پیرکار ہیں یہ دعویٰ کہاں تک درست ہے۔مورخین کی نظر میں یہ توجیہ چنداں حقیقت سے مطابقت نہیں رکھتی:

یہ کہنا کہ امام صادق کو بہت مواقع ملے یہ بھی دو وجوہات کی بنا پر درست نہیں ہے:

۱۔امام صادق کو کسی قسم کی فرصت نہیں ملی تھی بلکہ آپ ہمیشہ تین گروہوں کی نظروں میں رہتے تھے انھیں یہ فرصت کیسے ملی کہ ایک بڑے اجتماع کو اپنی طرف کھینچیں۔جو گروہ سو دو سو کے لشکر سے خوفزدہ رہتے تو ہزاروں افراد کے جمع ہونے پر کیسے مطمئن ہوں گے۔عصر حاضر میں بھی معمولی سے اجتماع میں حکومت کے کتنے مخبر ہوتے ہیں۔

۲۔جنہوں نے امام جعفر صادق کے شاگرد ہونے کا افتخار کیا ہے وہ سب کوفہ میں رہتے تھے جبکہ امام مدینہ میں ہوتے تھے لہٰذا امام کوفہ تشریف نہیں لائے لہٰذا یہ کہنا کہ اتنے لوگوں نے امام صادقؑ سے سننے کا دعویٰ کیا ہے یہ حقیقت سے مطابقت نہیں رکھتا بلکہ یہ دعویٰ تحقیق طلب ہے۔

۳۔کہتے ہیں امام جعفر صادق نے کبھی مدینہ اور کبھی کوفہ میں دروس دئے حالانکہ امام صادق کے کوفہ میں آنے کا ذکر صاحب حلیۃ اولیاء کی کسی مصدقہ تاریخ میں نہیں ملتا۔تاریخ بغداد جس میں بغداد سے آنے والے عادی افراد کا ذکر آیا ہے

امام صادقؑ کا ذکر نہیں آیا ہے۔

۴۔ کہتے ہیں امام جعفر صادقؑ کو ۴ ہزار شاگرد ملے ہیں۔ ۴ ہزار کا اگر آدھا کریں تو یہ دو ہزار بنتے ہیں کم از کم ان کا ذکر و نام کتب میں آنا چاہیے تھا لیکن جن کتابوں میں ان کے اصحاب راویوں کا ذکر آیا ہے وہ گنتی کے چند افراد ہیں جو ۲۰۱ سے تجاوز نہیں کرتے۔

۵۔ ان اصحاب میں سے جن کو آپ کے برجستہ معتمد اصحاب کہا گیا ہے تاریخ میں ان کے چہرے مشکوک مخدوش ہیں۔

۶۔ جو فقہ امام صادق سے منسوب ہے اس فقہ کا بڑا حصہ نص قرآن کے خلاف ہے لہٰذا یقین سے کہہ سکتے ہیں یہ فقہ امام صادقؑ سے منسوب کی گئی ہے اور امام صادقؑ ان سے بری ہیں۔

اس تناظر کو سامنے رکھتے ہوئے دیکھتے ہیں کیا موجودہ دور میں امام صادق کی ہدایات کو سامنے رکھ کر چلتے ہیں یا یہ لوگ اپنے اقتدار کیلئے یا کسی اور ظالم کی پشت پناہی پر تلے ہوئے ہیں یہ واضح ہونے کے بعد معلوم ہوگا یہ کس جعفر کے ماننے والے ہیں؟ مثلاً ہماری کتب اربعہ کے مصادر میں صاحب فرہنگ فرق اسلامی جواد مشکور ص ۲۷۸ پر لکھتے ہیں شیعہ امام باقرؑ و امام صادقؑ کی حیات میں میدان سیاست میں سرگرم تھے لیکن امام باقرؑ و صادقؑ کے بعد میدان مذہبی میں داخل ہوئے راویان وعلمائے اعلام نے ان اماموں سے کسب فیض کر کے چار سو رسالہ لکھے ہیں جو بعد میں اصول اربعہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان دو اماموں سے لے کر غیبت صغراء سنہ ۳۰۰ھ تک عوام ان چار سو رسالہ پر عمل کرتے تھے شیخ مفید نے لکھا ہے امامیہ نے حضرت علیؑ سے لے کر امام حسن عسکریؑ تک چار سو رسالہ ترتیب دیئے۔

یہ کتب جنہیں اصول مذہب جعفری کہا گیا ہے یہ کن بزرگوں کی تصانیف و تالیف ہیں کس کس نے ان پر مہر صحت یا توثیق ثبت کی ہے کسی نے ان کا ذکر نہیں کیا گویا یہ چار کے چار سو گمنام مجہول الحال مؤلفین کے آثار ہیں چنانچہ آیت اللہ خوئی اپنی کتاب رجال الحدیث کی ابتداء میں لکھتے ہیں ہم نے ان چار سو رسالوں کو نہیں دیکھا۔ کیا راویان امام صادق عین مثل راویان پیغمبرؐ ہیں اور انکے درجات و مراتب یکساں برابر ہیں؟ یا یہ پہلے درجے کے یاران دوسرے کے درجے یاران اور تیسرے درجے کے یاران ہیں۔

یہاں تک سنہ ۳۰۰ کے بعد شیخ کلینی نے ان چار سو رسالوں سے اصول کافی ترتیب دی ہے تو ہمارے لیے ان سے منقول روایات حجت نہیں۔ جب تک ہم ان روایات کے راویوں کو اصول راوی شناس کیلئے وضع کردہ قانون جرح و تعدیل سے نہ گزاریں پہلے مرحلے میں ہم ان اصول اربعہ کے مندرجات احادیث کا جائزہ لیتے ہیں کلینی کی کتاب الکافی کی روایات کی کل تعداد ۱۶۰۰۰ ہے اس میں سے صحیح احادیث ۵۰۷۲ حسنہ ۱۴۴ موثقہ ۱۱۱۲۸ قوی ۳۰۲ ضعیف ۹۴۸۵ جبکہ من لایحضر الفقیہ میں کل ۱۴۴۹۶ احادیث ہیں آدھی احادیث مرسل ہیں۔ اسے رجعت قہقرائی رجعت بہ جہالت ہی کہہ سکتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج اسلام کے نام پر مخلوق پسماندگی خرافات پرستی رجعت گرائی آقائی پرستی میں محو ہے۔

۱۔ صاحب جامع رواۃ نے ان راویوں میں سے بعض کے بارے میں لکھا ہے یہ چھ روایات اساس و بنیاد مذہب شیعہ ہیں اگر یہ حضرات نہ ہوتے تو آثار نبوت مٹ جاتے۔

۲۔ الامام والمذاہب اربعہ نے رجال صحاح امام صادقؑ کا نام لیا ہے۔

۳۔ امام صادقؑ کی تالیف کیابی نے ان ذوات کا نام لیا ہے۔

انہی تین کتابوں کو بنیاد بنا کر ہم ان راویان کے بارے میں دیکھیں گے وہ کس قدر بے داغ ماضی کے حامل اور متفق علیہ نا قابل نقض ،نقد وتنقید اصحاب تھے علمائے رجال ان کے بارے میں کہاں تک اتفاق کرتے ہیں اور ان کے بارے میں کیا فرماتے ہیں اس پر ایک نظر ڈالیں گے کیا اصحاب و امام صادق کے ذریعے ہم امام صادقؓ کے مذہب پر کہاں تک بھروسہ کرسکتے ہیں اور یہ بھی دیکھیں گے یہ جو مذہب امام صادق کے نام سے چلایا ہے یہ خود امام صادقؓ ہی کا فکرونظر تھا یا یہ آج کل کے ذرائع ابلاغ کی طرح ہے جیسا کہ اس وقت کے غالیوں نے اپنا غلو پھیلانے کیلئے اہل بیت کی دوستی کی چادر پہنی ہوئی ہے۔

گرچہ ہمیں سنت رسول کو انہی مجامع میں ہی تلاش کرنا ہے جس طرح سونے کو ریگستان کی ریت میں تلاش کرتے ہیں یا بہت جان بخش دواؤں کو کواڑے سے نکالتے ہیں اس کے بغیر چارہ نہیں ورنہ ہماری کتابوں کے مصادر و منابع اور ان کے راویان ناقل کی شرح ناگفتہ بہ ہے ان میں کتنی روایت صحیح اور حسن ہے اور کتنی ضعیف ہیں خوردبین سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اسی لئے علمائے روایت شناسوں نے اس کتاب میں درج باتوں کی اس طرح تقسیم بندی کی ہے۔

جب ہم کل رواۃ کی تعداد جمع کرنے کے بعد ان میں گمنام مجہول راویوں کا نام نکالتے ہیں اور دیکھتے ہیں وہ کل رجال کا کتنے فیصد بنتے ہیں اور اسی طرح معتبر وموثق صحیح راوی کتنے ہیں اور وہ کتنے فیصد بنتے ہیں یہاں سے پتہ چلے گا کہ فقہ جعفری کا کیا وزن ہے۔

کسی راوی کا نبی کریم یا کسی امام یا امام صادقؓ کا صحابی ہونا کافی نہیں چنانچہ علماء روایات ابوھریرہ عائشہ عبداللہ بن عمر ابی سعید خدری کو یہ کہہ کر مسترد کرتے آئے ہیں کہ انہوں نے کب اور کیسے حفظ کیا اور ان اصحاب کو مکثر روایات کا لقب دیا ہے لہٰذا احادیث کے سودا باز جذبات مومنین سے کھلنے کیلئے کہتے ہیں امام صادقؓ کی روایت کو مسترد کرتے ہیں اہل بیتؑ کی روایات کو مسترد کرتے ہیں۔

کسی ہستی کا اپنی جگہ معتبر ثقہ ہونا کافی نہیں بلکہ ان سے روایات نقل کرنے والوں کا بھی دیکھنا ضروری ہے چنانچہ جابر بن عبداللہ انصاری سے اتنی روایات منسوب ہیں جس قدر حضرت عائشہ ابوھریرہ سے نقل کی گئی ہیں لہٰذا ہمیں راویوں میں اس پہلو کو بھی دیکھنا ہے۔

۲۔ امام صادق کے اکثر و بیشتر اصحاب کے بارے میں آیا ہے کہ یہ مولا فلاں ہے یعنی یہ شخص فلاں عربی نژاد کی کفالت میں تھا جس طرح آج کل عرب ممالک غیر ملکی ملازمت کرنے والوں کیلئے کہتے ہیں یہ فلاں کی کفالت میں ہے۔ نبی کریم کے بعد مفتوحہ علاقوں سے لانے والے اسراء مدت اسارت ختم ہونے کے بعد اپنی حفاظت اور ضروریات کی خاطر کسی عربی نژاد خاندان کی کفالت میں جاتے تھے بطور مثال زرارہ کے باپ کے بارے میں آیا ہے زرارہ کے باپ اعین روم سے لائے گئے امیر اسیر تھے یہ وہ بنی شیبان کے موالی تھے ان کے بہت سے موالی تھے لہٰذا ضروری ہے کہ صفحات تاریخ میں ہم بنی شیبان کو دیکھیں ساتھ ہی ان کے موالی کو دیکھیں وہ کس حد تک اسلام سے واقف و آشنا تھے۔ وہ لوگ صدق دل سے امام سے وابستہ ہو گئے تھے یا منافقت اور جاسوسی کرتے تھے۔ جیسے ابولولو غلام مغیرہ شعبہ نے خلیفہ دوم کو قتل کیا تھا بہر حال مراحل و مراتب آزمائش سے گزارنے کی ضرورت ہے۔ اب آتے ہیں جن راویوں نے صاحب کتاب امام اور مذہب اربعہ نے رجال صحیح شیعہ کے نام سے نقل کیا ہے یہ لوگ کہاں تک قابل قبول ہیں۔

امام صادقؑ یا آپ کی رواۃ با صطلاح رجال صحاح شیعہ کے بارے میں گفتگو کے مکمل ہونے کے بعد ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکے ہیں کہ شیعہ یعنی حامی اقتدار اہل بیت اپنی جگہ ایک تاریخی حقیقت ہیں لیکن شیعہ یعنی اسلام سے ہٹ کر یا قرآن وسنت سے بے نیاز ہو کر اپنی جگہ ایک مستقل فرقہ بنے ان کے مصادر شریعت صرف قول معصوم ہے یہ ساختہ باطنیہ ہے جبکہ دین اسلام ایک ہے اس کے مصادر نقلی صرف اور صرف قرآن وسنت قطعیہ رسول اللہ ہے۔

اصول کافی میں آئمہ طاہرین کے فضائل ومناقب کے بارے میں وارد روایات کے راویان جامع روات کے مطابق تمام کے تمام ضعیف غالی مجہول الحال ہیں جنکے نام یہ ہیں:

۱۔سھل بن زیاد۔ ۲۔محمد ابن عیسیٰ۔ ۳۔یونس بن یعقوب۔ ۴۔ابن مسکان۔
۵۔أبو بصیر۔ ۶۔محمد بن خالد۔ ۷۔حسن بن سعید۔ ۸۔نضر بن سوید۔
۹۔یحیٰ بن عمران بن علي الحلبي۔ ۱۰۔أیوب بن الحر۔ ۱۱۔عمران بن علي الحلبي۔ ۱۲۔عبداللہ بن المغیرۃ۔
۱۳۔عبدالرحیم بن روح القیصر۔ ۱۴۔معلیٰ بن محمد۔ ۱۵۔أحمد بن محمد۔ ۱۶۔حسن بن محمد الھاشمي۔
۱۷۔أحمد بن عیسیٰ ۱۸۔ابن أبي عمیر۔ ۱۹۔عمر ابن أذینۃ۔ ۲۰۔زرارۃ۔
۲۱۔فیصل بن یسار۔ ۲۲۔بکر بن أعین ۲۳۔محمد بن سلیم۔ ۲۴۔برید بن معاویۃ العجلي۔
۲۵۔أبو الجارود زیاد بن منذر۔ ۲۶۔محمد بن الحسین۔ ۲۷۔محمد ابن اسماعیل بن بزیع۔ ۲۸۔منصور بن یونس۔
۲۹۔محمد بن جمہور۔ ۳۰۔صفوان بن یحیٰ۔ ۳۱۔صباح الأزرق۔ ۳۲۔منصور بن یونس۔
۳۳۔زید ابن الجھم الھلالي۔ ۳۴۔محمد بن سنان۔ ۳۵۔اسماعیل بن جابر۔ ۳۶۔عبدالکریم بن عمر۔
۳۷۔عبدالحمید بن أبي الدیلم۔ ۳۸۔محمد بن عیسیٰ۔ ۳۹۔ابراہیم بن عمر الیماني۔ ۴۰۔أبان بن عثمان۔
۴۱۔عبدالصمد بن بشیر۔ ۴۲۔علي بن الحکم۔ ۴۳۔سیف بن عمیرۃ۔ ۴۴۔أبو بکر الحضرمي۔
۴۵۔عمرو بن شھر۔ ۴۶۔بکر بن صالح۔ ۴۷۔محمد بن سنان الدیلمي۔ ۴۸۔ھارون بن الجھم۔
۴۹۔مفضل بن عمر۔ ۵۰۔جنان بن مسدي۔ ۵۱۔فلیح بن أبي بکر الشیباني۔ ۵۲۔محمد بن الجبار۔
۵۳۔أبو القاسم الکوفي۔ ۵۴۔محمد بن سھل۔ ۵۵۔ابراہیم بن أبي البلاد۔ ۵۶۔عمران بن موسیٰ۔
۵۷۔اسماعیل بن محمد بن عبداللہ بن علي بن الحسین۔ ۵۸۔محمد بن عبداللہ۔ ۵۹۔عیسیٰ بن عبداللہ۔
۶۰۔فضالۃ بن أیوب۔ ۶۱۔حسین بن أبي العلاء۔ ۶۲۔الوشاء ۶۳۔أبو الصباح الکناني۔
۶۴۔ھشام بن سالم۔ ۶۵۔فضل بن عثمان۔ ۶۶۔طاھر۔ ۶۷۔جابر بن یزید الجعفي۔
۶۸۔یونس بن عبدالرحمٰن ۶۹۔عبدالأعلیٰ۔ ۷۰۔عبداللہ القلا۔ ۷۱۔فیض بن المختار۔
۷۲۔أبو أیوب الخزار۔ ۷۳۔بیت۔ ۷۴۔معاذ بن کثیر۔ ۷۵۔أبو العلي الأرجاني القامي۔
۷۶۔عبدالرحمٰن بن الحجاج۔ ۷۷۔موسیٰ بن الصیقل۔ ۷۸۔اسحاق بن جعفر۔ ۷۹۔علي بن عمر بن علي۔
۸۰۔ابن أبي نجران۔ ۸۱۔صفوان الجمال۔ ۸۲۔منصور بن حازم۔ ۸۳۔أحمد بن الحسین المیتمي۔
۸۴۔جعفر بن بشیر۔ ۸۵۔یعقوب السراج۔ ۸۶۔سلیمان بن خالد۔ ۸۷۔داود بن الزربي۔
۸۸۔داود بن کثیر المرقي۔ ۸۹۔أبو أیوب النحوي۔ ۹۰۔ابن المحبوب۔ ۹۱۔حسین بن نعیم الصحاف۔

۹۲۔ھشام بن الحکم۔ ۹۳۔علي بن یقطین۔ ۹۴۔معاویۃ بن حکیم۔ ۹۵۔نعیم الکابوسي۔
۹۶۔محمد بن اسحاق بن عمار۔ ۹۷۔اسماعیل بن عباد القصري۔ ۹۸۔زیاد بن مروان القندي۔ ۹۹۔محمد بن الفضیل۔
۱۰۰۔المخزومي۔ ۱۰۱۔حسین بن المختار۔ ۱۰۲۔نصر بن قابوس۔ ۱۰۳۔داود بن سلیمان۔ ۱۰۴۔یزید بن السلیط۔

امامت قرآنی یا امامت قداحی:

دنیا میں دو قسم کی قیادت رائج رہی ہے جیسا کہ تعبیر قرآن کریم کی آیت کریمہ میں ﴿ یَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُوْلَئِكَ يَقْرَؤُونَ كِتَابَهُمْ وَلاَ يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴾ (اسراء ۷۱) لوگوں کو سعادت اور جنت کی طرف دعوت دے رہی ہے جیسا کہ ﴿ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ ﴾ (انبیاء ۷۳) ﴿ وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ﴾ (قصص ۵) ﴿ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ﴾ (سجدہ ۲۴) جبکہ دوسری شقاوت وبدبختی کی طرف اور جہنم کی طرف دعوت دیتی ہے۔جیسا کہ ﴿ إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ﴾ (قصص ۴) لہٰذا انسان عاقل ہوشمند کو چاہیے کہ وہ اپنی جگہ سوچے کہ وہ کس امام کے لشکر کا ماموم ہے کس کی قیادت میں چل رہا ہے۔ہمیں اس وقت دو قسم کی قیادت میسر ہے ایک قیادت قرآنی جہاں کتاب اللہ قرآن کریم ہے یا انبیاء عظام ہیں یا تو ان انبیاء کا جانشین ہے یعنی نبی اور اس کی صفات' صفات نبی ہیں جس طرح نبی بشر ہے امام بھی بشر ہے نبی علم غیب غیر محدود نہیں رکھتا امام بھی علم غیر محدود نہیں رکھتا جس طرح نبی قدرت غیر محدود نہیں رکھتا امام بھی قدرت غیر محدود نہیں رکھتا۔لیکن نبی پر وحی ہوتی ہے نبی بیان شریعت میں وحی کے ذریعے معصوم ہے جبکہ امام مفسر وشارح قرآن ہے ناقل سنت نبی ہے۔

ا۔قرآن کریم رہتی دنیا تک نا قابل تبدیل وتنسیخ اور نا قابل تحریف کتاب ہے جس میں خشک وتر کا حکم واضح وروشن بیان ہوا ہے۔

ہمارے سامنے اس وقت نظام امامت کی چار تصور موجود ہیں دیکھیں آپ کا نام کس خانے میں آتا ہے:

ا۔امامت قداحی جن کے ہاں زمین امام سے خالی نہیں رہ سکتی چاہے آپ کیلئے ان تک رسائی ممکن ہو یا ناممکن۔یا آپ کا ہم وخیال بھی ان تک رسائی نہیں کر سکے۔لیکن کہتے ہیں ان کی معرفت ہی کل دین ہے ان کی معرفت کے بغیر مرنے والا شرک پر مرے گا۔ان کی امامت کا تسلسل اب بھی آغا خانیوں کی صورت میں موجود ہے۔خطابیوں اور قداحیوں کا امام قرآنی سے بلکل مختلف بلکہ متنازع ومتناقص ہے۔

ا۔امام قداحی صورت میں بشر ہے لیکن حقیقت میں اللہ ہے کہ اللہ نے اس میں حلول کیا ہے۔وہ جامع صفات وکمالات وجمالات الوہیت کا حامل ہے اسے بشر نہ کہیں وہ صورت میں بشر ہے لیکن حقیقت میں بشر نہیں اللہ ہے۔

۱)۔وہ لوگوں کے سر واخفاء سے واقف ہے اس سے کوئی چیز مخفی وپوشیدہ نہیں چاہے آسمانوں میں ہو یا زمین کی تہہ میں ہو وہ سب سے باخبر ہے حاضر یا مستقبل سے متعلق اس سے کوئی چیز چھپانے کی سعی نہ کریں۔

۲۔ان کے ماٌمومین اس کی تمام ملکیت کے مالک ہیں اس کے بعد وہ جو فیصلہ کریں اور جہاں صرف کرنا چاہیں صرف

کر سکتے ہیں یہ اس کا احسان ہے کہ اس نے اپنی ملکیت میں ماموین کو حق تصرف دیا ہے۔

۱)۔امام قدا حی کیلئے ضروری ہے کہ لوگ اپنی ملکیت کا پانچواں حصہ اور نذرو نیاز اور اس کے علاوہ صدقات ان کی صحت و سلامتی کیلئے انہیں بھیجیں۔

۳۔امام جو اس وقت بدنصیب مسلمانوں کو نصیب ہے جو ہر ایک دو سال میں بدل جاتا ہے یہاں امامت دھاندلیوں رشوت ستانی کفر و استعمار سے وفاداری نوکری چاکری وفاداری کے صلے میں ملتی ہے۔یا مفاد علم برائے شکم حاصل کرنے والے ہر گلی کوچہ میں ہر زمان والے کو مل رہی ہے۔

۱)۔دنیا کے استعمار اور استثمار کرنے والے بدترین طریقے سے مسلمانوں کی امامت کو غلط افراد کے سپرد کرتے ہیں۔

۴۔امامت اہل قرآن وسنت ہے سورہ فرقان کی آیت ۷۴ کے تحت ہر فرد مسلمان اپنے اپنے انفرادی اور اجتماعی طور پر عند اللہ مسئول اور موظف ہے کہ امت اسلامیہ کو قرآن وسنت نبی کریم کے سانچے میں امام پیش کریں۔اس امام کیلئے دولت عزیز اقارب اقتدار کوئی مسئلہ نہیں یہ خود کو اسلام و مسلمین کیلئے قربان فدا کرنے کیلئے تیار رہیں ہمارے اہل بیت نبی ایسے ہی تھے چنانچہ حضرت علی نے اسلام و مسلمین کے مفاد کی خاطر خلافت سے دست برداری چشم پوشی کا مظاہرہ کیا اسی پر آپ کے فرزند جلیل حسن مجتبیٰ چلے اسی پر امام حسینؑ چلے ان کے اہل بیت نے دیکھا کہ جب فدا کاریاں بھی نتیجہ خیز سودمند ثابت نہیں رہیں تو انہوں نے فتنہ فساد میں حصہ بردار بننے سے گریز کیا۔

دیگر آئمہؑ اپنی اہلیت وصلاحیت کی بنیاد پر منصب امامت وخلافت کیلئے لائق وسزاوار ہیں۔

ہم دین کو اللہ کی کتاب قرآن اور حضرت محمدؐ کی سنت وسیرت سے لیتے ہیں ہم اہل بیت کو تابع قرآن و محمدؐ سمجھتے ہیں۔

قرآن وسنت کے تناظر میں امت مسلمہ میں کس کو مقام ومنزلت حاصل ہے کون مقدم ہے کون موخر ہے جانچتے ہیں۔

ہماری منطق یہ تھی کہ یہ ذوات امت کیلئے جانی پہچانی محبوب اور پسندیدہ ہستیاں ہونے کے علاوہ صاحبانِ علوم ومعارف قرآن وسنت ہیں۔دین وشریعت اور حق کے متلاشی اسی سرچشمے سے ہی سیراب ہو سکتے ہیں۔یہ ذوات دو صفات کی مظہر جلی ہیں۔ایک تو یہ درخشاں اور تابناک چہرے کی حامل ہیں اور امت میں سوائے اقتدار طلبوں کے دیگر تمام لوگوں کیلئے پسندیدہ ہیں جبکہ ان کی دوسری صفت ان ہستیوں کے علوم ومعارف کا سرچشمہ اسلام کا سرچشمہ ہے۔ہمیں یہ اعزاز وافتخار حاصل ہے کہ ہماری وابستگی انہی ذوات سے ہے۔

۱۔نقبہ کی امامت ہے یعنی جن ذوات کو انبیاء نے اپنی طرف سے امت پر نگراں معین کیا ہے امت کو حکم دیا کہ ان کی قیادت ورہبری میں چلیں جیسے نبی کریم جب آپ مکہ میں تھے تو مدینہ میں آپ نے اپنا نمائندہ معین کیا اور اہل مدینہ کو حکم دیا کہ ان کی قیادت ورہبری میں رہیں اس طرح جب آپ مدینہ میں رہتے ہوئے مفتوحہ علاقوں میں اپنا نمائندہ منتخب فرماتے تھے۔

۲۔اصحاب واہل بیت کی امامت جنھیں آپ نے خود معین نہیں کیا لیکن دین وشریعت کے نفاذ واجراء کیلئے اس عہدہ کے انتخاب کو امت پر چھوڑا ہے کہ وہ از خود کسی فرد کو جو اس مقام منصب کیلئے صلاحیت واہلیت رکھتا ہو منتخب کریں جنھیں قرآن کریم نے اولی الامر کہا ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں بیان ہوا ہے۔اولی الامر یعنی اسلام کا نفاذ کرنے والی ہستیاں ہیں جو اختلاف کی صورت میں حق وحقیقت کا استنباط قرآن کریم اور سنت نبی کریم سے کرتے ہیں جیسا کہ ﴿ سورہ نساء آیت

نمبر ۵۹ ''فان تنازعتم فی شی ئفردوہ الی اللہ والرسول'' ﴾﴿ قال امیر المومنین: ''فردہ الی اللہ ان نحکم بکتابہ و ردہ الی الرسول ان ناخذبسنتہ'' اپنے اختلافات کواللہ اور رسول کی طرف موڑ دو اور اللہ کی طرف موڑنے کا مطلب اس کی کتاب سے فیصلہ کرانا ہی ہے اور رسولؐ کی طرف موڑنے کا مقصد بھی سنت کا اتباع کرنا ہے۔نہج البلاغہ خ۔۱۲۵﴾

۳۔علماء اور فقہا جو قرآن وسنت سے استنباط کر کے اس کی روشنی میں امت کو چلاتے ہیں۔

جبکہ ایک امامت قدا حی ہے ان کا امام بشر نہیں اسے یہ نور کہتے ہیں اور وہ پیدا نہیں ہوتا بلکہ ظہور و تجلی کرتا ہے کبھی اسے مظہر اللہ کہتے ہیں۔ان کا کہنا ہے امامت ایک منصب الٰہی ہے جس طرح نبوت ہے۔جس طرح اللہ اپنے بندوں میں سے کسی کو نبوت و رسالت کیلئے انتخاب کرتا ہے اور اسے معجزات سے نوازتا ہے۔اسی طرح امامت کیلئے بھی کسی فرد کو انتخاب کرتے ہیں اور نبی کو حکم دیتے ہیں کہ اس کی امامت کا اعلان کریں جس طرح اللہ نے اپنی مخلوقات میں سے انبیاء کا انتخاب کیا تھا اس طرح ائمہ کا بھی انتخاب کیا ہے تا کہ وہ خلائق کو تعلیم دیں اور ان پر کوئی عذر نہ چھوڑیں۔

انبیاء پر کتب نازل ہوئیں اور ان پر وحی ہوتی ہے وہ کوئی قول وفعل انجام نہیں دیتے جب تک اللہ کی طرف سے وحی نہ ہو اس طرح امامت بھی ایک منصب ہے امام درحقیقت نفس نبی ہے تغیر اسم میں ہوا ہے ہمارے پاس نبوت اور امامت میں کوئی فرق نہیں سوائے خاتم انبیاء کے اور وہ بھی مظاہرہ لفظی کی حد تک ہے ورنہ یہ اپنے عقائد اور اظہار عقیدت میں حضرت محمد کو محتاج علی گردانتے ہیں ان کا عقیدہ ہے۔جس طرح انبیاء ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں اسی طرح ان کے وصی بھی ایک لاکھ چوبیس ہزار بلکہ ان سے کہیں گنا زیادہ ہیں۔

اسماعیلیوں نے کہا ہے اللہ ان میں حلول کرتا ہے اور روح ایک امام کے جسم سے نکلنے کے بعد دوسرے امام میں داخل ہوتی ہے جیسا کہ اہل تناسخ کہتے ہیں۔جب امام محل حلول اللہ ہے تو وہ متصف بہ صفات اللہ ہو جاتا ہے اللہ چونکہ علم وقدرت میں لامحدود ہے لہٰذا امام بھی علم وقدرت میں لامحدودیت کا حامل ہے۔یہی بات باالفاظ دیگرا ثناعشری کہتے ہیں وہ کہتے ہیں امام مظہر اللہ ہے یعنی علم وقدرت اور دیگر صفات کا مظہر ہے چنانچہ امامت کی تعریف میں ان کے علمائے برجستہ بزرگ علماء کے کلمات اقوال پہلے بیان کر چکے ہیں۔

امامت نص سے یا صلاحیت واہلیت اور علم وایمان سے مبنی ہے:

امامت انسانی معاشرے کے تمام شعبے علمی دفاعی عبادات صنعت تک کیلئے ناگزیر ہے لہٰذا اس کو منصوص کے ذریعے چند افراد تک محدود ومحصور نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ایسا کرنے سے یہ سودمند نہیں ہوگی لہٰذا قرآن کریم اور سنت نبی کریم میں یہ حق ہر اس عبد (بندہ) کو دیا گیا ہے کہ وہ اس منصب کیلئے سعی وکوشش کرے تا کہ امت میں ایسے افراد کی قلت اور بحران پیدا نہ ہونے پائے مثلاً میدان علم میں اس کے تمام شعبوں میں صدق وصداقت کوئی کا مظاہرہ صدق وتقویٰ عمل صالح تعلیم وتعلم جہاد ودفاع قضاوت امامت جمعہ وجماعت سے لے کر قضاوت ہر زمانے ہر جگہ ہر سمت وگروہ کیلئے ضروری ہے لہٰذا سورہ مبارکہ فرقان کی آیت ۷۴ میں ہر مسلمان کو درگاہ الٰہی سے اپنے عمل کے علاوہ یہ دعا کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔﴿ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴾

منتخب الناس:

امام وہ ہے جسے لوگوں نے اپنے دین وشریعت کی راہنمائی اور اپنے دین و دُنیا کے اُمور کو چلانے کیلئے از خود منتخب کیا ہو۔یہاں منتخب کرنے والا بھی دین و دیانت پر ہے اور وہ اپنے امام کو بھی دین و آئین کی روشنی میں دین و ملت اسلام و شریعت کے مفاد کی راہ میں منتخب کرتے ہیں دوسرا خود منتخب ہونے والا بھی، علم وجسم ،تقوی ،عدالت وشجاعت جیسی استعدادِ اہلیت وصلاحیت کا حامل ہے اور لوگوں کی رضا ورغبت اور خواہش کو مدنظر رکھ کر اس منصب کو قبول کرتے ہیں ۔اس صنف کے امام کی شناخت وخصوصیت درج ذیل ہیں۔

۱) اپنے آپ کو بطور کامل اس منصب کیلئے لائق وصالح پا تا ہو۔

۲) اِس منصب کے فرائض وذمہ داری سے عہدہ برا ہونے کی استعداد پر یقین رکھتا ہو۔

۳) لوگ خود اُسے امامت کی پیش کش کریں ۔

ایسا امام مملکت کے لوگوں کے دُکھ درد مصیبت ومحرومیت میں خود کو شریک سمجھتا ہے اور لوگ بھی اُس سے اُمیدیں وابستہ رکھے ہوتے ہیں موقع ومحل پر اُسکے حضور اپنی شکایت بھی کرتے ہیں ۔خود امام بھی دعوت دیتا ہے اگر تمہیں کوئی شکایت ہو تو اسے پیش کرو ۔

ایسے امام کو مسترد کرنے سے بگاڑ پیدا ہوتا ہے ۔ایسا رہبر خواہش کرتا ہے کاش لوگ مجھے پہچانتے تو میں اُنکی خدمت کرتا۔

اس سلسلے کی امامت کا مصداقِ جلی حضرت علیؑ ابن ابیطالب اور امام حسنؑ وامام حسینؑ ہیں۔

اُنہوں نے خود کو لوگوں کے سامنے پیش کیا اور لوگوں نے بھی اُنکا استقبال کیا لیکن بعد میں کماحقہ اس فریضہ پر عمل نہیں کیا اس پر ان صالح آئمہ نے لوگوں کی شکایت کی ہے۔

انتخاب خلیفہ امت ہی کرے گی:

اس بارے میں اقوال ونظریات کلمات علماءومجتہدین مضطرب ہیں ۔بعض نے کہا انصار کو یہ حق حاصل ہے جبکہ بعض نے کہا قریش کو یہ حق حاصل ہے جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔بعض نے نبی کریمؐ کے رشتہ داروں کو حقدار قرار دیا ہے جبکہ بعض دیگر نے خاندان بنی امیہ اور نسل فاطمہ سے انتخاب کرنے کو معیار بنایا اور بعض نے کہا کہ خاص نسل امام سے خلیفہ منتخب ہونا چاہیے پھر اس میں بھی اختلاف کیا۔لیکن کسی نے بھی اس انتخاب خلیفہ کے عمل میں قرآن وسنت سے استثنا نہیں کیا بعض نے کہا امت نبیؐ سے بھی فرد کو انتخاب کیا جاسکتا ہے اگر قرآن وسنت میں موجود شرائط اس میں پائی جاتی ہیں ۔ان کا کہنا ہے امت سے انتخاب نے ایسی اضطراری اور پیچیدہ صورت حال اختیار کی ہے۔

لیکن امت کے کس قبیلے وخاندان سے انتخاب کیا جائے ۔دوسرا یہ انتخاب کس طریقے وذریعہ سے ہونا چاہیے ۔جس شخص کو منتخب کیا جائے اس کی شرائط وصفات کیا ہونی چاہیے ۔قرآن کریم اور سنت رسولؐ کس قسم کے انسان کو منتخب کرنے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔

نظریہ انتخاب ملت کے بارے میں شہید الرابع آیت اللہ محمد باقر الصدرؒ کے نظریہ ماخوذ از لمحہ فقیہ عن دستور جمہوری اسلامیہ ص ۱۳:

أولاً۔صفات المرجع الديني من الاجتهاد المطلق و العدالة.

ثانياً۔أن يكون خطه الفكري من خلال مؤلفات و أبحاثه واضحاً في الايمان بالدولة الاسلامية وضرورة

حمايتها.

ثالثا۔ان تكون مرجعية بالفعل في الامة بالطرق الطبيعية المتبعة تاريخياً.

رابعاً۔ان يرشحه أكثرية أعضاء مجلس المرجعية ويؤيد الترشيح من قبل عدد كبير من العاملين في الحقول الدينية بحدد دستورياً كعلماء وطلبة في الحوزة وعلماء و كلاء و أئمة مساجد وخطباء مؤلفين ومفكرين اسلاميين.

وفي حالة تعدد المرجعيات المتكافئة من ناحية هذه الشروط يعود الى الأمة أمر التعيين من خلال استفتاء شعبي عام.

خامسٌ۔ان الامة كما تقدم هي صاحبة الحق في الرعاية وحمل الامانة وافرادها جميعا مستاوون في هذا الحق أمام القانون ولكل منهم التعبير من خلال ممارسة هذا الحق عن آرائه وأفكاره وممارسة العمل السياسي بمختلف أشكاله أن لهم جميعا حق ممارسة شعائرهم الدينية والمذهبية.

خود شہید شوریٰ فقہا کے قائل تھے امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کے قائم کردہ نظام اسلام کا ڈھانچہ انتخاب رہبر سے لے کر نیچے سطح تک لوگوں کی بیعت پر استوار ہے۔

یہاں ہم شہید محمد باقر الصدر رحمۃ اللہ کی بیان کردہ تعریف کو بیان کرتے ہیں:

آپ نے تاریخ امامیہ تالیف کتاب پر ایک مقدمہ لکھا ہے جسے اپنے مضمون اور محتویٰ کی اہمیت کی وجہ سے بطور مستقل کتاب بنام حولۃ الولایۃ نشر کیا گیا ہے جسے دارالثقافۃ اسلامیہ نے **"تشیع کا آغاز کب اور کیسے"** کے نام سے اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ہم یہاں پر آپ کے بیان کو دائرۃ المعارف الاسلامیہ شیعہ، تالیف استاد حسن امین ج اص ۷ سے نقل کرتے ہیں۔شہید الصدر فرماتے ہیں عالم اسلام کے صفحات میں ایک نمایاں صفحہ صفحہ شیعہ ہے جو امت اسلامی میں قدیم زمانے سے عصر حاضر تک بطور نمایاں نظر آتا ہے۔علماء نے اس کے بارے میں سوال اٹھایا ہے کہ یہ فرقہ تاریخ اسلام میں کب اور کیسے وجود میں آیا ہے اور کون اسے وجود میں لایا ہے یہ تینوں سوال تشیع کے بارے میں عرصہ دراز سے موضوع بحث ہیں۔

بعض کا کہنا ہے شیعہ امت میں تلخ ناگوار حوادث واقعات کے نتیجے میں وجود میں آئے ہیں۔کہتے ہیں سابق زمانے میں شیعوں کی کوئی معقول معتد بہ صورت نہیں تھی کوئی ایسا وجود نہیں تھا بلکہ یہ استثنائی حالات اور وقت کے تناظر میں وجود میں آئے۔اصل شیعہ امت میں ایک نئی چیز ہے شہید صدر فرماتے ہیں۔اس سوال کا جواب ہم خود اصل دعوت اسلام سے اخذ کریں گے جب رسول نبی کریم اس دعوت کی قیادت کر رہے تھے اور جن حالات سے آپ گزر رہے تھے آپ نے ایک وسیع عریض ہمہ گیر انقلاب کی بنیاد رکھی ہوئی تھی جس طرح آپ نے جاہلیت کے اس معاشرے میں ایک تغیر کی بنیاد رکھی اور ایک اسلامی معاشرہ وجود میں لائے اور جاہلیت کے ہر قسم کے آثار کو محو و نابود کیا۔پیغمبرؐ یہ تغیر ایک مختصر عرصے میں لائے لہٰذا اس کا تقاضا ہے کہ نبی کریم کی حیات کے بعد بھی یہ تغیر جاری رہے چنانچہ جب نبی کریم کو اپنی مفارقت اور جدائی کے آثار نمایاں ہونے لگے تو اس صورت میں ہم دیکھتے ہیں اس تغیر کے بارے میں آپ کے پاس تین راستوں میں سے ایک راستہ ناگزیر ہے کہ آپ اس راستے کو اپنائیں:

۱۔آپ دعوت کے حوالے سے موقف سلبی اپنائیں اس سے بے توجہی چشم پوشی سے گزر جائیں اور مستقبل کے حالات کو امت کے رحم وکرم پر چھوڑیں شہید الصدر فرماتے ہیں یہ تصور پیغمبر کی شان کے مناسب نہیں کہ ہم اس عظیم الشان پیغمبر کے بارے میں ایسا تصور قائم کریں بلکہ آپ کی حیات وشفقت امت کے بارے میں آپ کی توجہات وفروغ اسلام کے بارے میں خود امت کی صورت حال یہ سب تقاضا کرتی ہیں کسی صورت میں یہ مفروضہ درست نہیں کہ پیغمبر اس عملی تغیر کے بارے میں خاموش اور چشم پوشی سے گزر جائیں یہ ناممکن ہے۔

۲۔دوسرا تصور آپ ایک منصوبہ بندی کریں اور ایک لائحہ عمل امت کیلئے چھوڑ کر جائیں کہ جسے ہم موقف ایجابی کہیں گے کہ یہ امت خود اس قیادت کو شوریٰ کے ذریعے چلائے آپ کے بعد جس میں مہاجرین وانصاری سب شامل ہوں قیادت اپنی سیر نمو میں نبی کریم کے بعد فردی قیادت سے نکل کر اجتماعی قیادت کرے لیکن پیغمبر کی حیات اور حالاتِ اُمت سب بتاتے ہیں کہ یہ مفروضہ بھی درست نہیں اگر پیغمبر نے اسی نہج کو اپنایا ہوتا تو یہ صورت حال سامنے نہ آتی امت اس سلسلے میں آپ کے بعد پریشان نہ ہوتی بطور مثال ایک تو اس سلسلے میں شوریٰ کے بارے میں منفی مثبت کوئی ہدایات آپ کی طرف سے نظر نہیں آتیں کہ شوریٰ کا ڈھانچہ کیسا ہوگا دوسرا یہ کہ اگر کوئی ایسی شوریٰ وجود میں ہوتی تو لوگ فوراً سقیفہ میں جمع نہ ہوتے اصحاب ومہاجرین وہاں تنازعہ نہ کرتے لہٰذا یہ مفروضہ بھی درست نہیں۔

۳۔تیسرا مفروضہ یہ رہتا ہے کہ حالات طبیعت کے تحت پیغمبر نے اپنی حیات میں اس مفروضے پر عمل کیا اور موقف ایجابی اختیار کیا کہ آپ ایک شخص کو ترجیح دے رہے ہیں جسے آپ نے عرصے دراز سے امت کی قیادت ورہبری سنبھالنے کی تربیت دی یہ طریقہ واحد طریقہ ہے جو ایک معقول اور پیغمبر کی ذات سے زیادہ مناسب نظر آتا ہے چنانچہ احادیث کثیرہ میں ملتا ہے کہ پیغمبر نے علی کو اس مقصد کیلئے آمادہ کیا تھا اور بہت سی چیزیں علی کو سکھائیں اور بتائیں تھی چنانچہ اس سلسلے میں بہت سی احادیث ہیں جسے ہم طوالت کے پیش نظر ذکر کرنے سے گریز کر رہے ہیں لہٰذا شہید صدر فرماتے ہیں تشیع جسم امت سے نکلا ہے اور اس کے دامن میں پرورش پائی ہے لہٰذا تشیع جزء لاتیجزا اسلام ہے۔

شہید الصدر کی تفسیر پر ملاحظات:

دیگر ناقدین نے شہید الصدر کے اس تجزیہ وتحلیل اور تفسیر پر کثیر ملاحظات اندارج کئے ہیں:

۱۔شہید صدر نے نصب قیادت کو جزء اصیل اور عمق رسالت قرار دیا ہے۔ان کے نزدیک نبی کریم نے اس مسئلہ کو ادھورا نہیں چھوڑا بلکہ حضرت علی کو آمادہ اور تیار کیا ہے لیکن آپ نے اس مسئلے کے دیگر اطراف کم وکیفیت کو نظر انداز کیا ہے اگر آپ کا نقطہ نظر اپنی جگہ درست قرار پائے تو نبی کریم کو چاہیے تھا تا قیام قیامت تک قیادت کا بندوبست کر کے جاتے جبکہ آپ نے اس سلسلے میں حضرت علی کی آمادگی تیاری اور نامزدگی کے علاوہ کوئی ذکر نہیں کیا تو اس میں کتنا فرق ہوگا کہ نبی اس مسئلہ کو اہمیت دے کر عمل کر کے جائیں اور علی کے بعد یہ مسئلہ خود بخود ادھورا بے توجہی کا شکار ہو جائے یا بقول اثنا عشری بارہ اماموں کے بعد پھر امت کو از خود اس مسئلہ کو اپنے دوش پر لینا ہوگا یہاں یہ قباحت سامنے آتی ہے کہ دوسو ساٹھ ہجری تک کیلئے تو اہتمام کیا گیا لیکن ہزاروں سال کو نبی نے نظر انداز کیا ہے۔

۲۔قیادت ورہبری گرچہ اپنی جگہ اہمیت کی حامل ہے لیکن یہ جزءِ رسالت نہیں رسالت کیلئے محافظ چاہیں رسالت کیلئے مجری چاہیے حاکم جزءِ رسالت نہیں بنتا بلکہ حاکم لازمہ رسالت ہے لہٰذا جزء اسلام میں عقائد اور احکام وغیرہ آتے ہیں سنت اس

میں ہے۔

۳۔قرآن کریم میں قیادت کواولی امر کہا ہےاوراولی امر کوامت کے بیچ سے انتخاب کرنے کاحکم دیا ہےاور جہاں کہیں انتخاب اولی امر میں اختلاف ہوتو رسالت کی طرف رجوع کرنے کاحکم دیا گیا ہے۔

۴۔شہید کے بقول پیغمبر اس پرعمل کر کے رخصت ہوئے جس چیز پر پیغمبر نے آپ کے بقول انتہائی شدومد سے عمل کیااور اسے ادھورانہیں چھوڑااور رسول اپنی بصیرت اور دیگر اشارات وحی کے تحت آئندہ ہونے والے حالات سے واقف بھی تھے آپ کو پتہ تھااس پرعمل بھی نہیں ہوگالہذا جس چیز پرعمل رسول کی خواہش کے مطابق عمل ہونا قریب محال ہواس پر رسول کا اصرار ایک خانہ پُری ہوگا یعنی رسول نے بتایا تھااور امت نے عمل نہیں کیا۔

۵۔یہ کہنا کہ رسول کے فرامین میں یا قرآن میں امت کی اس ذمہ داری کوادا کرنے کا کوئی ذکرنہیں ملتا یہ بات اپنی جگہ غلط ہے۔قرآن اور سنت اور پیغمبر کی سیرت میں یہ چیز واضح ہےاور امت میں اختلاف کا سبب اس سےصرف نظر کرنا ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول جنہوں نے خارش کی دیہ بیان کی ہےاوراس بڑے مسئلہ کوادھورا چھوڑ دیا یہ کہنا درست نہیں بلکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ امت کی توجہ اورعنایت اس پرنہیں ہوئی۔

کلمات اختتامیہ:

فرق و مذاہب میں سے کون سا فرقہ اساس اسلام سے ملتا ہے اور کون سا اسلام پر پیوند ہے اور کون سا فرقہ ضد اسلام اور کون سا فرقہ اسلام کو گرانے اور منہدم کرنے کیلئے وجود میں آیا ہے کیا حقیقت میں کوئی ایسا فرقہ وجود رکھتا ہے جو انسان کی دنیا و آخرت کی سعادت کا ضامن ہو اور جو اساس اسلام کے ساتھ مطابقت رکھتا ہو کیونکہ نبی کریم کی دعوت' دعوت بہ اسلام ہے اسلام سے مخالف، اسلام سے متعارض اور اسلام سے متصادم کوئی دین اللہ کیلئے قابل قبول نہیں ہوگا **ومن یبتغی غیر اسلام دین ؑ فلین یقبل منه** ۔فرقوں پر سیر حاصل بحث کرنے والے کیلئے واضح و روشن ہو جاتا ہے کہ فرقہ جس نام سے بھی ہو وہ اسلام پر پیوند ہے اور اسلام کے خلاف وجود میں آیا ہے چاہے وہ اپنے عزائم چھپانے کیلئے کتنے ہی اچھے نام اور کتنی ہی اچھی چھتری کا انتخاب کیوں نہ کرے۔اگر کوئی اپنے آپ اہل قرآن یا قرآنیوں کہے تو اس کا مطلب ہے انھوں نے محمدؐ کو کنارے پر لگایا ہے اور سنت قطعی رسول اللہؐ کو مسترد کیا ہے جبکہ سنت رسول اللہ کے انکار کے بعد دین اسلام دین کامل نہیں بلکہ لنگڑا رہتا ہے جیسا کہ عصر حاضر میں قادیانی اور اس کی منحوس شاخ پرویزیوں وغیرہ کا دعویٰ ہے ۔اسی طرح اگر کوئی اپنے ۔لیے سنت کی چھتری بنائے تو گویا اس نے اساس اول اسلام اور سند نبوت محمدؐ یعنی قرآن کو پس پشت ڈال کر اسلام کو اندر سے بوسیدہ و فرسودہ اور نا قابل عمل بنانے کیلئے جعلی احادیث کا انبار لگایا ہے ۔ایسے گروہ اس وقت ڈنڈے اور گالی و فساد وغیرہ سے زندہ ہیں ۔درحقیقت یہ اسلام کو اندر سے کاٹ رہے ہیں اسی طرح اگر کسی فرد و گروہ نے اپنے آپ کو شیعہ اہل بیت کے داعی کے طور پر پیش کیا تو اس نے اس پسندیدہ لفظ کو تیر بنا کر ایک تیر سے دو شکار کئے ہیں اور انہوں نے قرآن اور سنت پیغمبر اکرمؐ دونوں کو چھوڑ کر تعلیمات آل محمد کو اپنا شعار بنایا ہے یہ گروہ دونوں پاؤں سے لنگڑا ہے کیونکہ قرآن و سنت دونوں کو چھوڑنے والا مسلمان نہیں رہ سکتا۔اگر کسی نے قرآن و سنت محمدؐ کو اپنی شناخت بنایا یہی اسلام کے داعی ہیں کیونکہ اساس اسلام قرآن و سنت محمدؐ ہی ہیں ۔اہل بیت خود تابع قرآن و محمد ہیں یہ قرآن و محمد کے مقابلے میں متبوع (جس کی اطاعت کی جائے) نہیں ہیں ۔فرق و مذاہب سے متعلق کتب کی ورق گردانی سے واضح ہوا کہ شیعہ اہل بیت کے مدعیان یا شیعان اہل بیت کا فرقہ ایک نہیں بلکہ ان کے فرقے سینکڑوں کی تعداد میں ہیں ۔بعض کے مطابق ایک فرقہ جسے اساس اسلام کا محافظ یا نزدیک بتایا جاتا تھا وہ فرقہ اثنا عشری ۱۲ اماموں کے ماننے والا تھا لیکن ثابت ہوا کہ یہ کوئی مستقل فرقہ نہیں بلکہ انہی فرقوں کا پیدا کردہ فرقہ ہے تاکہ باطنیہ ملحدین و منحرفین اور ضالین آسانی سے اپنا کام کر سکیں ۔تعجب اس وقت ہوا جب اساس تشیع کے عقائد و افکار اور ثقافت و نظریات کے مفسر و شارع اور محافظ و پاسدار کے القاب جیسے تاج پہنائے جانے والے آغا بزرگ تہرانی صاحب **"الذریعه الی تصانیف الشیعه"** صاحب **"اعیان الشیعه"** وغیرہ نے اپنے ضخیم مجلدات میں مذہب شیعہ کا افتخار پیش کرتے وقت کسی بھی ملحد و مشرک اور نبوت و الوہیت کا دعویٰ کرنے والے اور دین اسلام کو خراب و برباد کرنے والے کسی بھی فرد کو نہیں چھوڑا جسے انہوں نے شیعہ کی اول فہرست میں صاحب تمغہ کے طور پر پیش نہ کیا ہو۔انہوں نے منحرف زیدیین ، فاطمین، نصیریوں، حشاشیوں، متنبّی مدعی نبوت ،عبداللہ بن معاویہ مدعی نبوت، مقنع، سیف الدولہ غلاۃ کی اور اسی طرح تاتاریوں کے خدمت گزار، آل بویہ، صفویوں، اکبر بادشاہ جس نے دین اکبری کے نام سے دین جدید پیش کیا اسی طرح اور نصیرالدین حیدر کسی کو بھی نہیں چھوڑا بلکہ اور ان سب کو ہیرو کے طور پر پیش کیا ہے لہٰذا اگر کوئی مسلمان اسلام پر جینا اور اسلام ہی پر مرنا چاہتا ہے تو اسے

چاہیے کہ ان تمام فرقوں کو پس پشت ڈال کر اپنے آپ کو تنہا اسلام کیلئے وقف کرے اور اسلام پر مرنے کیلئے اللہ سے دعا کرے۔

اگر کوئی اپنے فرسودہ، بوسیدہ، معیوب، خرافات سے پُر مذہب کو کسی کے ہاتھ لگنے اس پر کسی کی نظر پڑنے یا اس کا کسی کو تعارف کروانے یا اس کی باتیں دوسروں کے علم میں آنے سے ڈرتا ہے کہ کہیں اس کی خرابیاں ظاہر نہ ہو جائیں یا وہ اپنے دین کیلئے چشم بد یا بد دعا ہونے سے ڈرتا ہے لیکن جس کا دین عند اللہ الاسلام ہو جو فولاد سے زیادہ محکم و پائیدار ہے جس پر نہ کسی کی چشم بد لگتی ہے نہ اسے گرد و غبار سے میلا کیا جا سکتا ہے نہ گذشت زمانے کے ساتھ یہ کہنہ و بوسیدہ ہوتا ہے۔ جو ہر چورا ہے پر اپنی عظمت و بزرگی و پختگی کا لوہا منوانے کیلئے جن و بشر کو مقابلے کی دعوت دینے والا دین ہے **ھذا کتابنا ینطق علیکم بالحق** اور جو اپنے سچا ہونے کے ثبوت میں جن و انس سے کہتا ہے اگر تمہارے اندر جرات ہے اور تم اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہو تو اے جن و انس تم سب مل کر اس قرآن جیسی کتاب لے آؤ اور اس کتاب کے مندرجات جیسا دین لے آؤ تو ہم کیوں اس پر فدا نہ ہوں کیوں اس کیلئے ذلیل نہ ہو جائیں کیوں اس کیلئے اپنے وجود اور اپنے عزیزوں کو قربان نہ کریں۔

ہمارے او پر وارد اعتراضات میں سے ایک یہ ہے کہ اپنوں کے خلاف لکھتے ہیں ہم نے یہ اعتراض بہت سوں کی طرف سے سنا تھا لیکن ہمارے ایک مشفق مہربان دوست بھی یہ رائے رکھتے ہیں۔ آپ ہمارے کراچی میں پہنچنے کے بعد ہمیں اپنے حلقہ میں لینے والوں میں سے تھے ہم انہیں دیکھ کر انتہائی خوشی اور مسرت کر رہے تھے اس وقت ہمارے اندر ایک سوالیہ فقرا ابھرتا رہتا تھا کہ یہ پڑھے لکھے دیندار اور اپنی دنیوی زندگی بہتر چلانے والے کیوں میرے گرد جمع ہوئے ہیں نہ ہماری شکل و صورت قد و قامت اتنی اچھی ہے نہ ہم زہد پارسائی تقویٰ کی مصنوعی شکل پیش کرنے کے عادی ہیں جو ان کی پسندیدگی کا سبب بنے اور نہ ہماری دیگر علماء کی نسبت علوم عربی فلسفہ علم اصول میں نبوغت کا حاصل ہے کیونکہ ہمیں یہاں کے علماء کی نسبت سے تیسرے درجے پر قبول کرنا بھی مشکل تھا۔ جب قومی مذہبی گروہوں نے ہمارا محاصرہ کرنے کا اعلان کیا تو یہ لوگ سب سے پہلے محاصرہ کرنے والوں میں شامل ہوئے۔ اس فیصلے کا سب سے پہلے استقبال کیا انہی میں سے ایک ہمارے دوست جناب حاج ابرار حسین رضوی صاحب ہیں جو مغرب کو آخری پناہ گاہ انتخاب کر کے گئے ہیں۔ آپ اپنے آخری دور میں ہمارے ساتھ تین چیزوں پر زیادہ اسرار فرماتے تھے ایک مدح مغرب دوسرا ہندوستان اور تیسرا سنیوں کی مذمت۔ ہمیں یہ تین صفات عام مسلمانوں کے خلاف نظر آتی تھیں۔ آپ ایک دفعہ جب مغرب سے یہاں سیر و تفریح کیلئے تشریف لائے اس وقت یہاں کے لوگوں نے ہماری کتاب عقائد و رسومات سے نالاں ہو کر ہمارا محاصرہ شروع کر رکھا تھا۔ آپ نے ٹیلیفون کر کے یہاں آنے کی خواہش کی تو ہم نے گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا۔ رات گزارنے کے بعد صبح آپ نے فرمایا آپ نے عقائد و رسومات میں صرف شیعوں کو نشانہ بنایا ہے یہ انصاف تو نہیں آپ کو سنیوں کے بارے میں لکھنا چاہیے تھا بہر حال اس وقت کتاب امام و امت، شکووں کے جواب اور شعر و شعراء نہیں آئی تھی جبکہ فصل نامہ عدالت اور متنوعہ ان کیلئے نا قابل برداشت تھی۔ ان کے بقول ان کے فقیہ جامشورو کے فتویٰ کے مطابق شرف الدین مسلمات مذہب کا انکار کرتے ہیں وہ کیسے برداشت کر سکتے ہیں جبکہ فقیہ قتل گاہ دین و شریعت کا کہنا ہے ہمیں آپ کی کتابوں پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ بد بخت نور بخش وہابی کتابیں دیکھ کر ہمیں غصہ دلاتے ہیں غرض اپنوں کو نشانہ بنا کر

سنیوں کے ذکر سے صرف نظر کرنے سے یہ مطلب لینا بالکل غلط ہے کہ میں نے شیعہ مذہب کا لبادہ اتار کر سنی لبادہ اوڑھ لیا ہے جیسا کہ سرکار آیت اللہ کا کہنا ہے ایسا نہیں اس کی ہمارے پاس دو دلیلیں ہیں:

اس وقت دنیا کے مسلمان ملکوں میں استعمار مغرب کی طرف سے مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی مہم جاری ہے اس مہم سے کوئی مسلمان ملک نہیں بچ سکا۔البتہ بعض دوسروں کی نسبت زیادہ ظلم کا شکار ہوئے جیسے افغانستان، عراق، پاکستان اور ہندوستان کے مسلمان وغیرہ لیکن اگر کسی عراقی سے بات کریں تو وہ عراق پر ڈھائے جانے والے مظالم کا ذکر کرتے ہیں اور کبھی افغانستان کو یاد نہیں کرتے جبکہ افغانستان والے مسلمان اپنے اوپر گزرنے والے مصائب کا ذکر کرتے ہیں لیکن پاکستان کا نام نہیں لیتے۔پاکستان والے صومالیہ کا ذکر نہیں کرتے ہمارے بعض نوجوان علماء جیسے آقای مظہر کاظمی صاحب اٹھتے بیٹھتے ایران اور لبنان کے ذکر پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور اپنے ملک کا ذکر نہیں کرتے ہم بھی اسی طرح جس مذہب کے خود داعی ہیں اس میں رائج خرافات کو رفع کرنا چاہتے ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ جتنی خرافات اور بے بنیاد باتیں اس مذہب میں ہیں وہ دوسروں میں کم ہیں پہلے گھر پھر باہر کے اصول کے تحت ہم یہ کاوش کر رہے تھے تاہم اسلام کی کچھ بنیادی اساس مثلاً صوم وصلاۃ وزکوۃ کی اہمیت جو اپنی جگہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے ان میں موجود ہے جبکہ ان کی بنسبت بیشتر شیعہ بے نمازی ہیں۔وہ حج کی بات کرتے ہیں یہ زیارات کی اور وہ نماز کی بات کرتے ہیں یہ عزاداری کی اور وہ رسول اللہ کی بات کرتے ہیں اور یہ حضرت علی کی۔تاہم محاصرے کی اس مصیبت کے دنوں میں ہمیں کتب بینی کا زیادہ موقع ملا تو پتہ چلا کہ سنی علما بہت سی بدعتوں میں شیعوں کے ساتھ برابر کے شریک ہیں لیکن وہ شیعوں کے اس حصہ کو نقد ونشانہ نہیں بناتے بلکہ وہ لوگ اور مسائل پر اصرار کرتے ہیں جیسے امام مہدی کی آمد، اصل جواز متعہ اور تحریف قرآن کو اٹھاتے ہیں۔اور جو حصہ اپنے پاس ہے اس کا دفاع کرتے ہیں بطور مثال خضر کا وجود افسانہ ہے لیکن وہ خضر کے مرنے یا زندہ ہونے پر پر اصرار کرتے ہیں اور خضر کے انوکھے معجزات کو تسلیم کرتے ہیں۔امام زمانہ کی آمد کو مانتے ہیں اس میں کسی قسم کا اعتراض نہیں کرتے کہتے ہیں اس کا ذکر احادیث میں آیا ہے۔معلوم نہیں ان کے پاس احادیث صحیح اور باطلہ کی کسوٹی کیا ہے اہل بیت کے معجزات وکرامات کو مسترد کرتے ہیں لیکن نبی کریمؐ کیلئے معجزات کے انبار لگا دیتے ہیں گویا نبی کریمؐ اپنے معجزات کا لوہا منوانے کیلئے آئے تھے۔غرض کسی بھی چیز کے صحیح یا غلط ہونے کی انھوں نے کوئی کسوٹی نہیں اپنائی بلکہ بغیر تحقیق کے صرف اس حصہ کو مسترد کرتے ہیں جس کے شیعہ قائل ہیں اب تو ایک طویل کاوش وتحقیق کے بعد ہم اس نظریہ پر پہنچے ہیں کہ تمام فرقے اسلام کے گلے میں پھنسنے والی ہڈی ہیں۔جب تک دین کو قرآن اور سنت قطعیہ کے سانچے سے نہ گزاریں اور ان دونوں کو حق وباطل کے ماپنے کا معیار ومقیاس نہ بنائیں اس وقت تک آپ حق وباطل میں امتیاز نہیں کر سکیں گے اس وقت تک سب فرقے ایک ہی جیسے ہیں۔

میری یہ سطورات پڑھنے والے قارئین کرام سے درخواست اور امید ہے کہ وہ انہیں دوسروں تک بھی پہنچائیں۔

س: آیا کوئی مسلمان یہ اقرار نامہ دینے کیلئے تیار ہے کہ جو عام وثیقہ نویس لکھتے ہیں کہ میں نے بلا جبر واکراہ تمام حواس خمسہ ظاہری باطنی کے تحت کلمہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کو پڑھا ہے اور اس قرآن کے بین الدفتین موجود احکامات کو آئین زندگی اور آئین حیات تسلیم کیا ہے اگر ایسا ہے اور اگر اس نے یہ آیت تلاوت کی۔

ایمان والو اللہ سے اس طرح ڈرو جو ڈرنے کا حق ہے اور خبردار اس وقت تک نہ مرنا جب تک مسلمان نہ ہو جاؤ

﴿يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقاتِهِ وَ لا تَمُوتُنَّ إِلاَّ وَ أَنْتُمْ مُسْلِمُون﴾ (آل عمران۔۱۰۲)

کہہ دیجئے کہ میری نماز, میری عبادتیں, میری زندگی, میری موت سب اللہ کے لئے ہے جو عالمین کا پالنے والا ہے

﴿قُلْ إِنَّ صَلاتي وَ نُسُكي وَ مَحْيايَ وَ مَماتي لِلَّهِ رَبِّ الْعالَمين﴾ (انعام۔۱۶۲)

اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العالمین کا اطاعت گزار بندہ رہوں

﴿وَ أُمِرْتُ أَنْ أُسْلِمَ لِرَبِّ الْعالَمينَ﴾ (غافر۔٦٦)

مصادر شیعه اهل بیت

☆ بررسی های تاریخی — شماره ٦ سال دهم
☆ التعلم فی القرآن الکریم — الدکتور محمد محمود عبودزدین
☆ حکمة التشریع و فلسفه — علامه شیخ علی بن احمد الجرجاوی الازہری
☆ الدین فی مواجهة العلم — وحید الدین خان
☆ تاریخ اسلام — تالیف رسول جعفریان
☆ اسلوب دعوت فی القرآن — آیت الله سید محمد حسین فضل الله
☆ اهل البیت و القرآن الکریم — شیخ محمد هادی معرفة
☆ الاسلام و الادیان — الدکتور مصطفی حلمی
☆ کتب حذر منها العلماء — ابی عبیده مشهور بن حسن آل سلمان
☆ الاستشراق — کمال ابو دیب
☆ مناهج البحث فی الاسلامیات لدی المستشرقین و علماء الغرب معلی — محمد البشیر
☆ مستشرقون — نذیر حمدان
☆ الاسلام والمسیحیه — الیکسی جورافسکی ترجمه خلف محمد الجراد
☆ امن فکری اسلامی — رضوان بن ظاهر الطلاع
☆ التلمود — ظفر الاسلام خان
☆ جوانمردی — محمود صلواتی
☆ مناسبات فرهنگی معتزله و شیعه — رسول جعفریان
☆ قرآن هرگز تحریف نشده — استاد حسن زاده آملی
☆ الاسلام — الدکتور احمد عروة
☆ داستان کربلائی کاظم — هیئت تحریریه موسسه در راه حق
☆ کلیات عرفان اسلامی — همایون همتی
☆ نظام سیاسی اسلام — اسد الله بیات
☆ الامامة — محمد مهدی آصفی
☆ درسهائی از اصول عقائد اسلام — محمد باقر موسوی همدانی
☆ اهمیت حفاظت اطلاعات و اطلاعات از دیدگاه اسلام — حسین صبوری
☆ چراغهائی کوچک و هنما — عبد الله جعفری
☆ خط سیر ما یا صراط مستقیم اهداف و آرمانهائی جامعه اسلامی — علامه سید محمد تقی مدرسی
☆ عدالت اجتماعی — علی اکبر هاشمی رفسنجانی
☆ نظام امامت و رهبری — لطف الله صافی
☆ شیعه و نبوت — دکتر علی گازار غفوری

مصادر عامه رجال

☆ رجال صحیح بحر العلوم
☆ قاموس الرجال — تالیف شیخ محمد تُستری

☆ جامع الرواة — محمد بن علی الردیلی
☆ نقد الرجال — سید مصطفیٰ تفرشی
☆ رجال الحدیث — آیت اللہ ابو القاسم الخوئی
☆ مامقانی — شیخ عبداللہ مامقانی
☆ تنقیح المقال
☆ روضات الجنات — محمد باقر خوانساری
☆ اعیان الشیعہ — محسن امین
☆ ریاض العلماء — عبداللہ افندی
☆ رجال برقی — شیخ محمد برقی
☆ دائر المعارف شیعہ — سید حسن امین
☆ الاعلام زرکلی
☆ دائرہ المعارف الاسلامیہ — فرید وجدی
☆ دائرہ المعارف عالمی
☆ مفاخر اسلام — علی دوانی
☆ شخصیات اسلامی — ناصر مکارم شیرازی
☆ حول الشیعہ والمرجعیہ فی الوقت الحاضر — تالیف شیخ محمد علی تسخیری
☆ التصوف والتشیع — تالیف ہاشم معروف
☆ انتفاضات الشیعہ — تالیف ہاشم معروف
☆ منتہی الاعمال — محدث قمی
☆ سیرۂ پیشوایان — مہدی پیشوائی
☆ اصل الشیعہ واصولہا — تالیف شیخ محمد حسین کاشف الغطاء
☆ عقائد امامیہ — شیخ محمد رضا مظفر علیہ الرحمہ
☆ عقائد امامیہ — سید ابراہیم زنجانی
☆ تجرید الاعتقاد — تالیف شیخ نصیر الدین طوسی
☆ نقد محصل — تالیف شیخ نصیر الدین طوسی
☆ باب حادی عشر — تالیف فاضل مقداد سیوری
☆ الامام صادق والمذاہب الاربعہ — اسد حیدر
☆ عقائد شیخ صدوق — صدوق
☆ دروس عقائد — آیت اللہ مصباح یزدی
☆ نہج الحق — تالیف علامہ حلی
☆ اعتقادات دین الاسلام — تالیف محمد باقر مجلسی
☆ العقیدہ الاسلامیہ — تالیف سید مہدی صدر
☆ نظرۃ حول دروس فی العقیدہ الاسلامیہ — مصباح یزدی
☆ بدایہ المعارف الہیہ — تالیف محسن خرازی
☆ سیرت آئمہ طاہرین
☆ سیرت آئمہ اثناء عشر — تالیف ہاشم معروف حسینی
☆ سیرت آئمہ اثناء عشر — تالیف عادل ادیب

☆ فی رحاب الآئمہ — تالیف محسن امین
☆ فی رحاب اھل بیت — محمد حسین فضل اللہ
☆ جہاد الشیعہ
☆ نشاۃ الشیعہ
☆ سیرت آئمہ طاھرین راہ حق
☆ سیر اھل بیت موسسہ البلاغ
☆ فی ضلال الشیعہ
☆ الشیعہ فی المیزان — تالیف محمد جواد مغنیہ
☆ الشیعہ والحاکمون
☆ الشیعہ والتشیع
☆ الشیعہ والقرآنیون — تالیف احسان ظہیر الٰہی
☆ فرق الشیعہ — تالیف جواد مشکور
☆ دراسات فی العقائد الشیعہ — تالیف سید محمد علی الحسنی العاملی
☆ الوحدہ العقائد عند السنہ والشیعہ — تالیف الدکتور عاطف اسلام
☆ حیات فکری وسیاسی امامان شیعہ — رسول جعفریان
☆ پیشوایان ھدایت — گروہ مؤلفان سید منذر حکیم بالعسکری وسام بغدادی مترجم عباس جلالی

مصادر عمومی

☆ اعتقادات فرق المسلمین والمشرکین — امام فخر الدین رازی
☆ مقالات الفرق — تالیف سید اشعری
☆ معجم الفرق الاسلامیہ — تالیف یحییٰ شریف
☆ فرھنگ فرق اسلامی — تالیف جواد مشکور
☆ فرق المعاصر
☆ موسوعۃ المیسرہ
☆ قاعدہ جلیلہ فی التوسل الوسیلہ — دکتور سید الجبیلی